خدا سے ملانے والی رہنما کتاب

اصلاحِ دل

یعنی

مکتوبات و ملفوظاتِ اشرفیہ

ایک خدا رسیدہ شخصیت کی آپ بیتی کہ کس
طرح راہِ معرفت پہ اُن کے سفر کا آغاز ہوا، دل کی دنیا بدلتی چلی گئی
اور بالآخر شیخ کامل حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی
کی نظر کیمیا اثر نے انہیں محبت و قربِ خداوندی کی منزلِ مقصود تک پہنچا دیا۔
آج ان کی یہ آپ بیتی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے
اور اس آپ بیتی کو پڑھ کر کتنے لوگ خدا رسیدہ
ہو چکے ہیں

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان، پاکستان
061-540513- 517501

اصلاحِ دل

یعنی

مکتوبات و ملفوظاتِ اشرفیہ

حضرت اقدس تھانوی قدس سرہٗ کے اصلاحی مکاتیب
جو روحانی زندگی میں عجیب انقلاب پیدا کرتے ہیں

تالیفِ لطیف

حضرت اقدس مولانا حاجی محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہٗ

خلیفۂ ارشد

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرۃ مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہٗ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان، پاکستان فون: 540513

نام کتاب...... اصلاحِ دِل (مکتوباتِ وملفوظاتِ اشرفیہ)

جدید ترتیب شدہ ساتواں ایڈیشن

باہتمام .... محمد اسحاق عفی عنہ

تاریخ اشاعت .... صفر ۱۴۲۳ھ

مطبع .... سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

☆......ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان

☆......مکتبہ رحمانیہ ......اردو بازار، ...... لاہور

☆......دارالاشاعت اردو بازار، .... کراچی

☆......مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، .... کوئٹہ

☆......یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار، پشاور

☆......کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار، راولپنڈی

☆......ادارہ اسلامیات ......انارکلی، ......لاہور

☆......ادارہ اسلامیات، موہن روڈ اردو بازار کراچی

قارئین سے التجاء

آج کل جدید کمپیوٹر کتابت کا دور ہے باوجود بار بار تصحیح کے اغلاط رہ جاتی ہیں۔

اس لئے گزارش ہے کہ اغلاط معلوم ہونے پر اطلاع کردی جائے تو احسانِ عظیم ہوگا۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کردی جائے۔

شکریہ ادارہ

۳

آوازِ دِل

سرزمین تھانہ بھون

حکیم الامت، مجدّد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی ذاتِ بابرکات کی وجہ سے مشہورِ زمانہ ہے۔

حضرت حکیم الامت کا نامِ نامی اصلاحِ خلق کے لئے تصنیف وتالیف کی خدمت کے حوالہ سے بھی منفرد ہے چنانچہ آپ کی سینکڑوں تصنیفات نے ایک جہان کی کایا پلٹ دی مگر آپ کا اس سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے خلقِ خدا کی رہنمائی کے لئے مثالی شخصیات تیار کیں جن کے فیضِ صحبت سے رشدو ہدایت کے کئی حلقے روشن ہوئے جن سے زندگی کے دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے علاوہ بڑے بڑے علماء نے اصلاح لی۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی تربیت یافتہ واجازت یافتہ ایک مثالی شخصیت سیدنا و مرشدنا مولانا حضرت محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت وصحبت سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے سرزمین اولیاء ملتان ہی میں سعادت نواز فرمایا اور آپ کی شفقتوں اور محبتوں کی نعمت سے بھی اللہ نے نوازا۔

حضرت حکیم الامتؒ کے اندازِ تربیت واصلاح میں مکاتبت ومخاطبت کو ایک بڑا دخل تھا چنانچہ آپ سے فیض یافتہ حضرات نے آپؒ کے مکتوبات وملفوظات کو عزیز از جان رکھا اور خلقِ عالم کی نفع مندی کیلئے انہیں کو محفوظ رکھا اور ان کی اشاعت کا بھی اہتمام کیا۔

حضرت حکیم الامتؒ کے مکتوبات وملفوظات انتہائی مختصر مگر جامع اور روحانی بیماریوں کیلئے اکسیر نسخے ہیں پورے یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ آپ کو بڑی بڑی لائبریریاں چھان کر بھی وہ علمی و اصلاحی جواہر پارے مشکل سے مل پائیں جو حضرت حکیم الامتؒ کی آدھی سطر کے ایک ملفوظ یا مکتوب میں ملیں گے۔

حضرت حکیم الامتؒ اپنے متوسلین کے خطوط کے جوابات کا بہت اہتمام کرتے تھے روز کی

ڈاک روزانہ نمٹاتے تھے بعض دفعہ تو رات کو خطوط لکھتے لکھتے سحر طلوع ہو جاتی تھی۔

چنانچہ ہمارے حضرت سیدی و مرشدی حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تقسیم ہند کے وقت یہی ''روحانی خزانہ'' ہندوستان سے اپنے ساتھ لائے، بڑی بڑی علمی کتب اور نادر نسخے وہیں چھوڑ دیئے مگر یہ حوصلہ نہ ہو سکا کہ حضرت کے مکتوبات چھوڑ کر خود پاکستان آجاتے۔

اہلیہ محترمہ کے کہنے پر فرمایا ''خطوط میں سے ایک ایک خط کی قیمت میرے نزدیک ہفت اقلیم کی سلطنت و دولت سے زیادہ ہے۔''

استاد العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری بانی مدرسہ خیر المدارس و خلیفہ حضرت حکیم الامت کو ایک مرتبہ حضرت مرشدی نے چند خطوط سنائے تو انہوں نے فرمایا:

''ایسے خطوط کو کہاں چھپائے بیٹھے ہو، ایسے نادر مکتوبات کو شائع کرانا چاہئے۔''

اس پر ان مکتوبات کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا۔

ایک دلچسپ بات یہ بھی ہوگئی کہ ان مکتوبات کے ساتھ سیدی و مرشدی حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے خاندانی حالات، حضرت حکیم الامت سے تعارف اور پھر نسبت کا آغاز اور ان مکتوبات کا پورا پس منظر بھی سیدی و مرشدی حضرت حاجی صاحب نے خود تحریر فرما دیئے جس سے گویا یہ صرف مکتوبات نہ ہوئے بلکہ اب یہ ایک آدمی کی عام حالت سے خدا رسیدگی کے معزز مقام تک رسائی کی پوری داستانِ معرفت اور اصلاحِ دل کیلئے نسخہ کیمیا بن گئی اور قبل ازیں اس کے کئی ایڈیشن طبع ہو کر مقبول عام ہو چکے ہیں اس ایڈیشن میں مزید ترتیب بہتر بنانے کی کوشش کی ہے اور اس دفعہ اس کے عام تعارف اور وضاحت کیلئے مشورے سے نام بھی تبدیل کیا گیا ہے یعنی ''اصلاحِ دل'' رکھا گیا ہے۔

اس ضمن میں ہمارے محترم جناب مولانا زاہد محمود صاحب مدظلہ العالی نے خصوصی معاونت فرمائی ہے دعاء ہے اللہ پاک ان کو اس کی بہترین جزائے خیر دیں، آمین۔

آخر میں التماس ہے کہ باوجود امکان بھرپور کوشش کے کمپیوٹر کتابت میں اغلاط رہ جاتی ہیں اگر قارئین کرام کرم فرمائیں تو اطلاع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درستی کر دی جائے۔

احقر محمد اسحاق عفی عنہ

صفر ۱۴۲۳ ہجری

فہرست مضامین

عنوان	نمبر	عنوان	نمبر
نقشِ آغاز	۲۱	شیطان کا حملہ	۲۸
باب ۱	۲۲	پہلا قدم	۲۹
خاندانی حالات	۲۲	درخواست کی قبولیت	۲۹
والدِ گرامی	۲۲	بیعت کا اثر	۲۹
پیدائش	۲۲	رسائی کے تین اسباب	۲۹
تعلیم	۲۲	حضرت کی شانِ فنائیت	۳۰
قدرت کی دستگیری	۲۲	میرا گمان کہ دامن اشرف	
میٹرک	۲۳	مجھے کیسے ملا؟	۳۰
ملازمت	۲۳	عتاب کے بعد شفقت	۳۱
ترقی	۲۳	حضرت کا اندازِ تربیت	۳۲
تبادلہ	۲۳	حضرت کا تحریر فرمودہ آخری خط	۳۴
حضرت مولانا شیر محمد صاحب	۲۴	حضرت اقدس کا جواب باصواب	۳۴
اہلیہ کی وفات	۲۴	بشارت	۳۴
باب ۲	۲۵	حیات طیبہ کی بشارت	۳۵
آغازِ سفر	۲۵	**باب ۳**	۳۶
دربار اشرف میں پہلی حاضری	۲۵	زندگی میں تبدیلی کے شواہد	۳۶
دل کی دنیا	۲۵	ذوق وشوق	۳۶
واپسی اور مؤاخذہ	۲۶	اہلیہ کے خطوط	۳۶
بیعت کا ارادہ اور رکاوٹ	۲۶	اہلیہ پر بیعت کے اثرات	۳۸
رکاوٹ کا دور ہونا	۲۷	واقعہ	۳۸
بیعت کی درخواست	۲۷	مرشد کی ناراضی سے خدا تعالیٰ	

عنوان	نمبر	عنوان	نمبر
کی ناراضی کا خوف	۳۹	ماتم کا دن	۴۸
گھر کا ماحول	۴۰	مناسب الفاظ کب نکلتے ہیں	۴۹
حالِ دل	۴۰	تربیت السالک کا مطالعہ	۴۹
باب ٤	۴۲	قبض وبسط دونوں غیر اختیاری ہیں	۵۰
حقوق العباد کے متعلق		بشارت کی مناسبت	۵۰
حضرتؒ کی تعلیمات	۴۲	شرف بیعت	۵۰
عجیب شفقت	۴۲	خوف ورجاء	۵۱
طالب علموں سے خدمت	۴۲	بیعت وتلقین کی اجازت	۵۱
نامعلوم آدمی کے حقوق کی ادائیگی	۴۳	کلید جمعیت	۵۴
مسلم وکافر کے حقوق بلا امتیاز		دعاء افضل الاذکار ہے	۵۴
پورے کرنا ضروری ہیں	۴۳	عظمت وہیبت محبت اور محبت عشقی	۵۵
اموال حکومت میں حقوق کی رعایت	۴۴	مراتبِ ادب	۵۵
حضرت سے تعلق کا دنیوی انعام	۴۴	دقیق مسئلہ میں احتیاط ہی اسلم ہے	۵۶
عجب وخود پسندی کا علاج	۴۵	اسباب منافی توکل نہیں	۵۶
زینت کے درجات میں		ہدیہ میں خلوص	۵۷
اعتدال محمود ہے	۴۵	بہت پرے کی شان	۵۷
حقوق وحظوظ میں اعتدال	۴۶	مضر اور غیر مضر کی حس	۵۷
یاد کی تمنا بھی یاد ہی کی قسم ہے	۴۷	علاج اختیاری کا استعمال اختیار ہے	۵۸
مخالفین کی کتب دیکھنے سے		مبتدی ومنتہی کی تعلیم میں فرق	۵۸
شک وتردد پیدا ہو تو ترک کردیں	۴۷	الفاظ کی تاثیر اور ان کا احساس	۵۸
جو کھانے سبب غفلت ہوں وہ باعث وبال ہیں	۴۸	**باب ۵**	۶۰
ذکر اللہ سے حجاب دور کرنا چاہیے	۴۸	آخری حاضری	۶۰
محبت عقلی واعتقادی	۴۸	حضرتؒ کی علالت	۶۰

عنوان	نمبر	عنوان	نمبر
شرفِ زیارت	٦٠	آرام طلبی	٦٨
میری محرومی اور حسرت	٦١	ذوق وشوق	٦٨
نالائقی پر بھی اللہ تعالیٰ کا انعام	٦١	طبعی دُوری	٦٨
باب ٦	٦٢	جلد بازی	٦٩
دوسرے خطوط	٦٢	ایک کا ہو کر رہنا	٦٩
حضرت کی عجیب نافع تعلیمات	٦٢	وضع قطع سنوارنا	٦٩
توکل اور پریشانی	٦٢	خط نمبر ۹/۹۹ صفر ۱۳۵۲ھ	۷٠
بدعتیوں کے لیڈر	٦٣	آثار عشق پر ہدیہ تبریک	۷۱
عیب کا اظہار	٦٣	**باب ۷**	۷۲
اچھی نیت سے غلطی	٦٣	حضرت کی خوشی	۷۲
بدعتیوں سے مدارات	٦٤	ترکی ٹوپی	۷۲
وساوس	٦٤	مال کی محبتِ طبعی مذموم نہیں	۷۴
اِسراف	٦٥	حُبِّ جاہ کا علاج	۷۴
حالات مقصد کے تابع ہیں	٦٥	طلباء کو سزا دینے کے متعلق شرعی اصول	۷٦
ہر تغیر مرض نہیں	٦٦	گھر میں اچھا لباس پہننا منتہی کو مضر نہیں	۷٦
مشکلاتِ راہ	٦٦	تکدر طبعی مرض نہیں	۷۷
طبعی انہماک	٦٦	محسن سے نہ ملنا بے مروتی ہے	۷۷
ظالم سے نفرت	٦٦	**باب ۸**	۷۸
غیر مسلموں سے علیک سلیک	٦۷	منبعِ صد کرم عتابِ	۷۸
کھانے میں لذّت کی طلب	٦۷	خانقاہ سے نکالے جانے پر آخری وصیت	۷۹
پیٹ بھر اور نیت بھر	٦۷	پابندیٔ اصول بھی اور رعایت مصلحت بھی	۸٠
غیر مذموم ذہول	٦۸	شیخ پر اعتقاد و اعتماد	۸۱
شیخ سے محبت	٦۸	بارِ دگر کوتاہی اور حق تعالیٰ کی ستاری	۸۳

عنوان	نمبر
ایک دلچسپ واقعہ	۸۶
باب ۹	۸۹
حاجی شیر محمد صاحب رحمہ اللہ	۸۹
اخلاص اور تقویٰ	۸۹
حاجی صاحب کی دین سے محبت	۸۹
حاجی صاحب کے دل میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر	۹۰
حاجی شیر محمد صاحب کا وصال اور نماز جنازہ میں شرکت سے اس نکمے کی محرومی	۹۰
باب ۱۰	۹۲
حضرتؒ کی کراماتِ معنویہ	۹۲
حضرتؒ کا مشرب	۹۲
مسجد کا معاملہ	۹۴
مخالفین کا موم جانا	۹۶
مخالف کا احترام سے پیش آنا	۹۶
اہل بدعت کی شکست	۹۶
مکان کا معاملہ	۹۷
حضرت سے بُغض رکھنے والوں کا حشر	۹۸
نقلی پیر صاحب کا حال	۹۸
مخالفین کے پروپیگنڈہ کی ناکامی	۹۹
افسرانِ بالا کے ہاں قدردانی	۱۰۱
ڈپٹی ڈائریکٹر کا میرے گھر آنا	۱۰۱
ملازمت کی بحالی	۱۰۲
ایک عزیز کا معاملہ	۱۰۲
اہلیہ کی صحت یابی	۱۰۲
تبادلہ سے تحفظ	۱۰۳
کتاب کی اشاعت کا انتظام	۱۰۳
باب ۱۱	۱۰۴
اہلیہ کی حضرت حکیم الامت سے مکاتبت	۱۰۴
نبض شناسی	۱۰۴
تربیت اولاد کے متعلق سنہری اصول	۱۰۷
امراض کی نشاندہی	۱۰۷
خود رائی کا علاج	۱۰۸
ناعاقبت اندیشی کا علاج	۱۰۸
بے رحمی کا علاج	۱۰۹
گھریلو خطوط کے آداب	۱۰۹
زیادہ خوشی	۱۰۹
آنحضرت ﷺ کی خواب میں زیارت	۱۱۰
گھر والوں کو ہدیہ	۱۱۰
ذکر کی آواز	۱۱۰
بھولنا اور اس کا علاج	۱۱۰
وضع قطع سنوارنا	۱۱۱
اہلیہ کے کچھ اور خطوط پر حضرت کے ارشادات نافعہ	۱۱۱
غیبت سے بچاؤ	۱۱۱
احکام کی اہمیت	۱۱۲

عنوان	نمبر	عنوان	نمبر
غصہ اور اس کا علاج	۱۱۲	فرضِ منصبی کی اہمیت	۱۱۹
بچوں کو مارنے کی حد	۱۱۲	مخدومیت کی صورت بھی ناپسند	۱۱۹
نماز میں خیالات	۱۱۲	دوسروں کی تکلیف گوارا نہیں	۱۱۹
تقدیر پر ایمان اور طبعی خوف	۱۱۳	روحانیت کا خیال	۱۲۰
ذوق وشوق	۱۱۳	طبیعت کو ہلکا رکھنا	۱۲۰
وظیفہ کی زیادتی	۱۱۳	احکام میں احتیاط	۱۲۰
ہدیہ میں قواعد کا مقصود	۱۱۳	دو بیویوں والے کیلئے اکسیر نسخہ	۱۲۱
طبعی رنجشوں کی حد	۱۱۴	بے قراری کا علاج	۱۲۱
شیخی اور اس کا علاج	۱۱۴	حکیم عبدالخالق صاحبؒ	۱۲۱
ریاء اور اس کا علاج	۱۱۵	مخالف کو معافی	۱۲۲
نماز اور دُعاء میں دل لگانا	۱۱۵	رضاء بالقضاء	۱۲۲
ہمسایوں سے ملنے کی شرائط	۱۱۵	مسلمانوں کی تکلیف پر صدمہ	۱۲۳
شکوک کا علاج	۱۱۶	مسلمانوں کی خوشحالی پر خوشی	۱۲۳
سائل کے ساتھ معاملہ	۱۱۶	انکساری	۱۲۳
بیٹی سے معاملہ	۱۱۶	محاسبہ کا خوف	۱۲۳
لباس کے متعلق ارشاد	۱۱۷	گنہگار اور کافر کی مثال	۱۲۴
برائی کا جواب	۱۱۷	پابندی اصول	۱۲۴
بلا اختیار آواز نکلنا	۱۱۷	تکلف سے نفرت	۱۲۵
بچہ کا رونا اور تہجد	۱۱۸	حضرت سے تعلق کا اثر	۱۲۵
حضرت بڑی پیرانی صاحبہ کی نوازش	۱۱۸	محبت	۱۲۶
باب ۱۲	۱۱۹	دل کی فراغت	۱۲۶
ملفوظات وارشادات	۱۱۹	قرآن کریم کا ادب	۱۲۶
دوسروں کا خیال	۱۱۹	شرعی حکم کا لحاظ نہ رکھنے والا پیر اور مریدنی	۱۲۶

عنوان	نمبر	عنوان	نمبر
ملازموں کی رعایت	۱۲۷	فضول ہوس	۱۳۳
عجز	۱۲۷	حکایت	۱۳۴
نعمت کی قدر	۱۲۷	عاشق بن جاؤ	۱۳۵
مویشیوں کی رعایت	۱۲۷	پابندی اصول اور انضباط اوقات	۱۳۵
نوکروں سے سلوک	۱۲۷	حالتِ عذر کا عمل	۱۳۵
دوسرے کا نفع	۱۲۸	فتویٰ اور تقویٰ	۱۳۶
مسلمانوں کی خیر خواہی	۱۲۸	حفظِ مراتب	۱۳۶
بدکلامی سے اجتناب	۱۲۸	زحمتِ انتظار	۱۳۶
ذِلّت	۱۲۸	قاعدہ کلیہ	۱۳۶
آسان پہلو اختیار کرو	۱۲۸	پس انداز کرنا	۱۳۷
خود پسندی	۱۲۹	علماء کا احترام	۱۳۷
سید سلیمان ندویؒ کو نصیحت	۱۲۹	رخصت پر عمل	۱۳۷
طبیعت، عقل اور شریعت	۱۲۹	صحبتِ شیخ	۱۳۷
نعمتوں کی قدر	۱۲۹	کافر کی تحریر اور اللہ والے کی تحریر	۱۳۸
رحمتِ انتظار	۱۲۹	بخشش کا عمل	۱۳۸
فراغتِ قلب	۱۳۰	ایمان اور اسلام۔	۱۳۸
بے تکلفی	۱۳۰	شیخ جیلانیؒ کا ارشاد	۱۳۹
معاملات کی صفائی	۱۳۰	آدمی کا مقصد	۱۳۹
راحت و آسانی	۱۳۰	ضابطۂ زندگی	۱۳۹
تواضع	۱۳۱	مراقبہ حاکم و حکیم	۱۴۰
عالم و جاہل	۱۳۱	دکانِ معرفت	۱۴۱
نکتہ	۱۳۱	سلف و خلف	۱۴۱
کیفیات و مشاہدات	۱۳۱	حکمت	۱۴۲

عنوان	نمبر	عنوان	نمبر
طریق کا حاصل	۱۴۳	علم کی برکت	۱۴۸
خواہ مخواہ مشقت میں نہ پڑو	۱۴۳	ارشاد حضرت حاجی صاحبؒ	۱۴۹
جنت کی درخواست	۱۴۴	ارشاد مفتی محمد شفیع صاحبؒ	۱۴۹
اعزاء واحباب	۱۴۴	علم کا ادب	۱۴۹
عافیت کی دعاء	۱۴۴	علم کا فتنہ	۱۴۹
مصیبت کو ہلکا کرنے کی تدابیر	۱۴۴	کرامت	۱۴۹
الوہیت وعبودیت	۱۴۴	کام کرنے سے راستہ ملتا ہے	۱۴۹
عبادت	۱۴۵	تواضع	۱۵۰
دل کا آپریشن	۱۴۵	مال	۱۵۰
مجددِ وقت	۱۴۵	جمعیتِ قلب کا اہتمام	۱۵۰
طاعت جتلانا	۱۴۵	اعتقاد اور احتیاط	۱۵۱
مال کی قدر	۱۴۵	خطراتِ منکرہ	۱۵۱
استغفار	۱۴۶	مشاہدۂ جمال حق	۱۵۱
حق تعالیٰ تک پہلے پہنچنے کا راستہ	۱۴۶	محبت پیدا کرنے کا طریقہ	۱۵۱
سب کو خوش کرنا مشکل ہے	۱۴۶	قلب کا اثر	۱۵۱
کسی عمل کو حقیر نہ سمجھو	۱۴۶	صحبت کا کم از کم اثر	۱۵۲
ندامت وپریشانی	۱۴۶	رات کی التجاء	۱۵۲
قضاء نمازیں اور تہجد	۱۴۶	اصل مقصود	۱۵۲
گھر میں جانے کا ادب	۱۴۷	دردِ مسلم	۱۵۲
کامل بننے کا طریقہ	۱۴۷	حضرت کے مواعظ وملفوظات	۱۵۳
حاصلِ تصوّف	۱۴۸	نظر	۱۵۳
تنگی معاش	۱۴۸	ترکوں کی شکست کا شدید صدمہ	۱۵۳
امام غزالیؒ	۱۴۸	مفتریوں سے مروت	۱۵۴

عنوان	نمبر
تعلیم انسانیت	۱۵۴
ترجیح الراجح	۱۵۵
دیہاتی کا قصہ	۱۵۵
حفظ مراتب	۱۵۵
اثر پذیری	۱۵۶
اصلاح کی فکر	۱۵۷
حاصلِ طریق	۱۵۷
حکایت	۱۵۷
رضا اور اَلم	۱۵۸
طاعات اور تقاضائے معصیت	۱۵۸
علم اور عمل	۱۵۸
غیر اختیاری خیالات	۱۵۹
ضروری مراقبہ	۱۵۹
مراقبہ سفر آخرت	۱۵۹
رضائے حق	۱۵۹
دو چیزیں۔	۱۶۰
متعلقین پر سختی	۱۶۰
تدوین ضوابط	۱۶۰
بلا اجازت اہل خانہ تبرک کی تقسیم میں مفاسد	۱۶۰
بڑا مجاہدہ	۱۶۱
شیخ و ولی کہنا	۱۶۱
رسول و نبی	۱۶۱

عنوان	نمبر
ناشکری کا سبب	۱۶۱
شریعت کا خلاصہ	۱۶۱
تسلیم	۱۶۲
اسلام کی جامعیت	۱۶۲
فریب نفسی	۱۶۲
ذکر خفی	۱۶۲
ذکرِ میں نیند	۱۶۳
نفس کشی کا معنی	۱۶۳
عبادت کی حقیقت	۱۶۳
مسلمانوں کی خیر خواہی	۱۶۳
حجاج کا فرمان	۱۶۴
تاریخ اسلام	۱۶۴
سوال میں جواب	۱۶۵
اصل کرامت	۱۶۵
قرآن بھولنے پر وعید	۱۶۵
زوجین میں عدل	۱۶۵
فضول سوال	۱۶۶
موقعِ امتحان	۱۶۶
اشرافِ نفس	۱۶۶
سمجھنے کی باتیں	۱۶۷
عبادت بدنی کا ایصال ثواب بہتر ہے	۱۶۸
کون سی امید معتبر ہے	۱۶۸
شکر اور کبر	۱۶۹

عنوان	نمبر	عنوان	نمبر
اہل حق لرزاں وترساں رہتے ہیں	۱۶۹	دین ودنیا	۱۷۴
حضرت علیؓ کی دانائی	۱۶۹	نفس کا علاج	۱۷۴
عید کا مصافحہ	۱۷۰	اللہ کا ایک خاص انعام	۱۷۴
حضور اقدس ﷺ کی شان	۱۷۰	ایک عجیب خیال	۱۷۴
لعنتِ یزید کا مسئلہ	۱۷۰	عجیب سبب	۱۷۵
امور طبعیہ اور اختیاریہ	۱۷۰	عجیب ہدیہ	۱۷۵
دو بڑی نعمتیں	۱۷۱	حضرت کی عجیب شفقت	۱۷۵
عدم علم	۱۷۱	ہدیہ لینے کا اصول	۱۷۵
بے تکلفی	۱۷۱	عجیب جواب	۱۷۶
طاعت کرکے بھی ڈرو	۱۷۱	حرام نوکری	۱۷۶
صاحبِ کیفیت کا معاملہ	۱۷۲	عجیب مکالمہ	۱۷۶
تقویٰ کا اعلیٰ معیار	۱۷۲	مجنون سے ہدیہ لینا	۱۷۶
سنت کا اہتمام	۱۷۲	تحنیک	۱۷۶
تقوی کا اثر	۱۷۲	جن مواقع میں سلام ممنوع ہے	۱۷۷
حاجی صاحبؒ کا عشق خدا	۱۷۲	داڑھی منڈوں کو سلام	۱۷۷
طریقت کی رشوت	۱۷۲	کام اور علاج	۱۷۷
مصروف آدمی کیلئے نصیحت	۱۷۳	تصور شیخ	۱۷۷
حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد	۱۷۳	عہدہ اور محبوبیت	۱۷۷
طلب ہی مطلوب ہے	۱۷۳	جاہلوں کا علاج	۱۷۸
نماز مقبول ہونے کی علامت	۱۷۳	آیت کا لطیف مفہوم	۱۷۸
طاعت کی جزاء	۱۷۳	شعر کی تشریح	۱۷۸
اعمال کا مغز	۱۷۴	دعاء	۱۷۸
تکرارِ عمل	۱۷۴	حُب جاہ کا مرض	۱۷۹

عنوان	نمبر	عنوان	نمبر
عارف وغیر عارف کا فرق	۱۷۹	غور نا مناسب ہے	۱۸۳
بدعت اذان	۱۷۹	تصوف کا بگڑنا	۱۸۳
احکام دان اور عربی دان	۱۷۹	حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا کمال	۱۸۴
طاعون میں موت	۱۷۹	حضرت ابو طالب	۱۸۴
قبر پر قرآن پڑھنا	۱۸۰	حضرت علیؓ کو مشکل کشا کہنا	۱۸۴
زیارتِ قبور کا قصد	۱۸۰	وقت کی اہمیت	۱۸۴
خلوت وجلوت	۱۸۰	ایک ایک لمحہ کی اہمیت	۱۸۵
وساوس	۱۸۰	مُردوں کی تمنا	۱۸۵
سفر عشق	۱۸۰	فضول جھگڑے بے فکروں کا کام ہے	۱۸۶
تکبر	۱۸۰	ہر سوال کا جواب ضروری نہیں	۱۸۶
عالمگیر کی نکتہ گیری	۱۸۱	طلب مقصود ہے نہ کہ وصول	۱۸۶
عالمگیرؒ صاحب نسبت تھے	۱۸۱	صحابہؓ کا رنگ	۱۸۶
شر و آفت	۱۸۱	ایک بزرگ کا واقعہ	۱۸۷
عالمگیر کا ادب اور خادم کی سمجھ	۱۸۱	اپنے نفس پر تشدد	۱۸۷
مجلس شیخ کا ادب	۱۸۲	محبت	۱۸۷
ذکاءِ حس	۱۸۲	حضور ﷺ کی محبت	۱۸۷
حضرت مدنیؒ	۱۸۲	ایک اہم ادب	۱۸۷
تلاوت کا جامع ادب	۱۸۲	ناراضگی بھی توجہ ہی کی ایک قسم ہے	۱۸۸
بڑا بننے کا طریقہ	۱۸۲	قریب والوں کا معتقد ہونا	۱۸۸
سفید جھوٹ	۱۸۲	زیادہ معتبر ہے	۱۸۸
صوفی کی حقیقت	۱۸۳	چھوٹا کام اور بڑا کام	۱۸۸
عذاب ابدی اور رحمتِ حق	۱۸۳	بڑی تنخواہیں	۱۸۸
وہ علوم جن میں زیادہ		توجہ تام	۱۸۹

عنوان	نمبر	عنوان	نمبر
امراض روحانی کے معالج	۱۸۹	انتظام کی رعایت	۱۹۵
ایک عذرِ لنگ	۱۸۹	شب برأت کا حلوہ	
عجیب قصہ	۱۸۹	اور برادری کا کھانا	۱۹۵
اپنے ملفوظ خود لکھنے والے مولانا	۱۹۰	موذی آدمی	۱۹۶
غیبت گناہ سے کیوں اَشَد ہے	۱۹۱	جو جتنا زیادہ محبوب اس میں	
طرفداروں کی مہربانیاں	۱۹۱	اتنا زیادہ خوف	۱۹۶
تصرف	۱۹۱	پیر مرید کی حالت کا آئینہ ہے	۱۹۶
جائز اور ناجائز محبت	۱۹۱	حالتِ استغراق	۱۹۶
قابلِ افسوس شخص	۱۹۱	اہل اللہ کی معیت	۱۹۶
کھانہ نہ دینے کی بات	۱۹۲	شراب سے نفع جائز نہیں	۱۹۶
دین کی حاجت والے	۱۹۲	تقیہ	۱۹۷
مصلحت	۱۹۲	روح کا آنا	۱۹۷
عبد کا کام	۱۹۲	ڈاکو	۱۹۷
پنشن کی حقیقت	۱۹۲	فنائے علمی	۱۹۷
واپس کیے ہوئے ہدیئے کی طلب	۱۹۳	دوام	۱۹۷
تکبر بصورتِ تواضع	۱۹۳	حق تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ	۱۹۷
ایک حکیم صاحب کا قصہ	۱۹۳	مولانا محمد حسن امرتسریؒ کی محبت	۱۹۷
نفس پر آرہ چلانا	۱۹۳	قواعد کا مقصد	۱۹۸
فانی فے الحق کی حالت	۱۹۴	جماعت اور ماحول	۱۹۸
ذکر اللہ کے لئے ابتداءً		اپنی فکر کرو	۱۹۸
نیت کی ضرورت ہے	۱۹۴	ایک بدّو کی حکایت	۱۹۹
ذکر اللہ کا مزہ	۱۹۴	صحابہؓ سے محبت	۱۹۹
اعتقاد میں غلو	۱۹۴	آنحضرت ﷺ سے محبت	۱۹۹

عنوان	نمبر
پیر کے نام کا وظیفہ	۲۰۰
جاہل پیر	۲۰۰
شریعت میں تحریف	۲۰۰
مسلمانوں کی خیر خواہی	۲۰۱
شجرۂ بے ثمرہ	۲۰۱
جوابِ خط	۲۰۱
حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی تواضع	۲۰۲
عجیب	۲۰۲
راحت طلبی	۲۰۲
طالب علم کی شان	۲۰۳
اصل معیار	۲۰۳
حق کی طاقت	۲۰۳
امام ابوحنیفہؒ کا عہدۂ قضاء قبول نہ کرنا	۲۰۳
اہل اللہ کی کشش	۲۰۴
گرم مزاج	۲۰۴
اللہ کی غلامی	۲۰۴
قبولیت دعاء کی صورتیں	۲۰۴
حضرت گنگوہی کی شان	۲۰۵
قلبی لگاؤ	۲۰۵
مال کی قدر اور مال سے بچاؤ	۲۰۵
نعمت کی قدر	۲۰۵
کمالِ عبدیت	۲۰۶

عنوان	نمبر
باب ۱۳	۲۰۷
دو ماہ قیام کی اجازت کے سلسلہ میں	
حضرت کی عجیب وغریب تعلیمات	۲۰۷
حرف آخر	۲۰۹
حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	۲۱۰
دین کیا ہے	۲۱۱
متروک الدنیا نہ بنو	۲۱۱
وقت ضائع نہ کرو	۲۱۱
اپنی نبیڑ تو	۲۱۲
دِین کی لذت	۲۱۲
طالبِ دنیا اور طالبِ حق	۲۱۲
سب غموں کا ایک غم	۲۱۲
ایک اصول	۲۱۳
دین پر عمل کا طریقہ	۲۱۳
دوسروں پر نہ ہنسو	۲۱۳
قہر الٰہی	۲۱۳
کام کی لگن	۲۱۳
ایک منٹ کا ضائع ہونا گوارا نہیں	۲۱۳
اپنی کمتری	۲۱۴
حُسن ظن وحُسنِ تربیت	۲۱۴
شریعت اصل ہے	۲۱۴
آسان زندگی کا اصول	۲۱۴
اللہ کے فضل کے بغیر کچھ نہیں	۲۱۴

عنوان	نمبر	عنوان	نمبر
نالائق اولاد	۲۱۴	مسلمان کو ایذاء۔ دین نہیں	۲۱۹
اسلاف کی خوبی	۲۱۵	زائد از کار باتیں	۲۱۹
دَور کا تقاضا	۲۱۵	تربیت	۲۱۹
پردہ اور پردہ دری	۲۱۵	مسافر امام کے پیچھے مقیم مقتدی کی قرأت	۲۱۹
طبیعت کی حساسیت	۲۱۵	قدرت کے کرشمے	۲۲۰
نئی روشنی کی تاریکی	۲۱۵	دعاء میں تصنع نہ ہو	۲۲۰
نیند! بہت بڑی نعمت	۲۱۵	بدعتی کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا	۲۲۰
حزب البحر	۲۱۶	آنحضرت ﷺ کی شان	۲۲۰
دشمن سے مقابلہ کی شرط	۲۱۶	دار العلوم کا حال	۲۲۱
ملت کا غم	۲۱۶	حضرت نانوتویؒ کی انکساری	۲۲۱
ذکر میں لذت	۲۱۶	لطیفہ	۲۲۱
دین کی خدمت انعام ہے	۲۱۶	عیسائیوں سے مناظرہ	۲۲۱
عجیب جواب	۲۱۷	حضرت حکیم الامت کی تواضع	۲۲۲
راحت	۲۱۷	دوام فی الذکر واتباع سنت	۲۲۲
اِفلاس	۲۱۷	دعاء کا موقع	۲۲۳
سالک کی شان	۲۱۷	دین	۲۲۳
رعایت اور بے غیرتی	۲۱۷	کسی کی پرواہ نہ کرو	۲۲۳
تعلق باللہ	۲۱۸	کسبِ دنیا اور حُبِّ دنیا	۲۲۳
توکل	۲۱۸	پابندیٔ اصول اور انضباط اصول	۲۲۳
اعتقاد کو حال بناؤ	۲۱۸	بوڑھوں سے احتیاط	۲۲۴
کوتاہی کا سبب	۲۱۸	حضرت کی فراست	۲۲۴
دعاء	۲۱۸	دعاء افضل ہے یا تفویض	۲۲۵
علم اور صُحبت	۲۱۸	ایک سب انسپکٹر صاحب کے	۲۲۵

عنوان	نمبر	عنوان	نمبر
سوال کا جواب		ضوابطِ بیعت	۲۳۴
قناعت پسند علماء	۲۲۵	ارشاد کی بے وقعتی	۲۳۴
رقم وصول کرنے میں احتیاط	۲۲۶	مقاصد بیعت	۲۳۵
ایک ہندو رئیس کا جواب	۲۲۶	بے نتیجہ بیعت	۲۳۶
کرامات	۲۲۷	حفظِ حقوق	۲۳۷
سلب ایمان	۲۲۷	فنائے نفس	۲۳۷
موت کے وقت شیخ کی زیارت	۲۲۸	حضرت کی محبت دلسوزی اور خیر خواہی	۲۳۸
خشوع	۲۲۸	بیان مفتی محمد شفیع صاحب	۲۳۹
کتب دینیہ کی تعلیم پر اُجرت	۲۲۸	مہتمم خانقاہ امدادیہ کی عالی حوصلگی	۲۴۱
عذابِ ابدی اور رحمتِ حق	۲۲۸	حضرت کو کھانے پر دعوت	۲۴۱
جواب کا مقصد	۲۲۹	خاندانِ اشرفیہ	۲۴۲
مباشرتِ اسباب	۲۳۰	حضرت کا سفر	۲۴۳
کرامت کا درجہ	۲۳۰	تربیت میں سنت کا رنگ	۲۴۴
اخلاق رکھنا اور جانتا	۲۳۰	قبولِ دعوت کا طریقہ	۲۴۴
بیعت میں تاخیر	۲۳۰	حسن معاشرت بالخادم	۲۴۵
باب ۱۴	۲۳۱	دنیاوی راحت	۲۴۵
حضرت کی اور حضرت کے خاندان	۲۳۲	ہمہ جہت اصلاح	۲۴۶
کی انوکھی شان		مولانا محمد نبیہ صاحب کا واقعہ	۲۴۶
حضرت کی وصیت	۲۳۲	**باب ۱۵**	۲۴۷
فضول رسمیں	۲۳۲	حضرتؒ کے وصال کے بعد	۲۴۸
ہمشیرہ صاحبہ کے انتقال کا واقعہ	۲۳۲	میرا اصلاحی تعلق	
بیعت میں حضرت کا طریقہ	۲۳۳	میرے محسن	۲۴۸
بیعت کی روح	۲۳۴	میری تعلیم کے ذمہ دار	۲۴۸

عنوان	نمبر	عنوان	نمبر
میرا خط بخدمت خواجہ صاحب	۲۴۸	مسلمانوں میں تفریق سے	۲۵۶
حضرت خواجہ صاحبؒ کا جواب	۲۴۸	مفتی صاحب کا رنجیدہ ہونا	
عمر بھر کیلئے دستور العمل	۲۴۹	حضرت مفتی صاحبؒ کی تواضع	۲۵۷
تکمیل نسبت کے لئے دعائے خاص	۲۵۰	بنکوں کے سود کے متعلق شرعی حکم	۲۵۸
درخواست تعلیم	۲۵۰	حضرت مفتی صاحبؒ کو خیر المدارس کی فکر	۲۵۸
حضرت مفتی صاحبؒ کی	۲۵۱	ارشادات حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ	۲۵۸
خدمت میں درخواست تعلیم		سفرِ حج سے واپسی پر حضرت کی شفقت	۲۵۹
دامن اشرف کے عطاء ہونے	۲۵۲	حضرت کا قلبی لگاؤ	۲۵۹
پر اظہار تشکر		ہمارے غریب خانہ پر تشریف آوری	۲۵۹
نظریاتی اختلاف رکھنے والوں	۲۵۳	حضرت حکیم اسلام کی دعوت	۲۵۹
کے متعلق حضرتؒ کا طرز عمل		پیرانی صاحبہ کی تشریف آوری کی اطلاع	۲۵۹
حضرت مفتی اعظمؒ پاکستان	۲۵۴	ہمارے آرام کی فکر	۲۶۰
سے استفادہ		والا نامہ جات حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ	۲۶۰
قضاء نمازوں کا مسئلہ	۲۵۵	ارضِ پنجاب	۲۶۰
گرامی نامہ حضرت	۲۵۵	استنجاء سے بچا ہوا پانی	۲۶۱
حضرت مفتی صاحبؒ		افواہ سے کچھ نہیں ہوتا	۲۶۱
میرا خط	۲۵۵	مال مشتبہ سے احتیاط	۲۶۱
جواب حضرت مفتی صاحب	۲۵۶	حسن تربیت کا سنہری اصول	۲۶۱
سرکاری ملازمت میں	۲۵۶	مقتدایان دین کے لئے اصول شرعی	۲۶۲
رخصت کا شرعی حکم		مسجد میں جمعہ کا افتتاح	۲۶۲
حضرت مفتی صاحبؒ کی عجیب شفقت	۲۵۶	تذکرہ مولانا شبیر علی صاحبؒ	۲۶۳

عنوان	نمبر
حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحئیؒ کی خدمت میں درخواست تعلیم	۲۶۴
حضرت ڈاکٹر صاحب کے مکتوبات	۲۶۴
حضرت کا مکتوب	۲۶۶
نقل خط حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالیٰ	۲۷۰
نقل خط حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالیٰ	۲۷۰
نقل خط ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالیٰ	۲۷۰
گرامی نامہ حضرت ڈاکٹر صاحب	۲۷۱
گرامی نامہ حضرت ڈاکٹر صاحب	۲۷۲
جواب حضرت ڈاکٹر صاحب	۲۷۳
گرامی نامہ حضرت ڈاکٹر صاحب	۲۷۳
گرامی نامہ حضرت ڈاکٹر صاحب	۲۷۴
گرامی نامہ حضرت ڈاکٹر صاحب	۲۷۴
جواب حضرت ڈاکٹر صاحب	۲۷۴
جواب حضرت ڈاکٹر صاحب	۲۷۵
جواب حضرت ڈاکٹر صاحب	۲۷۵
جواب حضرت ڈاکٹر صاحب	۲۷۶
حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ کی خدمت میں ایک خط اور اس کا جواب	۲۷۷
مجدد الملت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی	۲۷۸

عنوان	نمبر
(ہردوئی، بھارت) کو اس ناکارہ کی دعوت!	۲۸۰
حضرت مفتی رشید احمد صاحب کے دو گرامی نامے	۲۸۱
باب ۱۶	۲۸۲
وصیت	۲۸۲
باب ۱۷	۲۸۵
مرض الوفات...... انتقال پُر ملال	۲۸۵
باب ۱۸	۲۹۲
تعزیتی پیغامات	۲۹۲
عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب عارفی دامت برکاتہ عزیزم سلمہم اللہ،	۲۹۲
تعزیت نامہ از حضرت الحاج ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مدظلہم	۲۹۲
تعزیت نامہ از حضرت الحاج ماسٹر منظور محمد صاحب مدظلہم	۲۹۳
خطبہ وطریقۂ اخذ بیعت	۲۹۵
فہرست خلفائے مجازین	۲۹۶

نقش آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم...... اما بعد

احقر محمد شریف (ریٹائرڈ انگلش ٹیچر کنٹونمنٹ بورڈ ہائی سکول ملتان چھاؤنی) عرض گزار ہے کہ قارئین کرام کے سامنے بلاتکلف وتصنع یہ بات واضح کردوں کہ میرے ذاتی احوال کچھ ایسے نہیں ہیں جنہیں منظر عام پر لایا جائے۔

من آنم کہ من دانم

اس لئے دراصل تو حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے مبارک مکتوبات و ارشادات کو ہی زیب قرطاس کرنا ہے جو واقعی اس قابل ہیں کہ انہیں منظر عام پر لایا جائے اور اس سے ہر عام وخاص مستفیض ہو سکے گو یہ مکتوبات میرے خصوصی احوال اور میرے ہی نام ان کے جوابات ہیں لیکن حضرت حکیم الامتؒ کی نسبت نے ان کے حسن وخوبی اور افادیت کو دوچند کر دیا ہے۔ اس لئے دل چاہتا ہے کہ یہ امانت میں اپنے ہی پاس نہ رکھے رہوں بلکہ اسے امت کے سامنے پیش کردوں تاکہ سالکین راہ کے لئے نمونہ عمل بن سکیں اور سچ تو یہ ہے کہ ان مکتوبات کی اشاعت سے مدعا یہ ہے کہ۔

ع ما زسیدیم شاید کہ تو بری

کسی طالب حق کو راہ حق مل جائے اور میری بھی نجات کا ذریعہ بن جائے...... میرے احوال صرف اسی درجہ کے ہوں گے کہ ہر پڑھنے والے کو یہ اندازہ ہو کہ فلاں شخص کے نام یہ خطوط مبارکہ لکھے گئے ہیں اور ان کی روایت کرنے والا فلاں شخص ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ چند خطوط مجھے محض بفضل ایزدی مل گئے۔ ورنہ جو ان کی حقیقی قیمت ہے اور ان کی قدر ومنزلت کا جو تقاضا ہے وہ نہ میں پہلے ادا کر سکتا تھا نہ اب ہی میرے اندر اتنی سکت ہے۔ بس اب تو صرف ماضی کی یاد ہے جو آ کر ستاتی ہے دل کروٹیں بدلتا ہے مگر اب کچھ ہو نہیں پاتا

ے پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑا رہوں
سر زیر بار منت درباں کئے ہوئے

باب ۱

خاندانی حالات

والد گرامی

میرے والد گرامی کا نام نامی جناب منشی نظام الدّین صاحب (مرحوم ومغفور) تھا۔ ان کا پیشہ پٹوار تھا۔ علاقہ بھر میں اپنے اوصاف جمیلہ اور اخلاق عالیہ کی بدولت شریف پٹواری مشہور تھے۔ ۱۹۲۴ء میں رحلت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے اور ان کو اپنے قرب خاص سے نوازے۔

پیدائش

میری تاریخ پیدائش کاغذات سے تو ۱۰ دسمبر ۱۹۰۴ معلوم ہوتی ہے تاہم میرے بڑے بھائی صاحب (مرحوم) فرمایا کرتے تھے کہ درحقیقت میری تاریخ پیدائش یکم ستمبر ۱۹۰۱ء ہے۔ ہندوستان کے ایک گاؤں مہندی پور ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوا۔

تعلیم

پرائمری کی ابتدائی تعلیم تو میں نے ضلع فیصل آباد میں حاصل کی بعد ازاں مہندی پور سے چار میل کے فاصلہ پر واقع قصبہ مکیریاں میں سلسلہ تعلیم شروع ہوا۔ اس قصبہ میں اینگلو سنسکرت مشہور ہائی سکول تھا۔ آٹھویں جماعت میں نے اسی آریہ سکول سے پاس کی۔

قدرت کی دستگیری

یہاں کے غیر مسلم آریہ لوگوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح مجھے اپنا ہم مذہب بنا لیں، اور اسلام سے دور کرنے کے بہت جتن کئے گو میری شکل وصورت، کھانا، لباس، پگڑی کی بندش اور ظاہری بود و باش ہندوانہ تھی۔ لیکن دل قادر مطلق کے قبضہ میں ہے، اس نے دستگیری کی اور کفر کی تاریکیوں میں ایمان کی چنگاری دل میں ایمان کو حرارت بخشتی رہی۔ اس طرح دل کے اندر ایمان کو اللہ تعالیٰ نے بچائے رکھا اور اس کی ظاہری علامت یہ بھی تھی کہ اسلام پر آریہ لوگ معترض ہوتے تو دل ہی دل میں ان پر ازحد غصہ آتا۔

بہرکیف یہ ہندوستان کے مجموعی حالات تھے مجھے تعلیم بھی حاصل کرنا تھی اور میرے لئے تعلیم جاری رکھنا اسی صورت میں ممکن تھا کہ اس اسکول میں پڑھتا رہوں......

میٹرک

یہاں آٹھ جماعت پاس کرنے کے بعد میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر سے ۱۹۲۱ء میں پاس کیا۔

جالندھر ہائی اسکول میں میرا شمار ہونہار اور مستعد طلباء میں ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ فٹ بال فرسٹ الیون کا کھلاڑی بھی تھا۔

ملازمت

میرے دسویں جماعت پاس کرنے کے دوران ہی والد محترم ملازمت سے ریٹائرڈ ہو چکے تھے۔ بھائی بھی کچھ کشادہ دست واقع نہ ہوئے۔ اس لئے انہوں نے مجھے آئندہ تعلیم دلوانے سے عذر فرما دیا اور میں چارو ناچار کمیریاں اینگلو سنسکرت ہائی سکول میں ملازم ہوگیا۔

یہاں پھر سابقہ احوال کا سامنا ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت بھرپور طریقہ سے شامل حال رہی اور میں اپنے ایمان کو بچانے میں کامیاب رہا۔

ترقی

دو سال کا عرصہ یہاں ریاضی کا ٹیچر رہا۔ حصول علم کا شوق ابھی پورا نہ ہوا تھا۔ یہاں کچھ حالات سدھرے تو میں نے جے اے وی کلاس (اسلامیہ کالج لاہور) میں داخلہ لے لیا۔ قدرت نے دستگیری فرمائی اور جے اے وی کلاس میں اول آیا اور نتیجہ نکلنے سے پہلے ہی ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول امبوٹہ ضلع ہوشیار پور میں بطور انگریزی ٹیچر تعینات ہوگیا۔

تبادلہ

سوا دو سال بعد میرا تبادلہ ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول میانی افغاناں ضلع ہوشیار پور میں ہو گیا۔ زندگی جس قسم کے تہذیبی مراحل سے گذر رہی تھی اسی کے مطابق ٹائی لگا کر اور بوٹ پہن کر چارج لیا فکر فردا سے بے نیاز غفلت و لاپرواہی زندگی کا لازمہ بنی ہوئی تھی۔ گو میرا اختیار کردہ راستہ جو میرا اپنا پسند کردہ تھا، غلط تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پایاں کرم و احسان کی بدولت مقدر درست کئے تھے اگرچہ ایک جگہ سے دل مانوس ہو جانے کے بعد ملازمت کے سلسلہ میں

تبادلہ مکانی مشکلات اور پریشانی کا باعث بنتا ہے لیکن میرے اس جسمانی و مکانی تبادلہ سے کہیں زیادہ روحانی تبادلہ ہونا قدرت کو منظور تھا۔

حضرت مولانا شیر محمد صاحب

چنانچہ یہاں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا شیر محمد صاحب (مرحوم و مغفور) جو زہد و تقوی کی ایک عجیب شان رکھتے تھے، موجود تھے ان کے ساتھ کچھ راہ و رسم پیدا ہوئے۔ بڑھتے بڑھتے تعلقات بڑھ گئے حکیم الامت حضرت اقدسؒ کی خدمت عالیہ میں میرا جانا کبھی نہیں ہوا تھا۔ تاہم معمولی درجہ میں خط و کتابت جاری تھی۔

مولانا شیر محمد صاحب (مرحوم) کی زندگی عجیب جنت نمونہ زندگی تھی۔ میں ایک نظر ان کے شب و روز پر ڈالتا اور ایک نگاہ اپنی طرف دیکھتا تو مجھے ان سے کوئی نسبت تو کجا اپنے سے وحشت ہونے لگتی اور دل ہی دل میں ان جیسی قابل غبطہ زندگی اپنانے کا ولولہ اٹھتا...... مگر یہ ایک لحہ میں کیسے ہو جاتا؟ کہاں ان کی پابند شریعت و طریقت زندگی اور کہاں میرے جیسا ایک انگریزی سکول کا آزاد منش معلم و مدرس لیکن دل کی نیک تمنائیں اپنے لئے راہ بھی خود تلاش کر لیتی ہیں۔ اپنے طور پر تو میں کیسا بھی تما تا ہم۔

جمال ہمنشیں در من اثر کرد

میرے بھی زندگی کے حالات بدلنا شروع ہو گئے۔ چنانچہ میں ابتداء میں شرم کی وجہ سے اور بعد میں خلوص سے پہلے تین وقت کا اور پھر پانچ وقت کا نمازی بن گیا۔

اہلیہ کی وفات

ایک سال بعد میری پہلی اہلیہ فروری ۲۹ء کو چیچک کے عارضہ میں راہی ملک عدم ہوئیں۔ (رحمۃ اللہ علیہا رحمۃ واسعۃ) یہ حادثہ میرے لئے بہت بڑا تھا۔ لیکن صبر و تحمل کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا تھا؟ بموجب حدیث کہ "موت سب سے بڑا واعظ ہے"۔ میرے دل میں اس حادثہ سے اور رقت پیدا ہو گئی اور زندگی کے حالات بدلنے کے لئے ایک داعیہ میں اضافہ ہوا اس حادثہ فاجعہ کے بعد مولانا شیر محمد صاحب مرحوم مجھے از راہ شفقت اپنے مکان ہی میں لے آئے چوبیس گھنٹے ان کی زندگی دیکھی تو میں بھی ساتھ ساتھ خود بخود کھنچا چلا گیا۔ اگرچہ اصلیت تو میرے اندر نام کو بھی نہ تھی، تاہم ان کی نقل اتارنے کی کوشش میں لگا رہتا۔

باب۲

آغازِ سفر

دربار اشرف میں پہلی حاضری:

اپریل ۲۹ء سکول میں موسم گرما کی تعطیلات ہوئیں، دل میں خیال آیا رفیقہ حیات تو داغ مفارقت دے گئی یہاں تنہائیوں میں اکیلے بیٹھنا بے سود ہوگا۔ چھٹیوں کے دن کاٹے نہیں کٹیں گے...... مولانا شیر محمد صاحب اپنے شیخ محترم کی زیارت کے لئے تھانہ بھون حاضری دینے جارہے ہیں، میں بھی تھانہ بھون دیکھ آؤں۔

حضرت حکیم الامت نظم وضبط کا بہت خیال فرماتے تھے۔ اس لئے وہاں اجازت لے کر جانا ہی مناسب تھا اجازت لینے کا طریقہ مولانا شیر محمد صاحبؒ سے معلوم ہو چکا تھا۔ میں نے قلم لیا اور حضرتؒ کی خدمت عالیہ میں عریضہ لکھ دیا کہ ''صرف زیارت مقصود ہے، مکاتبت اور مخاطبت نہیں کروں گا''۔ حضرت اقدسؒ نے جواب مرحمت فرمایا ''بسم اللہ آجایئے، آتے ہی یہ خط دکھلا دیجئے''

بہرحال اہلیہ کی موت حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچنے کا ذریعہ بن گئی...... آنے والے صفحات سے یہ واضح ہو سکے گا کہ یہ ظاہری رنج والم کس قدر میرے لئے دولت ونعمت لے کر آیا۔

دل کی دنیا

بہرکیف ہم تھانہ بھون پہنچ گئے...... خانقاہ میں قدم رکھنا تھا کہ وہاں کے ماحول کو دیکھتے ہی دل کی دنیا یکسر بدل گئی...... مجھے اپنی ساری سابقہ تہذیب ''تعذیب'' نظر آنے لگی۔

میں نے حضرتؒ کے حسب فرمان جاتے ہی خط دکھا دیا۔ ارشاد ہوا، بہت اچھا، بیٹھ جایئے، اور میں حضرتؒ کے قریب ہی خالی جگہ پر بیٹھ گیا۔ حضرتؒ کی ہر ادا دل کو بھاتی گئی۔

ایک ہفتہ حضرت اقدسؒ کے ارشادات، پند ونصائح اور ملفوظات عالیہ سنے اور وہ دل میں اترتے چلے گئے۔

اس ایک ہفتہ میں کچھ حاصل ہوا یا نہیں اس کا فیصلہ بھی حضرت ہی کی زبان مبارک

سے سنیئے کہ ایک صاحب نے دوسری دفعہ حاضری کے موقعہ پر مولانا شیر محمد مرحوم کو بتلایا کہ جب تم دونوں رخصت ہوئے تو حضرت اقدسؒ نے مجلس میں فرمایا ''یہ دو صاحب پنجاب سے آئے تھے ان کو نفع ہوا ہے''

واپسی اور مؤاخذہ

رخصت کے دن صبح مجھ سے کچھ مواخذہ بھی ہوا۔ وہ یہ کہ میں نے مدرسہ میں زکوٰۃ کی کچھ رقم دینا چاہی تو حضرت اقدسؒ نے ناراضگی سے فرمایا کہ ''تم کو مخاطبت کی اجازت نہ تھی، کیا یہ مخاطبت نہیں ہے؟ تم نے مخالفت کی، اٹھ جاؤ یہاں سے'' علماء حضرات سے مخاطب ہو کر فرمایا ''یہ صاحب سکول ماسٹر ہیں، جب مدوّر اور منور (چاندی کے پرانے سکے) ان کے پاس آجاتے ہیں تو اصول کی پابندی کی بھی انہیں پرواہ نہیں رہتی۔ چند لڑکے ان کا کہا ماننے والے ہوتے ہیں تو پھر یہ ٹرٹر کرنے لگتے ہیں۔''

پھر مجھ سے فرمایا ''افسوس تم نے جاتے وقت میرا دل مکدر کیا'' ظہر کے بعد رخصت چاہتے وقت میں نے ندامت سے معافی مانگی تو شفقت بھرے لہجے میں فرمایا ''میں نے کوئی مواخذہ تھوڑا ہی کیا ہے فی امان اللہ''

گو حضرت نے معاف فرما دیا تھا۔ لیکن ابھی طبیعت کو قرار نہ تھا۔ چنانچہ وطن واپس آکر میں نے بے قراری کے لہجہ میں پھر معافی کی درخواست کی تو تحریر فرمایا ''بحمد اللہ میرے تکدر کی عمر بہت قلیل ہوتی ہے۔ جلسہ کے برخواست کے ساتھ وہ تکدر مضمحل ہو جاتا ہے اور تھوڑی بہت معذرت کر لینے پر بالکل فناء ہی ہو جاتا ہے۔ اطمینان رکھیں''۔

بیعت کا ارادہ اور رکاوٹ

جون ۱۹۲۹ء میں موجودہ اہلیہ سلمہا سے میرا عقد نکاح ہوا۔ اس وقت اسکی عمر پندرہ، سولہ برس کی تھی اور میں اپنی زندگی کے اٹھائیس سال مکمل کرنے کو تھا۔ حضرت اقدسؒ سے تعلق بیعت پیدا کرنے کے لئے درخواست کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ وجہ ظاہر تھی کہ میں باریش نہ تھا۔ تو کس منہ سے اتنی بڑی چیز کی درخواست کرتا؟ داڑھی رکھنے کا ارادہ بھی کرتا تو شیطان دل میں یہ وسوسہ ڈالتا کہ تیری بیوی کیا خیال کرے گی کہ کس بوڑھے سے پالا پڑا میں نفس و شیطان کے ان وساوس سے مغلوب ہو جاتا...... گھر میں لفافے منگوا رکھے تھے اللہ کا فضل شامل حال ہوا چھٹی کا دن تھا،

مولانا شیر صاحب (مرحوم) اپنے گاؤں گئے ہوئے تھے۔ سکول کی ڈاک میں رسالہ ''المبلغ'' آیا۔ میں نے پڑھا تو اس میں میرے ہی حال کے مطابق مضمون تھا۔ حضرتؒ کے مضمون کا حاصل یہ تھا کہ بعض لوگ بزرگوں سے اپنا تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں مگر خیال کرتے ہیں کہ پہلے پاک صاف ہولیں پھر اپنے آپ کو سپرد کریں گے۔ حضرتؒ نے طریقت وسلوک کے اس بڑے ''سنگ راہ'' کو عجیب مثال سے سمجھایا تھا۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی کے ہاتھوں میں تو پاخانہ بھرا ہوا ہو اور دریا کے کنارے کھڑا ہوا یہ خیال کرے کہ پہلے ہاتھ پاک کرلوں پھر دریا میں ہاتھ ڈالوں۔ فرمایا، ہاتھ پاک کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ہاتھ دریا میں ڈال دیئے جائیں، پاک ہو جائیں گے اور دریا بھی پاک رہے گا۔ اس مضمون کا دل پر گہرا اثر ہوا۔ سارا مضمون ہی گویا میرے حال کے مطابق تھا۔

رکاوٹ کا دور ہونا

اسی روز نماز مغرب کے بعد اہلیہ کے پاس بیٹھا تھا، اپنا ماجرا سنایا اور پوچھا کہ...... ''خدا کی بندی مجھے بتا اگر میں داڑھی رکھ لوں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟''

اہلیہ بھی ماشاء اللہ بہت سمجھدار واقع ہوئیں۔ کہنے لگیں آپ یہ بتائیں کہ داڑھی منڈوانا ثواب ہے یا گناہ؟...... میں نے کہا منڈوانا سخت گناہ ہے اور رکھنا بہت بڑا ثواب۔

اہلیہ نے جواب دیا کہ آپ کا کیا خیال ہے کہ میں آپ کو یہ کہوں گی آپ گناہ کا کام کریں مجھے داڑھی منڈے اچھے نہیں لگے۔ آپ داڑھی رکھیں مجھے قطعاً کوئی اعتراض نہ ہوگا بلکہ خوشی ہوگی۔

بیعت کی درخواست

اب موانع مرتفع ہو گئے دل کو حوصلہ دے کر لفافے لئے اور رات ہی کو حضرت اقدسؒ کی خدمت میں تعلیم کے لئے درخواست لکھی۔

۸ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ کی شب تھی۔ میرا یہ چھٹا خط تھا جس کا مضمون یہ تھا ''حضرت والا! اس ناچیز کی زندگی کا بہترین حصہ دنیوی اور انگریزی تعلیم حاصل کرنے میں گذر گیا تقریباً چھ سال تک ایک آریہ سکول میں بھی پڑھتا پڑھاتا رہا۔ دینی تعلیم سے محروم رہا۔ تھوڑے عرصہ سے ایک نیک بندے کی صحبت میسر ہوئی ہے۔ اسی وقت سے حضرت والا کی مختلف تصانیف اور مواعظ کا

مطالعہ کر رہا ہوں۔ اللہ کے فضل سے روز بروز دینی شوق بڑھتا گیا، حرام اور حلال میں تمیز ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی دھن لگی۔ یوں تو یہ ناچیز عرصہ سے حضرت والا سے تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ ایک ہفتہ حضرت والا کی صحبت میں بھی رہ چکا ہے اور خطوط کے ذریعے حضرت والا سے ضروری مسائل بھی دریافت کرتا رہا ہے اور حضرت والا رہنمائی فرماتے رہے ہیں۔ لیکن باقاعدہ تعلیم کے لئے درخواست نہ کر سکا اور حضرت والا کی توجہ خاص سے محروم رہا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج عرض کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ یہ ناچیز بیعت کے لئے درخواست کرتا لیکن چونکہ شروع ہی میں حضرت والا اس چیز کو پسند نہیں فرماتے اس لئے یہ عرض کرنا خلاف ادب سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ادب وہی ہے جو حضرت پسند فرمائیں حضرت والا یہ ناچیز نہایت ہی نکما ہے۔ مگر توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے یہ ناچیز رضائے مولا حاصل کرنے سے محروم نہ رہے گا۔ حضرت والا! اس ناچیز کو تعلیم فرمائیں۔ میرا مقصود اس تعلیم سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنا ہے۔ اور حضرت والا سے اللہ تعالیٰ کے احکام دریافت کرنا ہے جن سے رضائے مولا حاصل ہوتی ہے۔

شیطان کا حملہ

فرط جذبات میں خط تو لکھ دیا۔ رات کا وقت تھا، سو گیا میرے سوتے ہی سارے یہ جذبات بھی سو گئے اور صبح تک سارا جوش و جذبہ کافور ہو گیا۔ نفس اپنے حملہ میں کامیاب رہا۔ صبح بیدار ہوا تو نفس نے پھر ''وعظ کہنا'' شروع کیا کہ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ داڑھی رکھنا پڑے گی۔ ایسی بھی کونسی مجبوری ہے عمر پڑی ہے پھر رکھ لینا۔ ٹھیک ہے یہ بہت محبوب سنت ہے۔ عملی کوتاہی ہے اللہ سے معافی مانگ لینا وغیرہ وغیرہ۔

الغرض نفس اپنی تدبیر میں کامیاب رہا اور میں نفس سے مغلوب ہو گیا میں نے خط کو لیٹر بکس میں ڈالنے کے بجائے گھر کے بکس (سوٹ کیس) میں رکھ دیا۔ وقت دھیرے دھیرے گذرتا گیا۔ گو خط حوالہ ڈاک نہ کر سکا تھا اور حضرتؒ کی خدمت عالیہ میں عریضہ نہ پہنچا مگر گھر میں پڑے خط کے مضمون اور قلب و دماغ کے درمیان ہلکا سا ربط ضرور باقی تھا۔ نفس و عقل کی کشاکش جاری تھی اسی دوران دس روز کے بعد حضرتؒ کے مواعظ کا ایک اور رسالہ بذریعہ ڈاک پہنچا۔ اس وعظ میں بھی ''خود سپردگی'' کے بارے میں ساحل دریا پر کھڑے ناپاک ہاتھوں والے آدمی کے قصہ کا تذکرہ تھا۔ جو اس انتظار میں تھا کہ اول ہاتھ پاک کروں پھر دریا میں ہاتھ ڈالوں۔

پہلا قدم

اسی مضمون کو پڑھا پھر پہلے کا سا جوش عود کر آیا۔ سوچا کہ نہ جانے پھر نفس کوئی نئی تدبیر کوئی نئی راہ دکھلا دے، سوٹ کیس سے لفافہ نکالا اور ۸ تاریخ کے ساتھ ایک کا ہندسہ بڑھا کر ۱۸ جمادی الثانیہ کر دیا اور لفافہ سپرد ڈاک کر دیا۔

گو خود سپردگی کا پہلا قدم تو اٹھ چکا تھا۔ تاہم ابھی دل کے اندر چور موجود تھا کہ حضرت کوئی پہلے ہی خط سے ماننے والے تھوڑا ہی ہیں۔ ابھی تو جانے کتنے اور عریضے تحریر کرنے ہوں گے۔

درخواست کی قبولیت

اتفاق یہ کہ چوتھے ہی روز عین اسی وقت جب میں داڑھی منڈوا رہا تھا حضرت اقدسؒ کی طرف سے جواب آ گیا۔ داڑھی منڈوا کر لفافہ کھولا اور حضرت اقدسؒ کا جواب پڑھا۔ عقل دنگ رہ گئی حیرانی ہوئی بے پایاں محبت کے جذبات موجزن تھے۔ حضرت اقدسؒ نے قبول فرمالیا تھا اور تحریر فرمایا ''جزاک اللہ، میں حاضر ہوں۔ رسالہ تبلیغ دین کا مطالعہ کر کے اس میں جو عیوب، نفس کے لکھے ہیں، ان میں سے ایک ایک کا علاج پوچھتے رہو اور مواعظ کے مطالعہ کی پابندی رکھو''۔

بیعت کا اثر

اس احسان عظیم کے آگے دل و نگاہ جھک گئے اور شرم آئی کہ تعلق پیدا نہ ہوتا تو اور بات تھی پیدا کر کے توڑنا تو غضب ڈھانا ہے۔ جس کا خسارہ ظاہر ہے کہ مجھے ہی ہوتا اور ''خسر الدنیا و الاخرۃ'' کا مصداق بنتا، لیکن اللہ کا فضل و کرم شامل حال ہوا، اور حضرت کی بے پناہ محبت نے ہر طرف سے گھیر لیا داڑھی جو کل تک رکھنا مشکل تھی آج وہ میرے لئے نہ صرف آسان ہو گئی بلکہ اس کے منڈوانے کا تصور تک نکل گیا۔ سچ ہے اطاعت بلا محبت نہیں ہوتی۔ جب سچی محبت دل میں جگہ پکڑ گئی تو اطاعت آسان ہو گئی میں داڑھی والا بن گیا اور حضرت کا ارشاد گرامی صحیح ثابت ہوا کہ ''جیسے بھی ہو اپنے آپ کو سپرد کر دو اسی طرح اصلاح ہو گی''

رسائی کے تین اسباب

یوں تو میرے دل میں اپنے ہر ایک استاد کا ادب و احترام تھا۔ خواہ وہ مسلمان تھے یا ہندو سکھ۔ لیکن میں کسی سے متاثر نہیں ہوا۔ کوئی بھی میری نگاہ میں اس طور سے نہیں سما سکا تھا کہ میں

اس کو زندگی کے ہر طور طریق پر اپناتا۔ البتہ مولانا شیر محمد صاحبؒ کے پاس رہنے سے ان کے شب وروز دیکھ کر ضرور متاثر ہوا۔ اسی کے ساتھ ساتھ پہلی اہلیہ کی موت اور موجودہ اہلیہ کی دینداری نے میری زندگی کا رخ موڑنے میں اہم کردار ادا کیا، اور یہی تین چیزیں حضرت اقدسؒ کی خدمت عالیہ میں پہنچنے کا ذریعہ بنیں اور اسی کی بدولت حضرتؒ کا دامن مبارک اور خانقاہ مبارک کا تعلق مل سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ رب العزت نے بن مانگے یہ نعمت عظمیٰ عطا فرمادی۔

ورنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

حضرت کی شانِ فنائیت

اس سوال کا جواب بھی عرض کیے دوں کہ حضرت کی زندگی کے کس پہلو نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا حیران وششدر ہوں کہ کیا لکھوں اور کیا نہ۔ حضرتؒ کی ہر ادا ہی عجیب وغریب تھی۔ ان کی ہر ادا دل ربا تھی۔ نگاہ ذوق میسر ہو تو دفتروں میں ان کی ادائیں حروف میں نہ سما سکیں۔ واقعی حضرتؒ عجیب وغریب شخصیت وانفرادیت کے حامل تھے۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا است
آنکہ می گویند کہ آں بہتر زحسن
یار ما ایں دارد و آں نیز ہم

لیکن بہت غور کرنے پر دل کو یہ بات لگتی ہے کہ حضرت اقدسؒ کی شان فنائیت نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا۔

اسی شان فناء کا کچھ نہ کچھ حصہ حضرتؒ کے ادنیٰ مرید میں ضرور جلوہ گر ہوگا، حالانکہ علم و فضل، عقل ودانش، ورع وتقویٰ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے لیکن بایں ہمہ شان فنائیت بھی بدرجہ اتم تھی۔ اسی شان فنائیت نے مجھے حضرت کا گرویدہ بنادیا۔

میرا گمان کہ دامن اشرف مجھے کیسے ملا؟

میرے والد صاحب بوڑھے تھے۔ ذیابیطس کے مریض تھے۔ ان کی چارپائی میرے کمرے میں تھی میری پہلی اہلیہ مرحومہ بھی اسی کمرے میں رہتی تھی۔ ہم دونوں کو والد صاحب کی خدمت کا بہت وقت ملا۔ مرض لمبا ہوا ہم خدمت میں لگے رہے آخیر میں یہ حالت ہوگئی کہ پاخانہ

پیشاب چار پائی پر ہوتا تھا۔ یہ خدمت میری اہلیہ مرحومہ کے سپرد تھی میں بھی اس کا ساتھ دیتا تھا۔ بار بار برتن میں پیشاب کرانا، پاخانے پھرانا، برتن اور ان پاخانہ والے کپڑوں کو دھونا اور سکھانا آسان کام نہ تھا۔ میں تو بیٹا تھا اہلیہ مرحومہ نے بھی کبھی کراہت محسوس نہ کی۔ یہ حالت بھی لمبی ہوئی۔ رات کو اہلیہ مرحومہ بھی پاؤں دباتی تھی میں بھی سارا جسم دباتا تھا۔ والد صاحب غنودگی میں چلے جاتے تھے۔ میں بلا اجازت بدن دبانا بند نہ کرتا تھا ہاتھوں میں خون آجاتا تھا چور ہو جاتے تھے مگر بدوں اجازت دبانا چھوڑتا نہ تھا۔ جب اتفاق سے غنودگی ختم ہوتی تو فرماتے، محمد شریف تو ابھی لگا ہوا ہے بس کر تو میں بس کرتا متعدد بار فرمایا میں بہت خوش نصیب ہوں میری اولاد کیسی اچھی ہے تم دونوں نے میری بہت خدمت کی ہے اللہ تمہیں اس کا صلہ دے گا۔

میں ہر روز صبح پوچھتا تھا۔ میاں جی ملازمت پر جاؤں۔ فرماتے جاؤ۔ انتقال کے دن صبح پوچھا مجھے پہچانا نہیں۔ میرے بھائی جان نے مجھے فرمایا۔ میاں جی کا آخری دن معلوم ہوتا ہے جاؤ ایک دن کی چھٹی لے آؤ اور بڑے بھائی کو فیصل آباد میں تار دے آؤ کہ فوراً آجائیں میں گیا، چھٹی لی بھائی صاحب کو تار دیا اور واپس گھر آیا۔ اس وقت والد صاحب کا آخری وقت تھا۔ بھائی جان ان کی بیوی اور میری پہلی بیوی مرحومہ چار پائی کے پاس کھڑے تھے۔ بھائی جان نے اونچی آواز سے پکارا میاں جی محمد شریف آیا ہے۔ اسے پیار دے دیں۔ دفعتہً والد صاحب کا ہاتھ اٹھا۔ میں نے فوراً اپنا سر والد صاحب کے نیچے گرا دیا۔ والد صاحب کا ہاتھ میرے سر پر تھا اور آخری سانس تھا۔ اکثر میرے دل میں آتا ہے کہ والد صاحب کی خدمت کے صلہ میں مجھے دامن اشرف کی دولت عطا فرمائی گئی ہے میں نے حضرتؒ کا کبھی نام بھی نہ سنا تھا اور خانقاہ امدادیہ اشرفیہ جانے کا کبھی خیال بھی نہ آیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ جب کسی کو کچھ دینا چاہیں تو ان کے کرم کو کون روک سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس عطا فرمودہ نعمت کی لاج رکھنے کی بھی توفیق عطا فرمادیں۔ اپنی حالت پر نظر کرتا ہوں تو ندامت میں ڈوب ڈوب جاتا ہوں۔ اس چشمہ فیض سے ایک دنیا سیراب ہوئی ان کی جوتیوں میں لوگوں کو موتی ملے اور اپنے دامن بھر لئے لیکن موتیوں کی قدر تو کوئی جوہری کوئی عالم پہچانے ایک جاہل ان کی قدر کیا جانے؟

عتاب کے بعد شفقت

جو حضرات اپنے کو بغرض اصلاح حضرت کے سپرد کر دیتے ان پر غلطی کی بناء پر ڈانٹ ڈپٹ ہوتی بھی تو اس عتاب کے بعد جس درجہ حضرتؒ شفقت فرماتے تھے اس کی کیفیت بھی وہی

لوگ جانتے ہیں جن پر یہ عتاب ہوتا تھا اور یہ عتاب بھی ہر کسی کے نصیب میں کہاں؟ یہ کلام حضرت خواجہ صاحب مجذوبؒ

؎ منع صد کرم ترا لطف بھرا عتاب تھا
سارے تعلقات کا وہ ہی تو فتح باب تھا

میری پہلی حاضری میں رخصت کے وقت مخاطبت پر حضرت اقدسؒ نے جو ''لطف بھرا عتاب'' فرمایا تھا شاید اسی کی بدولت اللہ نے آگے ''فتح یاب'' بھی فرمایا کہ حضرت توجہ خاص فرمانے لگے۔ تو ایسی سختی پر ہزاروں شفقتیں قربان۔ بقول حضرت خواجہ صاحبؒ

؎ ٹلوں گا میں نہ ہرگز لاکھ ہو تو خشمگیں ساقی
کہ جو سب سے بہتر ہے وہ ملتی ہے یہیں ساقی

متعدد بار حضرتؒ سے سنا آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''میں مواخذہ تو کرتا ہوں مگر کانپتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے قیامت کے دن یہ فرمائیں کہ تو بڑی باریک غلطیاں پکڑا کرتا تھا، آؤ آج میں تمہاری غلطیاں بتاؤں تو خدا جانے میرا ٹھکانہ کہاں ہو''

یہ کلمات شان فنائیت کے بھی مظہر ہیں اور عظمت باری تعالیٰ کا اظہار بھی ان سے ہو رہا ہے اسی طرح آپ کا یہ جملہ بھی مجھے نہیں بھولتا کہ ''میں اپنے آپ کو کتے اور سور سے بھی بدتر جانتا ہوں'' اور حضرت اقدسؒ کی کوئی بھی بات ایسی نہ تھی جس کو دل و دماغ میں یاد نہ رکھا جاتا۔

؎ ما ہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الاحدیث یار کہ تکرار می کنیم

حضرت کا انداز تربیت

حکیم الامت حضرت اقدس سیدی و مولائیؒ کے اندر قدرت نے بے بہا صلاحیتیں ودیعت رکھی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم حضرتؒ سے وہ کچھ حاصل نہ کر پائے جو کچھ حضرت کی ذات والا ستودہ صفات تھی۔ جس طرح حضرت اقدس رشد و فلاح اور اصلاح و ارشاد کے خزانے لٹاتے، ہائے افسوس کہ ہم اسے پوری طرح حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ آپ کا انداز تربیت عجیب تھا۔ ہر سالک اور مرید و متعلق اپنے اندر کی ادنیٰ سے ادنیٰ بات پوچھ کر اصلاح کر سکتا تھا۔ جو عیوب و نقائص اپنے اندر معلوم ہوں، جو روحانی امراض سر اٹھاتے نظر آئیں، بس حسب ضابطہ خط لکھ دو اور

جواب پاتے ہی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا نسخہ شفاء حاصل ہو گیا۔ آپ کی ذات عالی عجیب روحانی مسیحائی رکھتی تھی۔

ایک دفعہ اپنے حال زار کے بارے میں میں نے عریضہ لکھا ''حضرت! میں اپنی حالت کو کتوں سے بدتر سمجھتا ہوں، اس عبادت پر سزا نہ ہو تو غنیمت ہے۔ چہ جائیکہ اجر کی امید رکھوں''

حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا ''عبدیت یہی ہے کہ لیکن اس عبدیت کا ایک جزو یہ بھی ہے کہ اعتقاد رکھے کہ وہ مانگنے والے کو محروم نہیں فرماتے''

آگے میں نے لکھا ''افسوس کہ مجھ سے کچھ نہ ہو سکے گا''

جواب تحریر فرمایا ''ایسا ہی سمجھنا چاہیے۔ اس سمجھنے پر فضل ہو جاتا ہے اور اس فضل سے تھوڑا سا حق ادا کرنے کو بھی قبول فرما لیتے ہیں''

ایک اور خط پر تحریر فرمایا ''سب ٹھیک ہو رہا ہے۔ دو امر ملحوظ رکھنا چاہئیں۔ ایک یہ کہ امکان بھر سعی اصلاح کی رکھی جاوے۔ دوسرے یہ کہ جیسے بھی اعمال ناقصہ کی توفیق ہو اس کو اللہ کی نعمت سمجھا جاوے کہ ہم تو اس کے بھی قابل نہ تھے''۔

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں عرض کیا کہ ''دربار اشرف'' کی پہلی حاضری ذی قعدہ ۱۳۴۹ھ میں ہوئی۔ اس حاضری کے تاثرات پہلے لکھ چکا ہوں کہ حضرتؒ کی محبت دل میں اتر چکی اور رگ و پے میں رچ بس چکی تھی۔ بدوں اجازت تعلیم کے لئے حضرتؒ کی خدمت عالیہ میں خطوط لکھنا شروع کر دیئے تھے۔ حضرتؒ کے جواب دل کو لگ رہے تھے۔ خط نمبر ۶ پر تعلیم کی درخواست منظور ہو گئی۔ ۲۱ رجب ۱۳۵۰ھ کو پھر حاضری کی اجازت چاہی، بدوں مکاتبت ومخاطبت کی اجازت مل گئی۔ حاضر خدمت اقدس ہو گیا۔ باوجود اس کے کہ یہ ناچیز روحانی لحاظ سے انتہائی بے بصیرت و بے بصارت تھا، تاہم رشد و ہدایت کی بارشیں ایسی برستی دیکھیں کہ دہاں جو پہنچ جاتا وہ ان کا احساس کئے بغیر نہ رہ سکتا۔ اس وقت سے لے کر آئندہ حضرتؒ کے وصال تک سال میں تین دفعہ تھانہ بھون جانا ہوتا تھا۔ دو دفعہ تو سکول کی فصلی تعطیلات کے موقعہ پر اور ایک دفعہ دسمبر میں بڑے دن کی تعطیلات میں...... علاوہ ازیں ماہ رمضان المبارک میں دو یا تین بار جانا ہوا۔ اور علم و عرفان کی دولتیں لٹتی دیکھیں۔ نیز ایک بار چند روز کے فصل سے دو ماہ کا قیام ہوا۔ ایک ماہ کی رخصت لی تھی پھر چند روز حاضر سکول ہوا اور پھر ایک ماہ کی تعطیلات ہو گئیں۔ میری اہلیہ سلمہا میری عدم موجودگی کے ایام میں بھی تھانہ بھون ہی رہیں۔

حضرت اقدسؒ کی خدمت عالیہ میں میں نے تقریباً تین صد خطوط لکھے جبکہ میری اہلیہ نے ۱۲۷ یہ سب خطوط بحفاظت میرے پاس موجود ہیں۔ حضرتؒ کے دست مبارک کا لکھا ہوا آخری خط ۶ جمادی الاولی ۱۳۶۲ھ کا ہے یہ خط مجھے تیسرے دن واپس ملا تھا۔

حضرت کا تحریر فرمودہ آخری خط

حضرت ان دنوں صاحب فراش اور بہت علیل تھے۔ یہ خط چونکہ میرے ہونہار بیٹے کی وفات پر سخت صدمہ کا تھا حضرتؒ نے تسلی دینے کے لئے خط ملتے ہی جواب لکھ کر خادم کو دیا کہ ڈاک خانہ میں دے آئے۔ ان دنوں خطوط کا جواب حضرت اقدسؒ کے لکھوانے پر مفتی جمیل احمد صاحب مدظلہ لکھا کرتے تھے مگر یہ خود دست مبارک سے لکھا اور ایک دن پہلے پہنچ گیا۔ اس سے حضرتؒ کی نوازشات اور شفقتوں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ میں اپنی ان حاضریوں اور خطوط کے جوابات کی کچھ تفصیل آئندہ چل کر عرض کروں گا اس جگہ یہ آخری خط اور حضرت کا جواب نقل کرتا ہوں جو میرے نزدیک بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔

میرے خط کا مضمون: حضرت اقدس! میرا لڑکا دفعتہً صرف دو تین دن بعارضہ سخت بخار سرسام بیمار رہ کر فوت ہو گیا ہے۔ لڑکا بہت ہونہار اور ہمیں بہت محبوب تھا۔ حضرت اقدس، طبیعت کا قرار اٹھ گیا ہے خصوصاً اہلیہ کو کسی پہلو قرار نہیں آتا حضرت دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر دیں۔

حضرت اقدس کا جواب باصواب

''اللہ تعالیٰ صبر واجر ونعم البدل دے اور اس کو ذخیرہ آخرت بنادے''

خط کا بقیہ مضمون: حضرت اقدسؒ، کوئی علاج ارشاد فرمائیں جس سے ہمارے دلوں کو قرار آئے۔

جواب حضرت اقدس: قرار طبعی کی کوئی تدبیر نہیں تدریجا وہ خود ہو جاتا ہے۔ اور قرار عقلی کا علاج اللہ تعالیٰ کے حاکم اور حکیم ہونے کا مراقبہ ہے۔

بشارت

اس جواب کو پڑھ کر حضرت مولانا شیر محمد صاحب (مرحوم) نے فرمایا تھا کہ یہ تو نیک بیٹا عطاء ہونے کی دعا ہے اور یہی بات میرے دل میں آئی تھی۔ چنانچہ حسب بشارت حضرت والا اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرزند ارجمند عطاء فرمایا جس کا حضرت ہی کا تجویز کردہ نام محمد عفیف رکھا جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے واقعی بہت نیک ہے۔

حیات طیبہ کی بشارت:

حضرتؒ کے عطاء کردہ جواہر پارے اور انمول موتی پیش کرنے سے پہلے اس سوال کا جواب عرض کئے دوں کہ حضرتؒ سے تعلق قائم ہو جانے کے بعد زندگی میں کیا تبدیلی رونما ہوئی......؟

حضرتؒ کے وصال کے بعد ایک دفعہ مولانا شیر محمد صاحب کی رفاقت میں تھانہ بھون جانا ہوا۔ حضرتؒ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے باوجود خانقاہ کی درودیوار سے انوار و برکات کا سلسلہ جاری تھا۔ اس وقت کی کیا بات ہے آج بھی سلسلہ فیض جاری ہے اور ان شاء اللہ جاری ہی رہے گا۔ بہر کیف قصہ مختصر واپسی کے روز صبح صادق کے قریب حضرت خواجہ صاحب سے خانقاہ میں ملاقات ہوئی۔ خواجہ صاحب موصوف مسجد کے حوض کے قریب محو ذکر ٹہل رہے تھے۔ ہم نے سلام کہا اور مولانا شیر محمد صاحبؒ نے عرض کیا خواجہ صاحب کوئی نصیحت فرمائیں۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو حیات طیبہ عطاء فرمائی ہے، ہر کجا کہ باشی با خدا باش۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کی بشارت کسی معمولی شخص کی بشارت نہیں تھی۔ صرف نمونہ دکھانا مقصود ہے کہ اگر اہل اللہ کے جوتوں میں پہنچنا نصیب ہو جائے تو زندگی میں کس طرح اور کیا تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ یوں تو بہت سے واقعات میرے اس دعویٰ کے شاہد عدل ہیں۔ تاہم چند واقعات سے یہ بات واضح ہو سکے گی۔

باب ۳

زندگی میں تبدیلی کے شواہد

ذوق وشوق

میری اہلیہ سلمہا بھی جس نے میرے چہرے کوداڑھی کی رونق بخشنے میں اہم کردارادا کیا تھا۔ حضرتؒ سے سلسلہ بیعت قائم کر چکی تھی۔ وہ بھی حلال وحرام میں تمیز کرتی تھی نتیجتاً ہم دونوں میاں بیوی دینی شوق میں آئے روز آگے بڑھتے رہے۔ اسی شوق کا نتیجہ ہوا کہ میری اہلیہ کے والدین نے اپنی بہو کا جہیز جو میری اہلیہ کو دے دیا تھا، اہلیہ کو اس کے ناجائز ہونے کا شبہ ہوا۔ چنانچہ حضرتؒ سے پوچھا تو حضرتؒ نے بعد تحقیق ارشادفرمایا'' جائز نہیں کیونکہ غیر کی ملک تھیں اس کو ادا کردو اور ساتھ یہ مسئلہ بھی بتلادو کہ اس کو جہاں سے بطریق ناجائز حاصل ہوئیں اس کو واپس کرے البتہ اگر کوئی چیز بھائی کی بی بی کو خاص اس کے ماں باپ نے دی ہو وہ اس کی ملک ہے۔ اگر وہ خوشی سے اس کو معاف کرے صرف وہ معاف ہوسکتی ہے''

اہلیہ کے خطوط

حضرت کی طرف سے جواب آنے کے بعد اہلیہ نے حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھا جو درج ذیل ہے۔

مضمون: حسب ارشاد میں اللہ تعالیٰ کا حکم بجالاؤں گی۔

جواب حضرت اقدس: شاباش

مضمون اہلیہ: حساب کرنے پر معلوم ہوا کہ جہیز کا اکثر حصہ محفوظ ہے۔ صرف ایک زیور کی قیمت کے برابر خرچ ہوا ہے۔ اس کے بدلے اپنا زیور دے دوں گی۔ یہ دیکھ کر دل بہت خوش ہوا کہ تھوڑا ہی دینا پڑا۔

جواب حضرت اقدس: خدا تعالیٰ کی نعمت ہے خوش ہونا ہی چاہیئے کہ دنیا وآخرت کے خسارے سے بچالیا۔

مضمون اہلیہ: اگر زیادہ دینا پڑتا تو نفس کو بہت دکھ ہوتا۔ (اور نفس پر شاق گذرتا) دنیا

کے مال کی محبت بھی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت اس کا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب حضرت: یہ مرض نہیں بلکہ اس میں حکمتیں ہیں جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر رنج طبعی بھی نہ ہو تو عمل کرنے میں مجاہدہ نہ ہو۔ مجاہدہ سے اجر بڑھتا ہے۔ محبت مال وہ مذموم ہے کہ وہ محبت عمل سے روک دیتی اور چونکہ نیت کرلی تھی کہ باوجود زیادت مقدار کے بھی عمل کریں گے اس نیت کے سبب مجاہدہ کا ثواب بھی ملے گا۔

مضمون اہلیہ: اگر مقدار زیادہ ہوتی دل ضرور خراب ہوتا۔

جواب حضرت اقدس: وہ خرابی رنج طبعی ہوتا۔ جس پر ملامت نہیں امر فطری ہے جس میں بہت سی حکمتیں ہیں۔

حضرتؒ کے جوابات سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ آپ مسائل کے حل فرمانے کے ساتھ ساتھ شریعت اور طبیعت دونوں کی کس طرح رعایت فرما رہے ہیں۔ یہ اتنی باریک بینی حکیم الامّت ہی کا حصہ ہو سکتی ہے۔

(۲) بہت روز بعد اہلیہ نے حضرتؒ کی خدمت عالیہ میں عریضہ لکھا جس میں تعمیل ارشاد کا بھی تذکرہ تھا اور حضرت والا کے ارشاد کی بجا آوری پر جو نعمت ملی تھی اس کا بھی ذکر تھا (اہلیہ کا خط نمبر ۴۵، ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

مضمون: میرے شوہر صاحب مستعمل جہیز کے بدلے میرا زیور لے کر بھائی کی اہلیہ کے پاس گئے اور ساری بات سمجھا کر زیور پیش کر دیا اور یہ بتایا کہ باقی سارا جہیز محفوظ پڑا ہے۔ جلد واپس پہنچا دیا جائے گا۔ میرے بھائی کی بی بی نے کہا، مجھے سلطان بی بی (میری اہلیہ سلمہا کا نام) سے بہت محبت ہے۔ اب میں کچھ بھی واپس نہ لوں گی۔ سارا جہیز میرے ماں باپ نے مجھے دیا تھا، اب میں نے دل سے معاف کر دیا۔ بہت کچھ کہا لیکن اس نے زیور نہیں لیا اور قسم کھا کر کہا کہ میں نے خوشی سے معاف کر دیا۔ میرے شوہر صاحب اس معاملہ میں مجھ سے ایسے خوش ہوئے کہ ایک اور زیور مجھے انعام میں دیا۔ میں نے اللہ کا شکر کرتے ہوئے قبول کر لیا۔

جواب حضرت والا: دونوں نعمتیں نصیب ہوئیں، دنیا کی بھی، دین کی بھی، مبارک ہو۔

مضمون خط اہلیہ: دل بہت خوش ہوا کہ میرا زیور بچ گیا اور انعام بھی ملا۔ اس سے مال کی محبت کا شبہ ہوا۔

جواب حضرت والا: یہ محبت مضر نہیں، کیونکہ نعمت کا شکر ہے۔

(۳) جیسا کہ عرض کر چکا ہوں، میری اہلیہ اپنی طبع نیک کی بناء پر میرے لئے بہت ممد و معاون ثابت ہوئی۔ اس کی دینداری اس کے خطوط سے معلوم ہو رہی ہے میری اہلیہ نے اپنے خط نمبر ۲۵ میں ہدیہ بھیجنے کی (میری معرفت) اجازت چاہی۔

جواب حضرت اقدس: خوشی سے لے لوں گا، تمہارے خلوص پر قلب شہادت دیتا ہے۔ ہدیہ میں اصل انتظار اسی کا ہوتا ہے سب قواعد اسی انتظار کی تحقیق کے لئے ہیں۔

(۴) اہلیہ کا خط نمبر ۳۶ ملاحظہ فرمائیے: اگر میرے شوہر صاحب کسی بات پر مجھ سے ناراض ہو جائیں تو میں منت سماجت کر کے منا لیتی ہوں، تب آرام آتا ہے لیکن بعض اوقات جب اپنی غلطی دل کو نہیں لگتی تو معافی مانگنے کو جی نہیں چاہتا، حضرت ارشاد فرمائیں ایسے وقت کیا کروں؟

جواب حضرت والا: خواہ غلطی سمجھو یا نہ سمجھو، اقرار کر کے شوہر سے پوچھ لیا کرو کہ غلطی ہے یا نہیں اگر وہ غلطی بتلا دیں عذر کر لیا کرو۔

حضرت کے اس ارشاد سے بس پھر کیا تھا، مجھے ایک جادو ہاتھ لگ گیا اور اہلیہ نے اس ارشاد پر عمر بھر پوری طرح عمل کیا اور میری جنت بن گئی۔ اگر میرا اپنا قصور بھی ہوتا تو اہلیہ کو پیار محبت سے بٹھاتا اور کہتا کہ حضرتؒ کا ارشاد یاد کرو، معافی مانگ لو وہ فوراً معافی مانگ لیتی محبت پہلے سے کہیں بڑھ جاتی۔

اہلیہ پر بیعت کے اثرات

میری پہلی اہلیہ مرحومہ سے دو بچیاں تھیں۔ موجودہ اہلیہ کے دل میں خوف خدا سرایت کر چکا تھا۔ جس کے باعث ہر وقت گھر میں دین کا چرچا رہتا تھا اس زمانہ میں شاید میں اکیلا ہی ایسا شخص ہوں گا کہ سوتیلی ماں کے ہاتھوں سوتیلی بیٹیوں سے ذرہ بھر بے مروتی و بے رخی نہ دیکھی۔ بچیوں کو احساس تک نہ ہونے دیا کہ حقیقی ماں کا سایہ ان کے سر سے اٹھ چکا ہے۔ واقعی خوف خدا انسان کو نہ صرف ظلم و زیادتی سے باز رکھتا ہے بلکہ دل میں رحمت و رافت کا مادہ بھی پیدا کر دیتا ہے۔ اہلیہ کے دل میں اللہ نے یہ ڈال دیا کہ ان بچیوں کی ماں نہیں ہے تو کیوں نہ میں ان کی خدمت کر کے ثواب لوٹوں۔

واقعہ

ان بچیوں کے بارے میں اس کے احساسات کس قدر نازک واقع ہوئے تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے ایک دفعہ مجھ سے عجیب غلطی سرزد ہوئی کہ میری پہلی اہلیہ (مرحومہ) سے

میری بیٹی سسرال گئی تو روانگی کے وقت میں نے اس کو کچھ روپے دیے۔ جب وہ چلی گئی تو میں نے دیکھا، اہلیہ تو مغموم ہیں میں نے پوچھا آخر وجہ کیا ہوئی؟ اس نے جواباً کہا کہ تفریق تو آپ خود کرتے ہیں اگر یہی روپے میرے ہاتھ سے بچی کو دلوا دیئے ہوتے تو اس کے دل میں خیال تو نہ آتا کہ میری ماں ہوتی تو وہ بھی دیتی۔

کون سوتیلی ماں اس قسم کے جذبات رکھتی ہے۔ لیکن حضرتؒ کے تعلق سے قلب کی اصلاح ہوئی تو اللہ نے ایسے جذبات بنا دیے۔

علاوہ ازیں گھر میں بچیوں کو بغرض اصلاح کچھ ڈانٹنے کا تذکرہ بھی آیا کہ آپ تو اس پر ناراض ہوتے ہیں مگر یہ بھی خیال فرمائیں ان کی اصلاح اب کون کرے گا؟ میرا کچھ کہنا سننا بغرض اصلاح ہی تو ہوتا ہے؟

میں نے کہا، معاملہ بڑا آسان ہے کیوں نہ ساری بات حضرت اقدسؒ سے پوچھ لیں۔ اس دربار عالی سے جو جواب آئے۔ دونوں کے سر آنکھوں پر۔ تو اہلیہ نے حضرت کو خط لکھا کہ بچیوں کو بغرض اصلاح ڈانٹتی ہوں، اس میں مجھے اپنی غلطی سمجھ میں نہیں آتی حضرت ارشاد فرماویں کہ کیا کروں؟

خط روانہ کرنے کے بعد اہلیہ کو یاد آیا کہ یہ تو سراسر میں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ یہ تو حضرت اقدسؒ کے اس ارشاد کی مخالفت ہوگئی کہ ''خواہ غلطی سمجھو یا نہ سمجھو، اقرار کر کے شوہر سے پوچھ لیا کرو کہ غلطی ہے کہ نہیں۔ اگر وہ غلطی بتلا دیں تو عذر کر لیا کرو''

عورت کانپ کر رہ گئی۔ اس کا اتنا اثر ہوا کہ مجھے بتلائے بغیر ہی توبہ کے نفل پڑھتی رہی اور استغفار کرتی رہی اور رونے دھونے میں لگی رہی۔ خط کا جواب آگیا تحریر فرمایا تھا۔

''رائے موقوف ہے خبر پر اور خبر پاس والے کو زیادہ ہوگی یا دور والے کو؟''

مرشد کی ناراضی سے خدا تعالیٰ کی ناراضی کا خوف

اب اہلیہ نے حضرتؒ کے جواب آنے پر پھر دوبارہ خط لکھ کر اور اپنی حالت بتائی کہ حضرت اقدسؒ سابقہ خط لکھنے کے بعد پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ میری حماقت کو دیکھو، اگر حضرت ناراض ہو گئے تو ٹھکانا کہاں ہوگا؟ کانپ کر دن گذارے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بڑا قیمتی سبق ملا کہ جب حضرتؒ کی ناراضی کا اتنا خوف ہوا تو اللہ کی ناراضی سے بہت بچنا چاہیئے کیونکہ ان کو تو میری ہر بات کی خبر ہے۔ توبہ پہلے ہی کر چکی تھی اب شکرانے کے نفل پڑھے والا نامہ

کو سر پر رکھا۔ دست مبارک کے لکھے ہوئے الفاظ کو آنکھوں سے لگایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو سلامت رکھیں۔ حضرت والا، آئندہ خواہ اپنی غلطی سمجھوں یا نہ سمجھوں، شوہر صاحب کی تنبیہ پر اقرار کر کے معافی مانگا کروں گی۔ حضرت اقدس دعاء فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ میری اصلاح فرمادیں، دین و دنیا میں میری حفاظت فرمادیں۔ حسن اعتقاد، حسن عمل اور حسن خاتمہ عطاء فرمادیں۔

جواب حضرت اقدس: تمہاری خوش فہمی سے دل خوش ہوا دعاء کرتا ہوں۔

گھر کا ماحول

ناظرین ان واقعات سے میری پر لطف زندگی کا اندازہ فرما سکتے ہیں۔ اہلیہ گھر کے کاموں میں کھپ گئی۔ کوئی خادمہ نہیں۔ دیانت اور وفا کی مجسمہ ہے صوم وصلوۃ کی پابند تسبیح وتہلیل اور ذکر وفکر میں لگی رہتی ہے تہجد گذار اور شب زندہ دار ہے میرے ساتھ مصلے پر بیٹھی دعاؤں میں لگی رہتی ہے۔ نیک اس درجہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اطاعت شعار اس درجہ ہے کہ ذرا آنکھ پھری دیکھتی ہے تو بدوں معافی کسی پہلو اسے قرار نہیں۔ سرہانے بیٹھی رو رہی ہے، منت سماجت کر رہی ہے جب تک مجھے خوش نہ کرے اسے چین نہیں آتا۔ میرے اندر تو کوئی ایسا کمال نہ تھا سب حضرتؒ ہی کی برکات تھیں۔

حالِ دل

یہ تو اس کی محبت وفدائیت کا عالم تھا اب کچھ میرا بھی ''حال دل'' سن لیجئے میں نے ساری عمر یہی دعاء مانگی ہے ''اے اللہ! قیامت میں میرے عیوب ڈھانپ دیجئو، مجھے معاف فرما دیجئو، اور مجھے یہی بیوی عطاء فرمادیجئو، کسی اور کا میں نے کبھی سوال ہی نہیں کیا۔ مجھے یہ مل گئی تو مجھے سب کچھ مل گیا''۔

بہر حال حضرت اقدسؒ کی عجیب وغریب تعلیمات جو اہلیہ کو ملیں مختصراً بعد میں ان کا کچھ تذکرہ کروں گا۔ فی الحال بطور نمونہ صرف دو خطوط پر اکتفاء کرتا ہوں، جن سے میری لطف زندگی پر کچھ روشنی پڑ سکے گی۔ بعض دفعہ محبت اس قدر زیادہ معلوم ہوتی ہے کہ شبہ ہوا کہ شاید اتنی محبت کوئی روحانی مرض ہی نہ ہو چنانچہ میں نے اس سلسلہ میں حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھ کر اس شبہ کا حل چاہا۔

میرے خط کا مضمون: میرے قلب میں اہلیہ کی محبت بہت زیادہ ہے۔ بعض دفعہ

حضرت کے پاس ہوتا ہوں تو دل چاہتا ہے کہ حضرت کو چھوڑ کر اہلیہ کے پاس جلد چلا جاؤں، ارشاد فرمائیں کہ اس قدر محبت مذموم تو نہیں؟

جواب حضرت: نہیں لیکن کسی موقعہ پر اس کی رعایت کرنے میں دین کا ضرر ہو تو اس وقت کس کو ترجیح دیں گے۔ دین کو یا اہلیہ کو......؟

میرے خط کا مضمون: حضرت ایسے موقع پر تو یہ ناچیز یقیناً دین کو اہلیہ پر ترجیح دیتا ہے مگر اللہ کا شکر ہے کہ ایسے مواقع ہی کم آتے ہیں اہلیہ نہایت سلیم طبع رکھتی ہے۔ دین کا شوق ہے۔ غلطی ہو جانے پر فوراً توبہ کر لیتی ہے اور مجھے بھی جب تک راضی نہ کرے چین نہیں آتا۔

جواب حضرت اقدس: بس تو وہ محبت مذموم نہیں۔ اس طرح میری دنیا بھی جنت بن گئی۔

باب ۴

حقوق العباد کے متعلق حضرتؒ کی تعلیمات

حقوق العباد کے بارے میں حضرت اقدسؒ کی تعلیمات سے ایک بہت بڑا سبق ملا۔ حضرتؒ کے ہاں اس کا بہت اہتمام تھا۔ چنانچہ وظیفہ کے متعلق پوچھنے پر ارشاد فرمایا ''معتدل آواز سے ذکر کیا کریں اور وہ بھی اس طرح کہ کسی نائم (سونے والے) یا مصلی (نماز پڑھنے والے) کو تشویش نہ ہو''۔

عجیب شفقت

گویا ذکر میں بھی آواز کا اعتدال اور حقوق العباد کا لحاظ ضروری ہے۔ میانی افغاناں سکول میں ریڈ کراس سوسائٹی ڈسپنسری کا انچارج تھا۔ ہیڈ ماسٹر اور دیگر اساتذہ خاص ادویہ مجھ سے ناجائز طور پر گھر لے جاتے تھے یا کان، آنکھ وغیرہ میں بلا معاوضہ ڈلواتے تھے۔ انکار کرتا تو اندیشہ فساد تھا ''نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن'' میں عجیب کشمکش سے دوچار تھا۔ میں نے حضرتؒ سے اس بارہ میں عرض کیا تو تحریر فرمایا ''اگر کوئی معین اور ارزاں دواء ہو تو خود خرید کر رکھ لیجئے اور ڈال دیا کیجئے اگر گراں ہو تو میری طرف سے خرید لیجئے میں اس کی قیمت بخوشی پیش کر دوں گا''

میں نے لکھا کہ حضرتؒ کی شفقت پر قربان جاؤں تحریر فرمایا ''شفقت کیا، ہر مسلمان کا ہر مسلمان پر حق ہے''

اس سے آگے میں نے لکھا، دواء معین اور بالکل ارزاں ہے میں خود خرید کر رکھ لوں گا اور ڈال دیا کروں گا؟ تو تحریر فرمایا ''سب سے بہتر''

اس قدر احتیاط کے باوجود پھر بھی کچھ تکالیف رہ گئیں میں نے جلد ہی ایک سکھ ماسٹر سے رجسٹروں کا مشکل کام لے کر ڈسپنسری اس کو دے دی۔

طالب علموں سے خدمت

تدریس کے زمانے میں طلباء سے میں کبھی اپنا ذاتی کام لے لیا کرتا تھا۔ عام طور پر اس میں بے احتیاطی ہو جاتی ہے اس بارے میں حضرت اقدسؒ کی عجیب تعلیم ہے میں نے لکھا کہ طلباء سے کام لیتا ہوں، اگرچہ باضابطہ معاوضہ ادا نہیں کرتا۔ تاہم کچھ دے دلا کر انہیں خوش کر دیتا

ہوں۔ اس پر حضرتؒ نے تحریر فرمایا'' کیا ان لڑکوں کے والدین کو خبر اور ان کی اجازت ہے۔ کیا معتمد مزدور نہیں مل سکتے ؟ کیا ان کو اتنے ہی پیسے دیئے جاتے ہیں جتنے دوسرے مزدوروں کو؟

اس کے بعد میں نے چند نادار اور مفلس طلباء کے والدین سے اجازت لی اور حضرتؒ کی خدمت میں لکھا کہ آئندہ ان کو اتنا ہی معاوضہ ادا کیا کروں گا جتنا دوسرے مزدوروں کو حضرت نے تحریر فرمایا'' جزاکم اللّٰہ وبارک اللّٰہ''

نامعلوم آدمی کے حقوق کی ادائیگی

اسی طرح نامعلوم شدگان کی ادائیگی کا طریق معلوم کیا...... دھوبی سے کپڑے جو دھلوائے تو اس نے ایک دھوتی اور پگڑی بدل دیئے حضرت سے پوچھا کہ ان کا رکھنا اور استعمال جائز ہے یا نہیں؟

حضرت نے فرمایا: بالکل نہیں، کیونکہ وہ دھوبی کی نہیں، غیر کا مال بدوں اس کے اذن کے کیسے جائز ہوگا؟ جس سے وصول ہوئی ہیں اسی کو واپس کی جاویں پھر یہ اس کے ذمہ ہے کہ مالک کو پہنچادے۔

پھر میں نے لکھا کہ وہ چیزیں کچھ استعمال کر چکا ہوں کیا بطور جرمانہ کچھ اپنے پاس سے ادا کروں؟ تحریر فرمایا، ''ہاں مساکین کو''۔

اس طرح ایک اور خط لکھا کہ میں جب لاہور میں زیر تعلیم تھا تو ایک ماہ تمام طلباء کے روپوں میں (جو مال مشترک تھا) سے کسی قدر بچالیا اور ایک قمیض اور شلوار بنالی...... یہ بھی ''حق العبد'' تھا۔ حضرتؒ سے رہنمائی چاہی کہ مجھے بالکل علم نہیں کہ وہ کون کون تھے اور کہاں کہاں ہیں......؟ اور نہ ہی پتہ لگ سکتا ہے ارشاد فرماویں کہ یہ حقوق کس طرح ادا کروں؟ حضرت نے تحریر فرمایا'' اس کے اندازے سے مساکین کو دام دیدو اور لڑکوں کی طرف سے دینے کی نیت کرلو''۔

مسلم و کافر کے حقوق بلا امتیاز پورے کرنا ضروری ہیں

حصول تعلیم کے بعد ابتداءً میں میرا تقرر ایک پہاڑی علاقہ میں ہوا۔ میں ایک مسلمان طبیب استاد کے پاس بیٹھنے لگا۔ اس کے تبادلہ پر خود حکیم بن بیٹھا۔ کام چل نکلا فیسیں وصول ہونے لگیں۔ ادویات اپنی جیب سے نہ تیار ہوتی تھیں۔ کوئی مریض آیا، نسخہ لکھ دیا کچھ قیمتی اجزاء خود رکھ لیتا۔ نسخہ تیار کر کے کچھ دے دیتا باقی اپنے پاس رکھتا۔ جس سے دوسروں کی ضروریات پوری ہوتیں۔ مریضوں میں کافر و مسلم سب تھے۔ حضرتؒ سے پوچھا کہ آیا کافر و مسلمان کے حقوق

اداء کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ حضرت علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ''ہاں'' آگے پوچھا...... وہ طریقہ کیا ہے؟ تحریر فرمایا ''اندازہ کر کے مالکوں کی طرف سے خیرات کر دیا جائے''

جو یاد تھے ان کو روپے منی آرڈر کیے کچھ نے وصول کر لیے کچھ نے روپے واپس کر دیئے تبادلہ کے بعد دور دراز کا سفر کر کے میرے پاس مریض آنے لگے۔ میں نے ان کی معرفت اعلان کرایا کہ میں مکاری سے طبیب بنا ہوا تھا میرے پاس کوئی نہ آوے تب پیچھا چھوٹا۔

اموال حکومت میں حقوق کی رعایت

اسی پہاڑ پر ایک سرکاری جنگل تھا۔ لوگ وہاں سے چوری لکڑیاں کاٹ کر بیچتے تھے اور دو سال میں نے خرید کر جلائیں۔ حضرتؒ سے پوچھا اگر ناجائز تھا تو کیا تدارک کروں؟ تحریر فرمایا ''ناجائز تھا قیمت کا اندازہ کر کے اس محکمہ میں کسی ترکیب سے داخل کریں جس محکمہ کا تعلق اس جنگل سے ہو''

زندگی بھر جتنے ریل کے سفر بغیر ٹکٹ کیے تھے اس کے تدارک کے بارے میں پوچھا تو حضرتؒ نے فرمایا ''اتنی قیمت کے ٹکٹ لے کر پھاڑ دو''

میں نے حضرتؒ کو لکھا کہ اپنا فرض محنت سے ادا کرتا ہوں لیکن پھر بھی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں اس لئے میں نے اپنے دینوی اور انگریزی کتابیں سکول لائبریری میں دے دی ہیں تا کہ کوتاہیوں کا تدارک ہو جائے، تحریر فرمایا ''یہ خیانت کا تدارک نہیں ہو سکتا''

ایک دفعہ مولوی شیر محمد صاحب مرحوم نے دریافت کیا کہ جماعت میں میں اپنے لڑکے سے بعض اوقات سوال زیادہ پوچھتا ہوں حضرتؒ نے تحریر فرمایا ''یہ خیانت ہے''

حضرت سے تعلق کا دنیوی انعام

اس تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں سارا زور صرف کر دیا۔ سب آفیسر ہمیشہ بے حد متاثر اور خوش رہے پینسٹھ سال کی عمر تک ملازمت میں توسیع ملتی گئی۔ سپیشل گریڈ ملے۔ ہیڈ ماسٹر سے کم اور باقی سب سے زیادہ میری تنخواہ رہی۔ نہایت عمدہ مکان، عمدہ سکول غرض ہر طرح کے دنیوی آرام حضرتؒ کے تعلق کی وجہ سے ملے حضرتؒ کے تعلق کی وجہ سے ہر افسر پہلے ملنے آتا تھا پھر معائنہ کرتا تھا۔ اثر تو پہلے ہی دل میں لے کر آتا تھا۔ ہر سال کام گڈ سے (Good) لکھا جاتا تھا حضرت کے تعلق نے دنیوی زندگی واقعی پر لطف بنا دی۔

عجب وخود پسندی کا علاج

اس ضمن میں حضرت کی نہایت ضروری تعلیمات اول آئیں گی اور میرے نزدیک یہی اصل مقصود ہیں لیکن پہلے اہلیہ کے صرف چار خطوط کا جواب نقل کرلوں کیا عجیب وغریب تعلیم ہے۔

مضمون: والدین کے گھر گئی۔ اکثر مردوں اور عورتوں کو بے نماز پایا۔ میں باقاعدہ نمازیں پڑھتی تھی، تہجد بھی پڑھتی تھی۔ بہت دفعہ خیال آتا تھا کہ میں ان بے نماز مردعورتوں سے اچھی ہوں۔ یہ فضول وقت ضائع کرتے ہیں۔ میں عبادت کرلیتی ہوں۔ حضرت اقدس! ارشاد فرمائیں کہ ناچیز کیا کرے کہ دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھنے کا عیب دور ہو۔

جواب حضرت والا: اس میں تو انسان مجبور ہے کہ اپنے نمازی ہونے کا اور ان کے بے نمازی ہونے کا خیال آوے۔ لیکن اس میں مجبور نہیں بلکہ اختیاری بات ہے اور اس اختیار سے کام لینا چاہیئے اور یوں سوچے کہ گو میں نمازی ہوں اور یہ بے نماز ہیں۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر نمازی ہر بے نمازی سے اچھا ہوا کرے۔ ممکن ہے کہ بے نمازی کے پاس کوئی ایسا عمل نیک ہو اور نمازی کے پاس کوئی ایسا عمل بد ہو جس سے مجموعی طور پر وہ بے نمازی اس نمازی سے افضل ہو۔ دوسرے ممکن ہے کہ انجام میں یہ نمازی بے نماز ہو جاوے اور بے نماز نمازی ہو جاوے۔ بہرحال حالاً بھی اس بے نماز کے افضل عند اللہ ہونے کا احتمال ہے اور مآلاً بھی پھر حق کیا ہے اپنے کو افضل سمجھنے کا......؟ البتہ نماز ایک نعمت ہے جو حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھ کو عطاء فرمائی ہے اور بے نماز ہونا ایک مرض ہے جس میں یہ بے نماز مبتلا ہے تو جس طرح صحت والے کو شکر کرنا واجب ہے اور مریض کو حقیر سمجھنا جائز نہیں بلکہ اس پر رحم کرے اور اس کے لئے صحت کی دعاء کرے اسی طرح مجھ کو بھی چاہئے گو وہ مریض اپنی بے احتیاطی سے مریض بنا ہو مگر خود مرض کی حالت قابل ترحم کے ہے اس طرح بار بار خیال کرنے سے یہ مرض جاتا رہے گا۔

زینت کے درجات میں اعتدال محمود ہے

مضمون خط اہلیہ: جب کسی عورت کو عمدہ کپڑا پہنے دیکھتی ہوں تو دل بہت چاہتا ہے کہ اس قسم کا میں بھی لے لوں، کبھی فرمائش کر بھی دیتی ہوں۔ حضرت والا! یہ مرض ہو تو اس کا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب حضرت والا: زینت کے درجات میں افراط وتفریط مذموم ہے اور اعتدال محمود ہے اس میں اعتدال یہ ہے کہ کسی کو دیکھ کر اس وقت مت بناؤ۔ اگر توقف کرنے سے ذہن سے نکل جائے تو

فیہا اور اگر نہ نکلے تو جس وقت نئے کپڑوں کے بنانے کی ضرورت ہو اس وقت وہی پسند کیا ہوا کپڑا بنا لو۔ اگر اتفاقاً وہ اس وقت نہ مل سکے تو جانے دو اور اگر دیکھو کہ اس مدت تک طبیعت مشغول رہے گی تو پسند کے وقت خرید کر رکھ لو مگر بناؤ مت۔ بناؤ اس وقت جب نئے کپڑوں کے بنانے کی ضرورت ہو۔ تا کہ اس کے عوض کا کپڑا بچ جاوے کہ شوق بھی پورا ہو جاوے اور اقتصاد بھی فوت نہ ہو اور اگر تمہارے شوہر تم کو علاوہ ضروری نان ونفقہ کے جیب خرچ کے طور پر کچھ دیتے ہیں تو پھر اس انتظام میں اتنا اور اضافہ کیا جاوے کہ ایسا کپڑا اپنے جیب خرچ کی رقم سے خریدو تا کہ نفس حدود میں محصور رہے۔

حقوق وحظوظ میں اعتدال

مضمون خط اہلیہ: حضرت اقدس! ہمارے گھر میں کھانے پینے کی فراغت رہتی ہے کئی عورتوں نے مجھے کہا ہے کہ تم فضول خرچ ہو حضرت اقدس ارشاد فرمائیں کہ کس حد سے تجاوز اسراف کہلاتا ہے اور انسان فضول خرچ بن جاتا ہے نیز اس فضول خرچی کا علاج کیا ہے؟

جواب حضرت: جزئیات کو تو صاحب معاملہ ہی سمجھ سکتا ہے مگر کلی طور پر اتنا کہا جا سکتا ہے کہ ابتداء میں ضروری خرچ پر اکتفاء کرنے کی عادت ڈالنا چاہئیے۔ اب سمجھنا چاہئیے کہ ضروری کس کو کہتے ہیں۔ سو ضروری کا مفہوم یہ ہے کہ اگر موقع پر خرچ نہ کریں تو کوئی ضرر لاحق ہو جاوے۔ مثلاً فی الحال کوئی تکلیف ہونے لگے جیسے بھوک سے کم کھانے میں یا کپڑے کی کمی سے سردی کی تکلیف ہو یا بہت موٹا کپڑا پہننے سے گرمی کی تکلیف ہو یا فی الحال تو نہ ہو مگر آئندہ تکلیف ہو وعلی ہذا یہ تو ضرورت کا درجہ ہے ابتداء میں اس کی عادت ڈالی جاوے۔ یہ ضرور ہے کہ اس میں نفس کو مارنا پڑے گا سو بدوں اس کے علاج نہیں ہوتا البتہ بدن کو مارنا نہ چاہئیے کہ وہ حق ہے اور نفس کو خوش کرنا یہ حظ ہے۔ سو حظوظ قابل تقلیل ہیں اور حقوق قابل تحصیل اور تقلیل کا مطلب یہ ہے کہ ان حظوظ کو بالکل حذف نہ کرے نفس گھبرا جاتا ہے۔ کمی کر دے۔ یعنی اپنی آمدنی میں سے ایک مناسب حصہ الگ کر کے اس میں قدرے حظوظ کو پورا کرے جیسے مثلاً موسمی چیزیں کھانا۔ بس اس سے تجاوز نہ کرے یہ تو حظوظ کی حد ہے اور حقوق کی حد پہلے لکھ چکا ہوں کہ ضرورت پر اکتفاء کرے اور طریق اس پر عمل کرنے کی سہولت کا یہ ہے کہ جب کچھ خرچ کرنا ہو تو خرچ سے قبل قریب قریب اوقات میں سوچے کہ اگر ہم خرچ نہ کریں تو ہم کو کیا ضرر پہنچے۔ اگر سمجھ میں آ جائے کہ فلاں ضرر پہنچے تو خرچ کرے ورنہ نہ کرے اور اسی صورت میں امید ہے کہ کچھ پس انداز ہوتا رہے گا سو اس کو محفوظ کر کے

اہل اسباب کے لئے قدرے ذخیرہ رکھنا مصلحت ہے جب معتد بہ ذخیرہ ہو جاوے اہل تجربہ کے مشورہ سے اس سے آمدنی کی کوئی صورت نکال لینا مناسب ہے۔ تاکہ قلب غنی رہے۔ فقط۔

یاد کی تمنا بھی یاد ہی کی قسم ہے

مضمون خط اہلیہ: حضرت اقدس! میں بعارضہ سرسام سخت بیمار ہوگئی تھی چاہئے تو یہ تھا کہ بیماری کے بعد عبرت ہوتی مگر میں تو بھول بھول جاتی ہوں اور اکثر وقت غفلت میں گذرتا ہے۔

جواب حضرت اقدس: یہ غفلت مذموم نہیں۔

بقیہ مضمون: حضرت ارشاد فرماویں کہ مجھے کس طرح یاد رہا کرے تاکہ اکثر وقت اللہ کی یاد میں گذرے میرے پاس تو سوائے حسرت کے کچھ نہیں۔

جواب حضرت اقدس: یاد کی تمنا اور کمی پر حسرت، یہ بھی یاد کی ایک قسم ہے۔

میں نے لکھا: حضرت کی عمر زیادہ ہوگئی، اس لئے دل کو چین نہیں آتا، ارشاد فرمائیں کہ طبیعت میں قرار کیسے ہو؟

جواب حضرت اقدسؒ: میں معصیت کا علاج بتلاتا ہوں نہ کہ مصیبت کا!

مخالفین کی کتب دیکھنے سے شک وتردّد پیدا ہو تو ترک کردیں

مضمون: مخالفین کے اعتراضات سن کر یا ان کی کتب دیکھ کر طبیعت متردد ہو جاتی ہے سمجھتا ہوں کہ گویا منافق ہو گیا ہوں۔ ارشاد فرمائیں کہ یہ مرض کس طرح دُور ہو؟

جواب حضرت: ایسی چیز مت دیکھو جس سے شک یا تردد پیدا ہو اور جو بلا قصد ایسی بات کان میں پڑ جائے اور یہی حالت پیدا ہو جاوے تو اس کو کسی خاص تدبیر سے زائل کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس اہتمام سے پریشانی بڑھے گی اور ہمیشہ کے لئے ایک مستقل شغل ہو جائے گا بلکہ بجائے تدبیر کے اس سے بے التفاتی اختیار کرو اور کتنا ہی وسوسہ ستاوے بالکل پرواہ مت کرو۔ البتہ دعاء اور تضرع کرتے رہو اور اس کو کافی سمجھو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد طبیعت صاف ہو جاوے گی اور جب یہی عادت ہو جاوے گی تو وہ ایسی چیزوں سے متاثر نہ ہوگا۔ یہ ہے وہ حکمی نسخہ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابھی دو چار ہی دن ہوئے عطاء ہوا ہے، جو بہت بڑا علم ہے۔ بحمد اللہ!

جو کھانے سبب غفلت ہوں، وہ باعث وبال ہیں

مضمون: رسالہ ''تبلیغ دین'' پڑھ کر ہر وقت دل میں کھٹک رہتی ہے کہ اچھے کھانے قیامت کے دن مصیبت ہی ثابت نہ ہوں؟

جواب حضرت اقدسؒ: اس رسالہ میں غلبہ حال کے سبب سختی زیادہ کی گئی ہے مگر مراد اس سے وہ ہے جو کھا کر معاصی یا غفلت میں مبتلا رہے۔

ذکر اللہ سے حجاب دور کرنا چاہیئے

مضمون: بعض اہل بدعت کو دیکھ کر بہت غصہ آتا ہے البتہ جن کے عقائد اچھے ہیں ان کو دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔

جواب حضرت: یہ خوشی اور رنج گو معصیت نہ ہو مگر حجاب ہے ذکر اللہ میں مشغول ہو جانا چاہیئے تاکہ حجب مرتفع ہوں۔

دل کہ او بستہ غم وخندیدن است   تو بگو کے لائق ایں دیدن است

محبت عقلی واعتقادی

مضمون: معلوم ہوتا ہے دل محبت سے خالی ہے۔

جواب: کونسی محبت سے، اعتقادی وعقلی سے یا انفعالی اور طبعی سے۔ اگر شق ثانی ہے تو مضر نہیں اگر شق اول ہے تو اس میں خالی ہونے کا افسوس نہیں ہوتا۔ یہ افسوس خود دلیل ہے کہ آپ اس سے خالی نہیں۔

ماتم کا دن

مضمون: جیسی حالت ہونی چاہیئے ویسی بالکل نہیں ہے

جواب حضرتؒ: وہ دن ماتم کا ہوگا جس دن یہ سمجھو گے کہ جیسی حالت چاہیئے تھی ویسی ہو گئی۔ کیونکہ اس درگاہ میں حضرات انبیاء علیہم السلام بھی اپنی حالت کے متعلق یہی فیصلہ کرتے ہیں کہ جیسی حالت چاہیئے ویسی نہیں ہے۔

مضمون: دل چاہتا ہے کہ کوئی بڑا بے شک نہ سمجھے، لیکن ایسی بات نہ کرے جس سے ذلت ہو۔

جواب حضرت: یہ شریعت میں بھی حکم ہے **''لاینبغی للمومن ان یذل نفسہ''** جب تک حالت غالب نہ ہو یہی طریق ہے مگر جب حال غالب ہو جاتا ہے، تو ذلت کو عزت سے زیادہ

عزیز سمجھتا ہے مگر وہ غیر اختیاری ہے اگر نہ ہو تمنا نہ کرے اگر ہو جائے ازالہ نہ کرے۔

مضمون: حضرت کو کھانسی کی شکایت تھی، اب کیا حال ہے؟

جواب حضرت: اس کو جھانسی بھیج دیا۔

مضمون: دو ماہ قیام کے ارادہ سے جب تھانہ بھون حاضر ہوا تو حضرت سے پوچھا کہ اب کیا دستور العمل رکھوں؟

جواب حضرت: اب مدت قیام کے لئے ''قصد السبیل'' سے دستور العمل عالم فارغ کا شروع کر دیا جاوے۔ پھر جو وقت بچے اطلاع کر کے مشورہ کیا جاوے۔

مناسب الفاظ کب نکلتے ہیں

مضمون: حضرت! میں اپنے آپ کو برا بھلا کہتا رہتا ہوں لیکن حضرت کا تعلق کوئی چھوٹی چیز نہیں ہے۔ اب تو اس دولت نے بادشاہ بنا دیا ہے لیکن اپنے آپ کو اکثر یہ خطاب کر کے کہتا ہوں کہ تو ڈوب کر مر جا تجھے شرم و حیا کچھ بھی نہیں۔ کس حوصلہ سے اللہ کی زمین پر پھرتا ہے۔ ایک دن روٹی نہ ملے تو تجھے ہوش آ جائے۔

جواب حضرت: جب معنی مناسب ہوتے ہیں تو الفاظ بھی خود بخود مناسب ہی نکلتے ہیں اور معانی بفضلہٖ تعالیٰ سب مناسب ہیں۔ یہی معانی تو مطلوب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ برکت اور استقامت بخشیں۔

تربیت السالک کا مطالعہ

مضمون: حضرت میں ان دنوں کس کتاب کو زیادہ زیر مطالعہ رکھوں؟

جواب حضرت: تبویب تربیت السالک جو حال ہی میں چھپی ہے جس قدر آسانی سے ہو سکے توجہ سے دیکھ لی جاوے اس کے بعد پھر مشورہ کیا جاوے۔ غالباً مدرسہ سے عاریۃً مل سکے گی۔ اگر وہاں موجود نہ ہو، میں دے دوں گا۔

مضمون: دستور العمل عالم فارغ شروع کر دیا ہے تلاوۃ کلام مجید منزل مناجات مقبول اور پچیس ہزار روزانہ اسم ذات کا ورد رکھتا ہوں...... تبویب تربیت السالک اور احیاء العلوم کے چند صفحے دیکھتا ہوں رات تین بجے اٹھ کھڑا ہوتا ہوں۔

جواب حضرت: ماشاء اللہ سب کافی وافی ہے۔

قبض وبسط دونوں غیر اختیاری ہیں

مضمون: کبھی تو ذوق شوق معلوم ہوتا ہے اور کبھی شدید بے قراری، حضرت ارشاد فرمائیں کہ دونوں حالتوں میں سے کون سی حالت بہتر ہے اور اس کو قائم رکھنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب حضرت: دونوں غیر اختیاری حالتیں ہیں اور دونوں محمود اور مقدمات مقصود ہیں ایک بسط اور ایک قبض ہے۔ ان کے نہ باقی رکھنے کی کوئی تدبیر ہے نہ زائل کرنے کی۔

مضمون: حضرت اقدس! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سا نالائق دنیا میں کوئی نہیں صاف نظر آتا ہے کہ میں کتے سے بھی بدتر ہوں مگر پھر بھی ذلت کی برداشت نہیں۔

جواب حضرت: یہی ہے اعتدال مطلوب۔

مضمون: حضرت اقدس! قبض اور بسط جاری ہیں۔ کسی وقت ذکر میں خوب دل لگتا ہے اور کبھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا کوئی حال بھی قابل قبول نہیں لیکن حضرت والا کے ارشادات کو پڑھ کر کبھی امید بھی ہو جاتی ہے۔

جواب حضرتؒ: یہی اعتقاد مطلوب اور کلید مطلوب ہے۔

مضمون: جب غفلت ہوتی ہے تو طبیعت پر ایک چوٹ سی لگتی ہے۔ سو کر اٹھتا ہوں تو دل خالی معلوم ہوتا ہے مستقل حالت کوئی نہیں جلد جلد حالت بدلتی ہے۔ توجہ بھی پوری قائم نہیں رہتی۔

جواب حضرت: یہ سب حالات رحمت حق ہیں سب اسی طرح کام بن جاتا ہے۔

بشارت کی مناسبت

اس کے نیچے حضرت نے ایک خط کھینچ کر تحریر فرمایا میں جس مناسبت کا احباب کے لئے متمنی رہتا ہوں بحمد اللہ طریق سے وہ مناسبت اللہ تعالیٰ نے عطاء فرما دی۔

مضمون: حضرت اقدس! میں نے آج تک بیعت کی درخواست ہی نہ کی تھی تعلیم کی درخواست کی تھی حضور والا نے منظور فرمالی تھی۔ اب حضور والا کی ''بشارت مناسبت'' کے بعد دل چاہا کہ بیعت کی دولت سے بھی محروم نہ رہوں۔ اگر حضرت والا مناسب خیال فرماویں تو بیعت فرمالیں۔

جواب حضرتؒ: بہتر بعد نماز ظہر یہ پرچہ بلا لفافہ مجھ کو دے دیا جائے اور بعد مغرب مسجد میں رہیں میں خود بلا لوں گا۔

شرف بیعت

چنانچہ اسی روز بعد مغرب حضرت نے نہایت شفقت بھرے الفاظ سے بیعت فرمالیا۔

مضمون: حضرت نے مجھے بیعت فرمالیا۔ مجھے یہ بے بہا دولت نصیب ہوئی ہے واللہ حضرت اقدس سے تعلق ہوتے ہی قلب کی حالت تبدیل ہونے لگتی ہے۔ حضور کی یہ ایسی کرامت ہے جو اظہر من الشمس ہے۔

جواب حضرت: یہ سب حسن ظن ہے ورنہ مجھ کو اپنی حقیقت معلوم ہے۔

بقیہ مضمون: میں کھلی آنکھوں حضرت کی برکات دیکھتا ہوں۔اب کسی ناجائز چیز کی طرف نظر نہیں اٹھتی۔

جواب حضرت: سب حالات محمود ہیں مبارک ہو۔

بقیہ مضمون: حضرت مجھ میں صبر کی بالکل ہمت نہیں اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دے رکھا ہے ورنہ مجھے اپنا کوئی اعتبار نہیں۔

جواب حضرت: خدا تعالیٰ سے دعاء کرنا چاہئیے کہ امتحان سے بچادیں اور ایسا وقت ہی نہ آوے اور اگر ایسا وقت آ بھی گیا وہ خود مدد فرماتے ہیں اور صبر کی توفیق عطاء فرمادیتے ہیں۔ کسی خاص تدبیر کی ضرورت نہیں ان کے ساتھ جب تعلق درست رہتا ہے وہ ہر حال میں دستگیری فرماتے ہیں۔

خوف ورجاء

مضمون: احیاء العلوم میں پڑھا ہے کہ جوانی میں خوف غالب ہونا چاہئیے مگر حضرت کے ارشادات سے کچھ ایسی تسلی ہوتی ہے کہ اپنے میں رجاء غالب پاتا ہوں۔

جواب حضرت: حضرت امام کا ارشاد باعتبار غالب طبائع کے ہے کہ رجاء میں کام نہیں کرتے وہ ان کا علاج ہے اور جو رجاء میں زیادہ کام کرتے ہوں ان کے لئے نہیں۔

اس کے بعد میں ایک ہفتہ کے لئے واپس سکول چلا گیا۔ اہلیہ تھانہ بھون ہی میں رہیں۔وطن سے میں نے ایک خط لکھا جس پر ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ کی تاریخ درج ہے۔

بیعت وتلقین کی اجازت

اس پر حضرت نے ''بشارت'' کا لفظ تحریر فرما کر تحریر فرمایا بے اختیار قلب پر تقاضا ہوا کہ توکلاً علی اللہ تعالیٰ آپ کو اجازت دوں کہ اگر کوئی طالب حق آپ سے بیعت وتلقین کی درخواست کرے منظور کرلیں۔اس میں آپ کی بھی اصلاح میں مدد ملے گی۔ اشرف علی۔ آپ کے گھر میں بھی خیریت ہے (اس خط پر حضرت کے تین جگہ دستخط ہیں)

خط نمبر ۸۹: حضرت کے ارشاد خط نمبر ۸۸ کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔خدا کی قسم میں اس قابل ہوں کہ

عکسِ خط : ۸۸

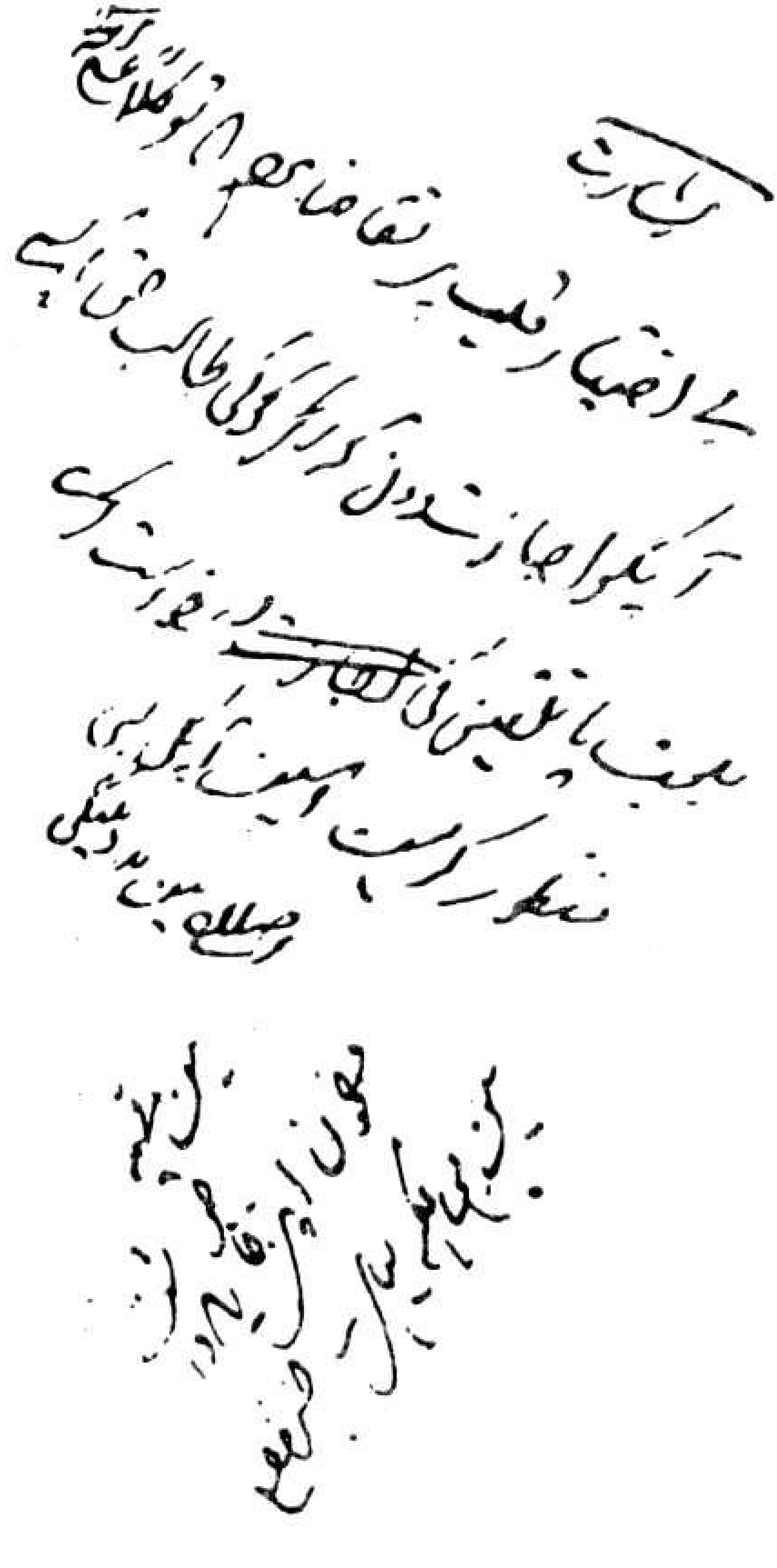

عکسِ خط: ۹۷

محترمہ منٹو صاحبہ آداب

خاصا انتظار رہا

کچھ لکھا دو دفعہ

نئے مسودے پہنچ

مبارک ہو —

بیگم یہ ٹھیک ہیں یا جاوید

کہ یوسف کو تسلی دو دفعہ

میں نے پوچھ لیا

۔ دائم دعا ہے

پرچہ ابھی ملا

ایک بات لکھنی رہ گئی تھی

وہ یہ کہ اس کی اطلاع نہ ہو خالص

کسی مسودے کا [illegible] کو

گندی نالی میں پھینک دیا جاؤں اور ہر شخص مجھ پر تھوک تھوک کر جائے۔

جواب حضرت: بس میں اپنے دوستوں کے لئے اسی حالت کا انتظار کیا کرتا ہوں اور وقوع سے مسرور ہوتا ہوں مبارک ہو۔

بقیہ مضمون خط: حضرت! مجھے تو خود ہی کچھ نہیں آتا میں کسی کو کیا بتلاؤں گا۔ اگر وہ بات آتی ہوئی بتادوں گا ورنہ یہ کہہ دوں گا کہ مجھے نہیں آتی۔

جواب حضرت: بلکہ یہ کہہ دیا جائے کہ پوچھ کر بتلادوں گا۔ پھر مجھ سے پوچھ لیا۔

بقیہ مضمون: حضرت دعاء فرمائیں کہ میری زندگی اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں کٹ جائے۔

جواب حضرت: دل سے دعاء ہے۔

اس کے بعد حضرت نے خط کے نچلے حصے میں تحریر فرمایا: پرچہ سابق میں ایک بات لکھنے سے رہ گئی تھی وہ یہ کہ اس کی اطلاع اپنے خالص مخلص دوستوں سے کردی جائے۔

کلید جمعیت

مضمون: حضرت اقدس! میں خود ہی گم کردہ راہ ہوں کسی کو کیا خاک رہنمائی کروں گا؟ حضرت کوئی طریقہ ارشاد فرمائیں جس سے پریشانی دور ہو۔

جواب حضرت: یہی پریشانی کلید جمعیت ہے۔

دعاء افضل الاذکار ہے

مضمون: بعض اوقات ذکر کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کا ان الفاظ میں شکر کرنے لگتا ہوں اے اللہ تیرا بڑا کرم ہے کہ تو نے ہمیں دامن اشرف عطاء فرمایا۔ پھر بار بار انہیں کلمات کو دھراتا ہوں کہ اے اللہ تیرا بڑا کرم ہے کہ تو نے ہمیں دامن اشرف عطا فرمایا۔ حضرت دل کانپتا ہے کہ میرے اس خط سے حضرت کو کوفت نہ ہو کہ یہ سب جوش کی باتیں ہیں ہوش کی نہیں ہیں۔

جواب حضرت: اور جو اس وقت مجھ کو بھی ہوش نہ رہتا ہو؟

بقیہ مضمون: حضرت اقدس معافی کی التجاء ہے

جواب حضرت: معافی کی جگہ فرمائش کی درخواست کرتے۔

بقیہ مضمون: بعض دفعہ ذکر چھوڑ کر دعاء مانگنے لگتا ہوں۔

جواب حضرت: دعاء تو افضل الاذکار ہے۔

مضمون خط: حضرت، سخت بیماری کی وجہ سے سب وظائف گڑ بڑ ہو گئے۔

جواب حضرت: بلکہ بڑھ چڑھ گئے کیونکہ وظائف کا اجر گھٹتا نہیں اور بیماری کا بڑھ گیا۔

عظمت و ہیبتِ محبت اور محبت عشقی

مضمون خط: ۹۱ (یکم محرم الحرام ۱۳۵۲ھ) حضرت ارشاد فرماویں کہ حضرت کی محبت کے ساتھ اتنی ہیبت کیوں ہے؟

جواب حضرت: اس عنوان سے سوال مناسب نہیں۔

بقیہ مضمون: یہ بھی ارشاد فرماویں کہ یہ ہیبت میرے لئے مضر تو نہیں؟

جواب حضرت: یہ سوال البتہ مناسب ہے۔ اس کا جواب دیتا ہوں مضر کیا بلکہ نافع ہے اور یہ ہیبت غایت محبت سے ناشی ہوتی ہے۔ دراصل ہیبت وہی ہے جو محبت سے ہو جس کا سبب ایک امر عقلی ہوتا ہے کہ کہیں محبوب ناراض نہ ہو جاوے اس کی ہیبت ہوتی ہے اور ایک امر طبعی ہوتا ہے یعنی غایت محبت سے محب فنا ہو جاتا ہے اور غایت فنا سے محبوب کی غایت عظمت پیدا ہوتی ہے اور غایت عظمت سے ہیبت کہ اگر مجھ پر کوئی تکلیف آ گئی تو کیا ہوگا؟ حضرت اقدس ارشاد فرمائیں کہ یہ پریشانی مذموم تو نہیں؟

جواب حضرت: بلکہ بعض اوقات اس سے بہت پرے کی شان مل جاتی ہے۔

مضمون: حضرت مجھ میں امتحان کی طاقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ کوئی مصیبت آ جائے تو صبر کی طاقت معلوم نہیں ہوتی۔ حضرت والا! علاج ارشاد فرماویں۔

جواب حضرت: اس کا حاصل تو یہ ہے کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ بشر نہ رہوں۔

مراتبِ ادب

مضمون خط: پہلے تو علماء کرام کے مواعظ سن کر دل میں جوش اور ولولہ اٹھا کرتا تھا۔ اب اس حالت میں بھی تغیر ہے بلکہ یہ کیفیت ہے کہ نہ بری بات کو دیکھ کر زیادہ رنج ہوتا ہے نہ اچھی بات کو دیکھ کر خوشی ہی ہوتی ہے۔ حضرت ارشاد فرمائیں کہ میری مذکورہ حالت کیسی ہے؟ قابل اصلاح ہو تو علاج ارشاد فرماویں۔

جواب حضرت: اس طرح پوچھنا خلاف ادب ہے۔ اس میں تمام تر بار مخاطب پر ڈال دیا گیا ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ جس حالت کے متعلق پوچھنا ہو وہ حالت لکھ کر پھر اس میں جو شبہ ہو اس کو

لکھنا چاہئے کہ اس حالت میں فلاں برائی کا شبہ ہے تا کہ مخاطب اس شبہ میں غور کر کے جواب دے۔ تم میں ادب کم ہے خلوص ہے، محبت ہے مگر قدرے بے ادب ہو گئے ہو تمہارا لہجہ ایسا ہے جیسے بالکل دل میں جھجک نہ رہی ہو۔ جیسے برابر کے دوست سے بات چیت کرتے ہوں اور میں تو ادب کے قابل نہیں مگر یہ طرز اس طریق میں مضر ہے۔ اگلے خط میں میں نے ندامت سے معافی مانگی۔

تحریر فرمایا: بہتر معاف کر دیا۔

اس سے اگلے خط میں میں نے پوچھا کہ قلب مبارک پر میری بدتمیزی کا کوئی اثر تو نہیں؟

جواب حضرت: اثر تھا مگر کم ہو رہا ہے ممکن ہے کہ جانے کے وقت تک صاف ہو جائے، ورنہ جانے کے بعد دو چار خط تک یقیناً صاف ہو جاوے گا۔ میں نے وطن پہنچ کر خط لکھا کہ اب دل گواہی دیتا ہے کہ میرے حضرت مجھ سے خوش ہو گئے ہوں گے۔

جواب حضرت: اللہ اللہ اپنے دل کو ایسا پاک صاف سمجھ گئے کہ اس کی شہادت غلط نہیں ہو سکتی۔ تم میں واقعی ادب نہیں۔ اپنی عقل و تقویٰ پر ناز ہے جو مہلک ہے تواضع سیکھو۔

دقیق مسئلہ میں احتیاط ہی اسلم ہے

مضمون: حضرت والا! اگر کوئی شخص مجھ پر ظلم و تعدی کرتا ہے تو میں اپنے دوست احباب سے اس کی شکایت کرتا ہوں۔ اس سے طبیعت کی گرانی جاتی رہتی ہے۔ ورنہ طبیعت پر بوجھ رہتا ہے۔ اگر یہ غیبت میں داخل ہو تو۔ حضرت والا علاج فرماویں۔

جواب حضرت: دقیق مسئلہ ہے مگر احتیاط ہی اسلم ہے بجائے شکایت کے دعاء دیا کریں تذکرہ بھی ہو جاوے گا اور غیبت بھی نہ ہوگی۔

اسباب منافی توکل نہیں

مضمون: حضرت میری نظر اسباب پر زیادہ ہے مسبب پر نہیں ذرا سی بات پر پریشان ہو جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر توکل معلوم نہیں ہوتا۔

جواب حضرت: ایمان تقدیر پر اور توکل مامور بہ ہیں اور مامور بہا سب اختیاری و عقلی ہیں اور پریشانی یا نظر سب اسباب امور طبعیہ اور فطریہ ہیں۔ امور اختیاریہ و امور طبعیہ جمع ہو سکتے ہیں۔ ان میں تنافی اور تضاد نہیں یعنی باوجود توکل کے پریشانی ہو سکتی ہے۔

ہدیہ میں خلوص

مضمون: جب کسی کو کوئی ہدیہ بھیجتا ہوں تو خلوص سے بھیجتا ہوں لیکن جب غور کرتا ہوں تو اپنی نیت میں اس قسم کی کچھ آمیزش ضرور پاتا ہوں کہ وہ ہدیہ سے میری طرف زیادہ متوجہ ہوں گے اس سے دل میں خوشی بھی ہوتی ہے حضرت والا، ارشاد فرماویں کہ یہ خودغرضی اور خلاف اصول شرع تو نہیں؟

جواب حضرت: نہیں کیونکہ حدیث "تهادوا تحابوا" میں زیادۃ حب کا غایت مطلوب شرعیہ ہونا خود مصرح ہے۔ پس غایت مطلوب شرعیہ کا قصد کرنا خلاف خلوص نہیں ہوسکتا اور راز اس میں یہ ہے کہ "حب فی اللّٰہ" دین ہے تو اس کا قصد کرنا دین کا قصد ہے دنیا کا قصد نہیں ہے اور ریاء وعدم خلوص کی حقیقت طاعت سے دنیا کا قصد کرنا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگر ہدیہ بطور طاعت نہ ہو بلکہ کسی غرض کی تدبیر ہو تو مثل دوسری دنیوی تدابیر کے ہے۔ کبھی مباح جیسے دنیوی ہبہ بالعوض کبھی غیر مباح جیسے رشوت فقط۔

بہت پرے کی شان

مضمون خط: دوسرے کی تکلیف کو دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہوں اور اس خیال سے پریشانی اور بڑھ جاتی ہے کہ اگر مجھ پر کوئی تکلیف آگئی تو کیا ہوگا؟ حضرت اقدس ارشاد فرمائیں کہ یہ پریشانی مذموم تو نہیں۔

جواب حضرت: بلکہ بعض اوقات اس سے بہت پرے کی شان مل جاتی ہے۔

مضمون: حضرت مجھ میں امتحان کی طاقت نہیں اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے کوئی مصیبت آجائے تو صبر کی طاقت معلوم نہیں ہوتی، حضرت والا علاج ارشاد فرماویں۔

جواب حضرت: اس کا حاصل تو یہ ہے کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ بشر نہ ہوں۔

مضر اور غیر مضر کی حس:

مضمون: اب رشتہ داروں کو ملنے سے وحشت ہوتی ہے۔ کبھی دل میں آتا ہے کہ رشتہ داروں سے ملنا چاہئے تا کہ ان کو نفع ہو۔ حضرت اس کے متعلق کوئی معیار بتلائیں کہ کہاں جانا چاہئے اور کہاں نہیں؟

جواب حضرت: کل کو پوچھنا کہ پہلے پاخانہ کھل کر ہوتا تھا اب رک کر ہوتا ہے اب کیا کروں؟ کیا تم کو مضر غیر مضر کی حس نہیں۔ جب تک عقل نہ آوے خط بند اٹھارہ روز بعد میں نے

حضرت کی خدمت میں لکھا کہ حضرت والا کے ارشاد کو پڑھ کر میرے ہوش ہی ٹھکانے نہ رہے۔

جواب حضرت: پہلے ہی ٹھکانے نہ تھے۔اس کے بعد ندامت سے معافی مانگی تو معاف فرمادیا۔

ایک دفعہ مجھ سے مخاطبت میں غلطی ہوگئی تھی۔ حاضری کے وقت مخاطبت ومکاتبت کی اجازت چاہی تو تحریر فرمایا ایک بار تجربہ ہو چکا، بس معاف کیجئے ایک اور خط میں تحریر فرمایا اگر خواہی سلامت بر کنارست۔

علاج اختیاری کا استعمال اختیار ہے

مضمون: حضرت والا میری طبیعت میں اعتدال نہیں ہے حضرت اس کا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب حضرت: علاج اختیاری کا استعمال اختیار ہے۔ بار باراس کا استعمال کیا جاوے اسی سے عادت ہو جاتی ہے اور کوئی مستقل علاج نہیں افسوس کیا اب تک ایسی موٹی باتیں بھی معلوم نہیں؟ خواہ مخواہ دوسرے شخص کو پریشان کرتے ہو۔ اگر ایسے ہی سوالات رہے تو عجب نہیں مکاتبت بالکل بند کر دی جائے۔

مبتدی ومنتہی کی تعلیم میں فرق

مضمون: اگر گھر میں کوئی صاحب ثروت عورت آئے تو دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اہلیہ دھلے ہوئے صاف ستھرے کپڑے پہنے ایک دو موقعوں پر تو فرمائش کر کے اہلیہ کو میں نے صاف اوراجلے کپڑے پہننے کو بھی کہا غور کرتا ہوں تو حقارت سے بچنے اور اہلیہ کو عام عورتوں سے امتیازی حالت میں دیکھنے کی خواہش غالب معلوم ہوتی ہے۔اس خواہش میں حب جاہ کی آمیزش بھی معلوم ہوتی ہے۔حضرت والا، اگر یہ واقعی مرض ہو تو اس کا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب حضرت: یہ فرق منتہی کو تو مضر نہیں۔ وہ علماً وعملاً حفظ حدود پر قادر ہے مگر مبتدی کو اس میں دھوکہ زیادہ ہو جاتا ہے۔اس کے لئے اسلم یہی ہے کہ اس کا اہتمام بالکل چھوڑ دے اگر کوئی حقیر سمجھے اس کو گوارا کرے۔

الفاظ کی تاثیر اوران کا احساس

مضمون: حضرت اقدس! یہ ناچیز انگریزی کا ماسٹر ہے۔اگر کوئی مجھے ''حاجی صاحب'' یا حضرت کہہ کر پکارتا ہے تو دل خوش ہوتا ہے۔اگر کوئی ''ماسٹر'' کہہ کر پکارتا ہے تو وہ خوشی حاصل نہیں ہوتی حضرت اقدس اگر یہ حالت مذموم ہو تو علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب حضرت: جیسے سب چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے خاصیتیں رکھی ہیں، اسی طرح الفاظ میں بھی اوران کے وہ آثار طبعی ہیں اوران کا احساس ایسا ہی ہے جیسے شیریں اور تلخ چیزوں کا۔ تو اگر کسی کو پختہ انار شیریں معلوم ہوتا ہے اگر چہ وہ حرام ہی کا ہو اور کریلا تلخ معلوم ہوتا ہے اگر چہ وہ حلال ہی کا ہو تو جیسے یہ احساس مذموم نہیں اسی طرح خاص الفاظ میں القاب کے آثار کا احساس بھی۔ البتہ خلاف واقع کو اپنے قصد سے پسند کرنا اور واقع کو اپنے قصد سے ناپسند کرنا یہ مذموم ہے۔ سو اس سے بچنا اختیاری امر ہے اور اس کا اسہل اور اسلم طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی مدحیہ الفاظ استعمال کرے فوراً ہی ان کی نفی اور ان سے نہی سے کام لے اور دل میں اللہ تعالیٰ سے ایسے اقوال کے شر سے پناہ مانگے۔

مضمون: حضرت والا نے دنیا ہی میں جنت کیسی خوشیاں دکھلا دیں۔

جواب حضرت: خوش فہمی مبارک ہو۔

باب ۵

آخری حاضری

حضرتؒ کی علالت

سیدی وسندی حضرت تھانویؒ کے وصال سے ایک ماہ پہلے میں خانقاہ میں حاضر ہوا۔ ان دنوں حضرت بہت زیادہ علیل تھے۔ دودن گذرنے پر ظہر کی نماز کے بعد اعلان ہوا کہ حضرت کو تکلیف زیادہ ہے، مہمانوں کو ملاقات کی اجازت نہیں۔ میں نے اپنی حاضری کی قصداً اطلاع نہ کی اور حضرت والا کے خادم جناب عبدالستار صاحب نے بھی یہی مشورہ دیا کہ اطلاع کرنے کے معنی تو اجازت ملاقات کا تقاضا کرنا ہے۔

شرفِ زیارت

اتفاقاً انہی عبدالستار صاحب نے ہی حضرت کے پاس تذکرہ کر دیا کہ ایک صاحب پنجاب سے محمد شریف نامی آئے ہوئے ہیں...... حضرت نے فرمایا انہوں نے مجھے اپنے آنے کی اطلاع کیوں نہیں کی۔ وہ تو میرے خاص لوگوں میں سے ہیں اگر وہ مجھ کو اطلاع دے دیتے تو میں ان کو ملنے کی اجازت دے دیتا۔ اور عبدالستار صاحب سے ہی فرمایا کہ ان کو اطلاع کر دو کہ کل مجھے ملیں۔

دوسرے دن خادم نے مجھے بتایا کہ حضرت نے پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ ان کو اطلاع کر دی گئی ہے؟ عرض کیا، کر دی گئی ہے۔

چنانچہ اگلے روز بعد نماز ظہر اعلان ہوا کہ آج حضرت کو کچھ افاقہ ہے تمام مہمانوں کو ملنے کی اجازت ہے۔ ہم سب حاضر ہو گئے۔ حضرت نے خادم کو بھیج کر سب سے پہلے مجھے طلب فرمایا میں اندر گیا، سلام عرض کیا۔ حضرت نے ناراضگی کے لہجے میں فرمایا کیا میں عالم الغیب ہوں کہ بغیر بتلائے مجھ کو پتہ لگ جاتا کہ آپ آئے ہوئے ہیں؟ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ کی؟

میں نے عرض کیا: حضرت، حماقت ہوئی۔

حضرت نے فرمایا بہت اچھا بیٹھ جایئے۔ پھر سب مہمان اندر آ گئے۔ حضرت تخت پوش پر بیٹھے ہوئے روئی کے گالے کی طرح سفید ہو رہے تھے۔ چہرہ مبارک پر ورم تھا اور مفتی جمیل احمد

صاحب سے خطوط کے جوابات لکھوار ہے تھے۔ یہ میری آخری ملاقات تھی۔ پھر حضرت کی خدمت میں حاضری نہ ہو سکی۔

ع حیف درچشم زدن صحبت یار آخر شد

میری محرومی اور حسرت

حضرت کے وصال پر کئی حضرات خواب پر تھانہ بھون پہنچے ہیں اور نماز جنازہ میں شرکت کی دولت انہیں نصیب ہوئی۔ مجھے خوابوں سے مناسبت نہیں لیکن حضرت کے وصال کا خواب میں نے بھی دیکھا مگر یہ سمجھ کر کہ میرے خواب تو جھوٹے ہوتے ہیں میں تھانہ بھون نہ پہنچا۔ دو تین روز بعد مولانا شبیر علی صاحب کا خط آ گیا کہ حضرت کا وصال ہو گیا۔ سوائے حسرت کے کوئی چارہ نہ رہا۔

نالائقی پر بھی اللہ تعالیٰ کا انعام

اب میں تھانہ بھون پہنچا۔ سٹیشن سے سیدھا قبر مبارک پر گیا۔ اپنے قلب پر وہی کیفیت طاری کیے ہوئے جو حضرت کی مجلس میں دل پر طاری رہتی تھی۔ دل کا فیصلہ یہی تھا کہ اس کیفیت میں فرق نہ آنا چاہیے قبر مبارک پر پہنچتے ہی کیفیت ہیبت حالت انس میں دفعتاً بدل گئی۔ ایسا محسوس ہوا کہ قبر مبارک پر رحمت کی بارشیں ہو رہی ہیں۔ اور میں ان بارشوں کے نیچے کھڑا ہوں۔ رحمتوں نے مجھے بھی گھیر لیا ہے چاروں طرف قبر مبارک پر پھول جھک رہے تھے پر لطف نظارہ دیکھا، رحمت کی بارشیں اپنے اوپر لیں اور انس کی کیفیت پر مسرور مولانا شبیر علی صاحب اور حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں خانقاہ پہنچا۔ دونوں حضرات عجیب محبت اور لطف سے پیش آئے۔

ایک دفعہ پھر بھی تھانہ بھون اور قبر مبارک پر جانا نصیب ہوا پھر ملک تقسیم ہو گیا میں پاکستان آ گیا اور پھر تھانہ بھون جانا مشکل ہو گیا۔

باب ۶

دوسرے خطوط

حضرت کی عجیب نافع تعلیمات

مضمون: مصیبت کے موقعوں پر بہت پریشانی ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس ناچیز میں صبر اور رضا بر قضا نہیں ہے۔

جواب حضرت اقدس: جس پریشانی میں حدود شرع سے تجاوز نہ ہو وہ صبر اور رضا بر قضا کے خلاف نہیں۔

مضمون: بعض اوقات اپنی گذشتہ نافرمانیاں اور موجودہ نالائقیاں دیکھ کر مایوسی اور غفلت چھا جاتی ہے۔ طبیعت ذکر کی طرف نہیں آتی، بہت سا وقت سوچ بچار میں یونہی گزر جاتا ہے۔ اس مرض کا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب: مرض کہتے ہیں معصیت کو کیا یہ معصیت ہے؟

مضمون: پریشانی کے وقت طبیعت ذکر کی طرف نہیں آتی۔

جواب: خود نہیں آتی یا لانے سے بھی نہیں لاتے۔

مضمون: پریشانی حجاب معلوم ہوتا ہے حضرت اقدس یہ حجب کس طرح مرتفع ہو؟

جواب: اس کو حجاب کس اعتبار سے کہا جاتا ہے اور اگر کسی تاویل سے حجاب ہے تو اس میں دینی ضرر کیا ہے؟

مضمون: اکثر توبہ ٹوٹ جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ زبان کو نہ چلانا اختیار میں ہے۔ لیکن چلا دیتا ہوں؟ حضرت اس مرض کا ازالہ کس طرح ہو؟

جواب: استحضار و ہمت

توکل اور پریشانی

مضمون: معلوم ہوتا ہے صرف اسباب پر ہی نظر ہے۔ مسبب پر نہیں ہے تقدیر پر ایمان ہے مگر ذرا سی تکلیف پر پریشان ہو جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل معلوم نہیں ہوتا۔

جواب: ایمان تقدیر پر اور توکل مامور بہ ہیں اور امور مامور بہا سب اختیاری و عقلی ہیں اور پریشانی یا نظر بر اسباب امور طبعیہ وفطریہ ہیں۔ امور اختیاریہ و امور طبعیہ جمع ہو سکتے ہیں ان میں تنافی و تضاد نہیں یعنی باوجود توکل کے پریشانی ہو سکتی ہے۔

بدعتیوں کے لیڈر

مضمون: میں سب کو سلام کہتا ہوں۔ بدعتیوں تک کو لیکن بدعتیوں کے مقتداؤں کو سلام کرنے کو دل نہیں چاہتا کہ لوگ سند پکڑیں گے۔ ان کے متعلق طبیعت میں انقباض ہوتا ہے۔ اپنی بڑائی کا شبہ بھی ہوتا ہے۔ ایسے مواقع پر کیا طریقہ اختیار کروں؟

جواب: ایسوں سے ترک سلام ہی مناسب ہے اگر کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

مضمون: حضرت اقدس دعا فرمائیں حق تعالیٰ اس نالائق کو کسی ٹھکانے لگائیں۔

جواب: دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ پر توکل چاہئے۔

مضمون: اپنی حالت پر اطمینان سا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت اقدس ارشاد فرمائیں یہ عجب تو نہیں۔

جواب: یہ امید ہے عجب نہیں مگر ساتھ ہی خوف کا بھی استحضار ضروری ہے۔

عیب کا اظہار

مضمون: میں لوگوں سے اپنے عیوب کا اظہار نہیں کرتا۔ صرف حضرت والا کو بتاتا ہوں۔ حضرت ارشاد فرمائیں یہ تکبر تو نہیں۔ اگر تکبر ہو علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب: نہیں دوسروں کے سامنے تو اظہار برا بھی ہے کہ بلا ضرورت معصیت کا اظہار ہے اور مصلح کے سامنے ضرورت ہے معالجہ کی۔

مضمون: میں نے چوبیس گھنٹے کا بھرپور نظام الاوقات حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا اور منظوری چاہی۔

جواب حضرت والا: بالکل کافی ہے کیا کوئی راحت اور تفریح کا وقت رکھنے کا ارادہ نہیں؟

آگے میں نے لکھا وقت تھوڑا ہے کتابیں مطالعہ کے لئے زیادہ ہیں کیا کروں،

جواب حضرت والا: ایک روز ایک کتاب ایک روز ایک کتاب۔

اچھی نیت سے غلطی

مضمون: حضرت اقدس سخت حماقت ہوئی حضور سے عہد کیا تھا کہ کبھی جھگڑا نہ کروں گا عہد شکنی

ہوئی سخت ندامت سے تجدید توبہ اور عہد کرتا ہوں۔

جواب حضرت: اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

مضمون: واقعہ یوں ہوا ایک مسلمان دکاندار نے سخت بے دینی بے ادبی کے کلمات کہے مجھے جوش آ گیا کہ اسے ہوش میں لانا چاہئیے میں بھی خوب لڑا۔ وہ جہل کا اقرار بھی کرتا تھا مگر اسے حق مطلوب نہ تھا اسلام پر اعتراضات کئے جاتا تھا۔ آخر لڑنا فضول سمجھ کر میں چل دیا۔

جواب حضرت: ایسا بھی ہو جاتا ہے مگر اس کا علاج یہی استحضار وتجدید استغفار واصلاح ہے۔

بقیہ مضمون: اب چاہئے تھا کہ ایسے شخص سے اللہ کے واسطے بغض رکھا جاتا مگر مجھ سے یہ بھی نہ ہو سکا۔ پھر میں جھوٹ موٹ ایک چیز اس سے خریدنے گیا کہ دلوں میں کدورت نہ رہے۔ سلام بھی کہا۔ یہ بھی برا کیا اس سے جھوٹ کو تقویت ہوئی۔ حضرت میں نے بہت غلطیاں کیں۔ کس طرح تدارک کروں؟ اس بات سے بھی ڈرتا ہوں کہ یہ واقعہ ذریعہ فساد اور مسلمانوں میں تفریق کا باعث نہ بن جائے۔

جواب حضرت: جس غلطی میں اچھی نیت ہو۔ اس کی تحقیق کی زیادہ ضرورت نہیں اجمالاً استغفار اور آئندہ کے لئے عدم عود کافی ہے۔

بدعتیوں سے مدارات

بقیہ مضمون: ہمارے گاؤں میں کئی لوگ فرقہ ''زید اوست، بکر اوست'' والے ہیں کبھی کبھی وہاں جانا ہوتا ہے۔ ان کو سلام کہنا۔ سلام کا جواب دینا خیریت مزاج پوچھنا سب کچھ ہوتا ہے چونکہ پیدا ان ہی میں ہوا کچھ تعلق سا معلوم ہوتا ہے اور ترک سلام سے تکبر معلوم ہوتا ہے۔ ایک دن ان کے مقتداؤں میں ایک سخت بیمار خطرناک حالت میں تھا۔ میں عیادت کے لئے گیا اسے پنکھا کرنے لگا۔ پاؤں دبانے کو دل چاہتا تھا۔ حضرت اقدس ارشاد فرمائیں کہ بدعتیوں معاندین اسلام کو سلام کرنا پنکھا کرنا سخت بیماری میں ان کے پاؤں دبانے کو تیار ہو جانا گناہ گمراہی اور نافرمانی کی مدد تو نہیں اگر یہ باتیں میرے لئے مضر ہوں تو آئندہ کیا طریقہ اختیار کروں؟

جواب حضرت والا: وہی اوپر والا جواب ہے اور معالجہ نفس کے لئے ایسے امور کہ ضابطہ سے کچھ نکلے ہوئے ہوں مضائقہ نہیں مگر صریح خلاف شرع نہ ہوں۔

وساوس

مضمون: حضرت اقدس اطمینان قلبی پھر مفقود ہے۔ وساوس پھر موجود ہیں۔ عدم التفات کی

کوشش کی لیکن بے سود، بدترین حالت ہے مستحق عذاب ہی کا معلوم ہوتا ہوں شاید حق تعالیٰ کیا معاملہ فرمائیں کانٹے کی برداشت نہیں عذاب کی کیسے برداشت ہوگی۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منافق ہوں یہ موجودہ عبادت بھی اسی وقت تک ہے جب تک عمدہ سے عمدہ کھانے پیٹ میں جارہے ہیں اگر چند دن بھی نہ ملیں تو شاید کیا حالت ہو مجھے اپنی عبادت کسی کام کی نظر نہیں آتی حضرت ارشاد فرمائیں میں کیا کروں؟

جواب حضرت والا: اس بحر طویل میں یہ کہیں نہیں بتلایا کہ معصیت کون سی صادر ہوئی۔

اِسراف

مضمون: حضرت اقدس مجھ میں اسراف کا مرض ہے۔احباب بھی یہی کہتے ہیں خرچ بہت کرتا ہوں پھر پریشان ہوتا ہوں۔مقروض تو نہیں۔لیکن پس انداز کچھ نہیں ہوتا تنگی سے گزر ہوتی ہے حضرت میں کیا کروں؟

جواب: سوچ سوچ کر خرچ کیا جاوے اور پھر بھی غلطی ہو جاوے تو استغفار کیا جائے۔اسی طرح مدت تک اہتمام رکھیں۔

مضمون: حضرت اقدس اسراف سے شفا نہیں ہوئی۔جب سوچتا ہوں تو اندر سے جواب ملتا ہے کہ یہاں خرچ کرنا کوئی گناہ نہیں پھر خرچ کر لیتا ہوں۔حالت وہی ہے جو پہلے تھی حضرت میں کیا کروں؟

جواب حضرت: سوچنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا معصیت نہ ہونا سوچ لیا کرے بلکہ یہ سوچا جائے اور ہر خرچ سے پہلے تین بار سوچا جاوے کہ اگر یہاں نہ خرچ کریں تو کوئی ضرر دنیوی یا اخروی تو لاحق نہ ہوگا۔

حالات مقصد کے تابع ہیں

مضمون: آشنا ملتے ہیں بعض کو دیکھ کر اور مل کر خوشی ہوتی ہے بعض کو دیکھتے ہی قلب میں تکدر محسوس ہوتا ہے اور آنکھ بچانے کی کوشش کرتا ہوں بلا لیں تو بتکلف بات کرتا ہوں۔دل میں کوئی خوشی نہیں پاتا۔ان کو اپنے سے بہتر جانتا ہوں لیکن دل چاہتا ہے کہ چلے جائیں حضرت اقدس اللہ کے بندوں سے یہ نفرت کیسی!اگر یہ تکبر یا کوئی مرض ہو تو علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب: جن حالات کا منشاء اپنی بڑائی نہ ہو وہ کبر نہیں۔

ہر تغیر مرض نہیں

مضمون: حضرت اقدس میرے دل پر ہر اچھی بری بات اثر کرتی ہے۔ کسی امیر سے ملتا ہوں تو امیر بننے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ غریب تنگ دست سے ملتا ہوں تو وہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کھیل تماشہ دیکھ کر بھی طبیعت الجھتی ہے حضرت اقدس اگر یہ مرض ہو تو علاج ارشاد فرماویں۔

جواب: ہر تغیر مرض نہیں جیسے ہر حرارت بخار نہیں۔

مشکلاتِ راہ

مضمون: حضرت اقدس بعض دفعہ کچھ وقت اسی سوچ میں گزر جاتا ہے کہ ہائے میں کیا کروں کس برتے پر بڑی بڑی امیدیں رکھوں۔ اگر کوئی دفعتاً حادثہ پیش آئے۔ کوئی سانپ آجائے، کتا حملہ کرے یا مکان گر پڑے یا دفعتاً پیٹ میں درد اٹھے تو تھوڑی دیر صرف گھبراہٹ ہوتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ بھی یاد نہیں ہوتے اگر چہ جلدی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ موت کا وقت تو سخت امتحان کا ہوگا۔ خاتمہ کا بہت خطرہ ہے حضرت اقدس مذکورہ حالتیں اگر قابل اصلاح ہوں تو علاج ارشاد فرماویں۔

جواب: سب کو پیش آتی ہیں ان کا درجہ سیدھی سڑک کے ٹیلوں اور کھڈ سے زیادہ نہیں۔

طبعی انہماک

مضمون: حضرت اقدس میری طبیعت میں انہماک بہت زیادہ ہے جو اطمینان قلبی کو مکدر کر دیتا ہے طبیعت کسی سوچ میں پڑ جاتی ہے تو اس میں کچھ ایسا تکلف ہوتا ہے کہ انقباض پیدا ہو جاتا ہے بشاشت ختم ہو جاتی ہے۔ عجیب پریشانی ہوتی ہے۔ حضرت میں کیا کروں؟

جواب: طبعی خاصیت ہے جو معصیت نہیں۔ اس کی طرف التفات نہ کیا جاوے تو مضر نہیں۔

ظالم سے نفرت

مضمون: حضرت اقدس جب ایک مسلمان اور کافر میں مقابلہ ہو اور کافر سچا ہو تو مسلمان پر غصہ آتا ہے کہ یہ ظالم کیوں ہے اور کافر کی حمایت کرتا ہوں۔ حضرت اقدس میری یہ حالت مذموم تو نہیں؟

جواب حضرت والا: نہیں۔

مضمون: کیونکہ اس میں مسلمان کی مخالفت اور کافر کی اعانت ہے۔

جواب حضرت والا: حق پر یا ناحق پر۔

غیر مسلموں سے علیک سلیک

مضمون: حضرت عجیب بات ہے کہ میرے نا اہل ہونے کے باوجود غیر مسلم ہندو، سکھ حتی کہ مرزائی بھی عزت سے پیش آتے ہیں اور سلام بندگی آداب عرض وغیرہ کہتے ہیں میں جواب میں یہ الفاظ کہتا ہوں۔ سلام، جناب، یا صرف ہاتھ اٹھا دیتا ہوں۔ کبھی آہستہ سے ''ہداک اللہ'' کبھی صرف یہ کہتا ہوں جناب کے مزاج تو اچھے ہیں۔ ''مزاج شریف'' لیکن مروت سے پیش آتا ہوں۔ ان کو اپنے سے بہتر جانتا ہوں۔ حضرت اگر کوئی بات قابل اصلاح ہو تو ارشاد فرمائیں۔

جواب: سب ٹھیک ہے۔

کھانے میں لذّت کی طلب

مضمون. میں نے حضرت اقدس کو لکھا تھا کہ میں بہت ہی لالچی ہوں۔ حریصوں کی طرح کھاتا ہوں۔ ایک ایک لقمہ میں لذت چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا تھا۔

جواب: مذموم ہونے کا احتمال کیوں ہوا؟

مضمون: حضور کے اس ارشاد پر میں نے تمام پہلوؤں پر غور کیا تو سمجھ میں آیا کہ یہ تمام طبعی امور ہیں اور ایک ایک لقمہ گھونٹ سانس بے بہا نعمتیں ہیں نہ ملیں تو آنکھیں کھلیں اپنے آپ کو ان نعمتوں کے لائق نہ سمجھ کر ان نعمتوں کو لینا مرض نہیں بلکہ نعمتوں کا شکر ہے۔ بشریت کے ساتھ نفس کے تقاضے مذموم نہیں اگر حرام یا مشتبہ مال سے پورے نہ کئے جائیں۔ حضرت اگر سمجھنے میں کوئی غلطی ہو تو حضور سمجھا دیں۔

جواب: ٹھیک سمجھے۔

پیٹ بھر اور نیت بھر

مضمون: اب صرف ایک بات پوچھنے کی رہ گئی۔ حضرت کی اجازت پیٹ بھر کھانے کی ہے نیت بھر کر کھانے کی نہیں ہے اور میں تو نیت بھر بھر کھاتا ہوں۔ حضرت میں کیا کروں؟

جواب: اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ زیادہ ہونے سے کوئی ضرر یعنی مرض ہو جاوے وہ حرام ہے ورنہ حلال۔

غیر مذموم ذہول

مضمون: حضرت اقدس جب میں طلباء کو پڑھاتا ہوں تو تمام تر توجہ ادھر ہی ہوتی ہے اور حق تعالیٰ بھولے ہوئے معلوم ہوتے ہیں یاد بھی آتے ہیں لیکن انہماک میں پھر وہی پہلا حال ہو جاتا ہے۔ حضور ارشاد فرمائیں کہ یہ ذہول تو نہیں؟

جواب: ہے تو............مگر عذر کے سبب مذموم نہیں معاف ہے۔

شیخ سے محبت:

مضمون: حضرت اقدس طریقہ بتلائیں کہ جتنی محبت حضرت سے مجھے اب ہے اس سے زیادہ محبت کس طرح حاصل ہو؟

جواب: بلا قصد ہو جاتی ہے۔

آرام طلبی

مضمون: حضرت اقدس میں آرام طلب بہت ہو گیا ہوں۔ کام کرنا تو چاہتا ہوں لیکن اگر ایک رات بھی کم سوؤں تو اگلا سارا دن بے لطفی میں گزر جاتا ہے۔ دل یہ چاہتا ہے کہ بالکل آرام سے رہوں۔ کھاؤں، پیئوں، پہنوں، سوؤں اور پھر جتنا ہو سکے کام کروں۔ حضرت اگر میری حالت قابل اصلاح ہو تو علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب: نہ محمود نہ مذموم۔ امر طبعی ہے جس کے ازالہ کا انسان مکلف نہیں۔

ذوق وشوق

مضمون: حضرت اقدس میں سخت دل ہو گیا ہوں۔ ذوق شوق مدھم پڑ گئے۔ علماء کی تقریروں میں وہ اثر نہیں جو پہلے تھا۔ دین فروش واعظوں پر وہ پہلا سا غصہ نہیں بے حس سا ہو گیا ہوں............ارشاد فرمائیں یہ حالت مذموم تو نہیں؟

جواب: نہیں.....مگر واجب ترک نہ ہونے پاوے۔

طبعی دُوری

مضمون: بعض حضرات سے دل ملنے کو نہیں چاہتا۔ طبیعت میں رکاوٹ سی پیدا ہو جاتی ہے۔ ظاہراً مروت سے پیش آتا ہوں۔ جائز کام کیلئے کہیں تو کر دیتا ہوں لیکن بشاشت نہیں ہوتی حضرت

مجھے اپنی حقیقت معلوم، پھر بھی اللہ تعالیٰ کے بعض بندوں سے یہ انقباض کیوں۔ اگر یہ مرض ہوتو علاج ارشاد فرماویں ویسے اپنے آپ کو ان سے کمتر جانتا ہوں۔

جواب: مرض نہیں جب ان کی تحقیر نہ ہو نہ اعتقاد سے نہ برتاؤ سے۔

مضمون: حضرت اقدس اس دفعہ میرا قیام صرف بارہ دن ہوگا۔ اس وقت یہ ناچیز ذکر دوازدہ تسبیح اور ذکر اسم ذات بلا تعداد کر رہا ہے۔ یہ دن فرصت کے ہیں۔ اگر حضرت اقدس مناسب خیال فرماویں اور جس قدر مناسب خیال فرماویں اسی قدر یہ ناچیز ذکر زیادہ کیا کرے۔

جواب: **لا الٰہ الا اللہ** کا کوئی بڑا عدد بقدر تحمل و بقدر فرصت مقرر کر لیا جاوے۔

جلد بازی

مضمون: حضرت اقدس میری طبیعت میں اعتدال نہیں، عجلت میں کئی غلطیاں کرتا ہوں۔ جلدی میں کسی کو کوئی مشورہ دے دیا یا معمولی سمجھ کر کوئی اخفاء کی بات ظاہر کر دی بعد ازاں نتیجہ اچھا نہ نکلا اور ندامت ہوئی کسی نے کوئی روایت کی بلا تحقیق یقین کر کے کسی پر بدظنی کی۔ بعد میں وہ روایت غلط ثابت ہوئی اور ندامت ہوئی۔

جواب: یہ معصیت ہے اس کو بالکل چھوڑ دو اور چھوڑ دینا بہت سہل ہے۔

مضمون: حضرت اقدس اس بے اعتدالی کا علاج ارشاد فرماویں۔

جواب: **العلاج بالضد و الضد باالاختیار کم۔**

ایک کا ہو کر رہنا

مضمون: یہ ناچیز سب علماء کے وعظ سنتا تھا۔ مفید غیر مفید سب طرح کے مضامین کان میں پڑتے تھے اب دلچسپی نہیں رہی۔ حضرت کی کتابوں ہی کو کافی سمجھ لیا ہے۔ جلسوں وعظوں میں جانے کا کوئی اہتمام نہیں نہ ہی علماء سے ملنے کی زیادہ خواہش۔ یہی سمجھ لیا ہے کہ بس حضرت کافی ہیں۔ علماء کی بڑی شان اور یہ ناچیز نکما جاہل...... پھر علماء کی اتنی بے قدری کیوں؟

جواب: یہ علماء سے استغناء نہیں بلکہ بعض کے غیر مفید مضامین سے بُعد و انقباض ہے جو مذموم نہیں۔

وضع قطع سنوارنا

مضمون: حضرت اقدس پہلے میں ترکی ٹوپی، نکٹائی بوٹ پہنا کرتا تھا پھر حضور کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو چھوڑنے کی توفیق عطا فرمادی اور فیشن پسند دوستوں اور رئیسوں سے ملنا

چھوٹ گیا۔ مگر اب بھی ان میں سے کوئی پرانا دوست یا قصبہ کا رئیس سامنے آجاتا ہے تو میری نظر فوراً اپنے لباس پر جاتی ہے کہ صاف ستھرا بھی ہے یا نہیں پگڑی کی بندش ٹھیک ہے یا نہیں اور جب پہلے معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں صاحب کو ملنا ہوگا تو اپنے آپ کو کسی قدر سنوار لیتا ہوں۔ خیال آتا ہے یہ لوگ ہماری وضع کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں ان کے سامنے اچھی حالت میں آنا چاہیئے۔ حضرت حُبِّ جاہ کا شبہ ہوا اگر یہ واقعی مرض ہو حضرت والا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب: جب مریض کو واقعی کا علم نہیں تو مجھ کو کیسے ہوسکتا ہے مگر شبہ کی حالت میں احتیاط علاج ہی میں ہے اور وہ علاج مخالفت کرنا ہے تقاضائے نفس کی۔

مضمون: حضرت اقدس ایک بیمار دوست کو دیکھنے کے لئے باہر جانا تھا۔ کچھ اور احباب اور پرانے انگریزی دان دوست بھی وہاں موجود تھے۔ میری قمیض پر چکنائی کے داغ تھے پگڑی بھی میلی تھی۔ نفس اس بات کو تو برداشت کرتا تھا کہ جانے کا ارادہ ترک کردوں لیکن اس گندی حالت میں جانا ناگوار تھا۔ چنانچہ پگڑی کو تو اس طرح باندھا کہ میلا حصہ پیچوں میں چھپ گیا۔ قمیض اور پاجامہ بدل لیے۔ نفس نے تاویل کی کہ جب تیرے دل کو لوگوں کے بدبودار گندے کپڑوں سے تکلیف ہوتی ہے تو اوروں کو بھی تیری گندی حالت سے اذیت ہوگی۔ لیکن جب غور کرتا ہوں تو ذلت سے بچنے، بلکہ اوروں کو اچھا لگنے کی خواہش اس میں موجود پاتا ہوں اور شبہ اس لئے بھی ہوا کہ آئندہ تنگی سے بچنے کی غرض سے نفس چاہتا ہے کہ حضرت والا کو بعض سخت ضرورت کے مواقع عرض کروں مثلاً افسروں کی آمد پر اگر مدرسین میلے کپڑوں میں جائیں تو وہ افسر سختی کرتے ہیں۔ نفس چاہتا ہے کہ ایسے موقعوں پر لباس بدلنے کی اجازت مل جائے اگرچہ وہ دن جمعہ کا نہ ہو۔ حضرت اقدس اگر یہ حال میرے لئے مضر ہو تو اس کا علاج ارشاد فرماویں۔

جواب حضرت اقدس: یہ محض (۱) تاویل ہے، یہ (۲) مطلوب ہے، یہ (۳) مذموم ہے اس کی نیت نمبر ا سے بدل دی جاوے۔

خط نمبر ۹/۹۹ صفر ۱۳۵۲ھ

مضمون: حضرت اقدس کئی روز سے دل چاہتا ہے کہ ایک کرتہ ایک پاجامہ اور ایک دستار حضور میں ہدیہ گزاروں دل چاہتا ہے کہ جوڑا قیمتی اور عمدہ ہو۔ آسانی اس میں ہوگی کہ تینوں کی قیمت ارسال خدمت کروں اور حضور حسب منشاء سلوالیں اگر زیادہ ہونے کا طبیعت مبارک پر بار ہو تو

دستار کی جگہ ٹوپی سہی۔ مقصود صرف تطییب قلب مبارک ہے اور کوئی غرض نہیں۔ اگر طبیعت مبارک پر بار نہ ہو تو اندازہ فرما کر تحریر فرماویں کہ کتنے روپے ارسال خدمت اقدس کروں۔ دل تو یہ چاہتا ہے کہ دستار کی قیمت لگائیں۔ اگر پسند نہ ہو تو ٹوپی کی۔ منی آرڈر کے کوپن میں بات صاف کر کے لکھ دوں گا۔

جواب حضرت: ٹوپی پر خط کشیدہ فرما کر حضرت نے تحریر فرمایا۔ میرا مذاق یہی ہے آگے تحریر فرمایا ۸/ر میں عمدہ جوڑا بنے گا۔ گھر میں اندازہ لگوالیا۔ میں نے دو روپے آٹھ آنے بھیج دیئے۔

آثار عشق پر ہدیہ تبریک:

میں نے اپنے ایک خط میں حضرت والا کو لکھا کہ تمام دنیوی کتب سے مستغنی ہو گیا ہوں۔ حضرت کی کتب پڑھنے کو دل چاہتا ہے دل میں یہ آتا ہے کہ جو وقت گذرے حضرت ہی کی خدمت وصحبت میں گذرے۔ دوسرے علماء کرام اور بزرگان دین کو باوجود بہت افضل جاننے کے کسی کی طرف رجوع کی ضرورت مطلقاً محسوس نہیں ہوتی۔

جواب حضرت: آثار عشق ہیں اور محمود ہیں گو مقصود نہیں۔

باب ۷

حضرت کی خوشی

حضرت کو خوش کرنا انتہائی آسان کام تھا۔ حضرت کو صاف گوئی اور معمولی معمولی باتوں سے متعدد بار خوش ہوتے دیکھا۔ میرے اور اہلیہ کے خطوط میں متعدد بار ایسے جملے حضرت نے تحریر فرمائے مبارک، مبارک، مسرور ہوا، دل خوش ہوا کہ تم کو دین کا خیال ہے اللہ نفع دے۔ اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس کے صلے میں اپنی محبت کاملہ عطا فرماوے۔ دعاء کرتا ہوں، دل سے دعاء کرتا ہوں۔ وغیرہ۔ میں تھرفٹ سوسائٹی (انجمن کفایت شعاری) کا ممبر تھا۔ رقوم پر سود لگتا تھا۔ میں نے اپنا نام نکال لیا۔ مبارکبادمل گئی۔

اسی طرح ریڈکراس سوسائٹی ہسپتال کا انچارج تھا۔ یہ فنڈ طلباء کا تھا۔ اساتذہ کرام ناجائز طور پر ادویہ لے جاتے۔ میں نے انچارجی چھوڑ دی۔ مبارکباد مل گئی۔

صرف دو واقعے اور لکھتا ہوں۔ جن سے واضح ہو سکے گا کہ حضرت مسلمانوں بالخصوص اپنے متعلقین کے دینی و دنیوی نفع سے کس قدر خوش ہوتے تھے۔

ترکی ٹوپی:

مضمون: حضرت اقدس یہ ناچیز ترکی ٹوپی پہنتا ہے ارشاد فرمائیں کہ اس کا پہننا میرے لئے مضر تو نہیں؟

جواب حضرت: کھٹک کیوں ہوئی اس کی وجہ لکھو۔

مضمون: حضرت نے ایک دفعہ مجلس میں فرمایا تھا کہ ''کانپور میں ایک وعظ کے دوران مسلمان نوجوانوں کی ترکی ٹوپیاں دیکھ کر میں نے کہا تھا کہ آج کل بعض اشخاص کے سروں پر دم نکل آئی ہے۔ اس پر ترکی ٹوپیوں والے ٹوپی سر سے اتار کر چھپانے لگے'' اس سے طبیعت میں کھٹک پیدا ہوئی بعد ازاں حضرت والا کے خلفائے کرام میں سے ایک صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ اس کا استعمال مسلمانوں میں عام ہو گیا ہے۔ اس لئے اگر کوئی پہن بھی لے تو حضرت چنداں خیال نہیں فرمائیں گے۔

جواب حضرت: جبکہ وہ شخص مجھ سے تعلق خاص نہ رکھتا ہو۔

بقیہ مضمون: بعدازاں حضرت کے ایک مرید سے جو عالم تھے، پوچھا تو انہوں نے بھی فرمایا کہ حضرت اقدس علمائے کرام کو اجازت نہیں دیتے۔ مگر عوام الناس اور مجھ جیسے نالائقوں کو اجازت دے دیتے ہیں۔

جواب حضرت: اوپر کی قید سے۔

نیچے میں نے لکھا: اس لئے پہن لینے کی جرات ہوتی رہی۔

جواب حضرت: تو تعلق کا کیا انتظام کیا۔

نیچے میں نے لکھا: حضرت اقدس ارشاد فرمائیں کہ میرے لئے اس کا پہننا مضر تو نہیں۔

جواب حضرت: اوپر لکھ چکا ہوں۔

میں نے ترکی ٹوپی اتاردی اور پگڑی باندھنا شروع کر دیا۔ خوش ہو گیا کہ تعلق خاص ہو گیا حضرت کو اطلاع کی تو حضرت نے تحریر فرمایا۔ مبارک ہو۔

دیکھئے ذرا سی بات پر حضرت سے تعلق خاص ہو گیا، حضرت خوش ہو گئے اور مبارک باد بھی مل گئی۔

مضمون: حضرت اقدس اہلیہ ڈیڑھ ماہ سے بعارضہ سرسام و بخار اور نمونیہ بہت علیل ہے۔

جواب حضرت: بہت دل دکھا میرا بھی، گھر میں کا بھی۔

بقیہ مضمون: حضرت اقدس دعائے صحت وعافیت فرمائیں۔

جواب حضرت: دل سے دعائے صحت کرتا ہوں۔

مضمون: اہلیہ نے سلام بھی عرض کیا ہے۔

جواب حضرت: میری طرف سے بھی سلام۔

مضمون: حضرت اقدس ڈیڑھ ماہ سے زیادہ اہلیہ بالکل بے ہوش رہی اب حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے ہوش میں ہے۔ ہوش میں آتے ہی نماز شروع کر دی۔

جواب حضرت: ماشاءاللہ۔

مضمون: اب پنج وقتہ نماز اشارہ سے ادا کر لیتی ہے۔

جواب حضرت: الحمدللہ۔

مضمون: بے ہوشی میں ''پیارے حضرت''، ''میرے ابا جی'' زبان پر رہے۔

جواب حضرت: اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں اپنی محبت کاملہ عطاء فرمائے۔

مضمون: ان شاء اللہ تین چار ہفتہ تک حضرت والا کو اپنے ہاتھ سے خط لکھنے کے قابل ہو جائیگی۔

جواب حضرت: خدا تعالیٰ ایسا ہی کرے۔

مضمون: حضرت والا کو اہلیہ کی شدید علالت کی اطلاع کی تھی۔ دل چاہا صحت یابی کی بھی اطلاع دوں۔

جواب حضرت: جزاکم اللہ تعالیٰ دل تو لگا تھا۔

مضمون: حضرت اقدس اپنی خیریت وعافیت سے بھی مطلع کریں۔

جواب حضرت: بحمد اللہ بعافیت ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمیں نعمت عظمیٰ ملی۔ حضرت والا کا دامن کوئی چھوٹی چیز ہے؟

مال کی محبتِ طبعی مذموم نہیں

مضمون: حضرت اقدس اللہ تعالیٰ امتحان میں نہ ڈالے معاملہ ایسا ہے کہ دس روپے جائز کے مقابلے میں دس ہزار ناجائز ملیں تو ناجائز کی طرف بفضلہٖ تعالیٰ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں۔ گو میری حالت ناگفتہ بہ ہے مگر حضرت والا کی برکت تو ہر کام میں اس ناچیز کو ظاہر و باہر نظر آتی ہے۔ جہاں شریعت، عقل اور مروت تقاضا کریں وہاں خوشی خوشی خرچ کرتا ہوں۔ ہر ایک کی حق تلفی سے بچتا ہوں اور اگر کوئی کچھ ادھار لے لے اور واپس ملنے کی امید نہ ہو تو سچے دل سے معاف کر دیتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ خدایا اس پر رحم فرمائیو اور قیامت میں میری وجہ سے مواخذہ نہ فرمائیو۔ مگر چند باتوں سے مال کی محبت کا شبہ ہوتا ہے مثلاً ایک دکان سے کوئی چیز خریدوں اور دوسری دکان میں وہی چیز ارزاں نرخ پر ملے یا کوئی دھوکہ دہی سے پیسے زیادہ لے لے تو اگرچہ واپس تو نہیں کرتا مگر رنج کافی ہوتا ہے۔ یا جس وقت تنخواہ آئے یا کسی ماہ خرچ کرنے کے بعد بچت ہو جائے یا کوئی چیز سستی مل جائے تو دل میں خوشی ہوتی ہے حضرت اقدس! ارشاد فرمائیں کہ اس ناچیز کو محبتِ مال کا مرض تو نہیں؟ اگر ہو تو اصلاح کس طرح ہو۔

جواب حضرتؒ: یہ محبت مذموم نہیں، اتنی محبت طبعی ہے اور اس میں حکمتیں ہیں۔

حُبِّ جاہ کا علاج

مضمون: حضرت اقدس عام طور پر تو اس ناچیز کے دل میں امراء ورؤسا سے ملنے کی خواہش

معلوم نہیں ہوتی۔ حتیٰ الوسع علیحدہ ہی رہتا ہوں اور نہ ہی بحمد اللہ اس بات کا انتظار رہتا ہے کہ وہ عزت کا سلوک کریں مگر بعض اوقات کچھ بیان کرنے کا اتفاق ہوتا ہے تو عوام کے مجمع میں اور حال ہوتا ہے اور اگر رؤسان شہر موجود ہوں تو اور حال ہوتا ہے۔ رئیسوں کی موجودگی میں طبیعت میں زیادہ جوش ہوتا ہے اور بات کو زیادہ قوت سے ادا کرتا ہوں مگر بات کچی ہی بیان کرتا ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ وہ متاثر ہوں۔ اگر اپنے حامی رئیس بیٹھے ہوں تو نفس یہ بہانہ بناتا ہے کہ آئندہ اہل بدعت کے مقابلہ میں زیادہ حمایت کریں گے اور مخالف ہوں تو یہ خیال آتا ہے کہ شاید مخالفت کم کر دیں۔ دل میں اس وقت خواہش ہوتی ہے کہ کوئی خاص ہی بات یاد آوے جو بیان کروں۔ خطبہ کا ترجمہ یا چھپا ہوا وعظ دیکھ کر پڑھنے میں طبیعت نہیں رکتی البتہ پرچہ پر کچھ نوٹ لئے ہوئے ہوں تو وہ کاغذ دکھانا نفس کو ناگوار گذرتا ہے۔ بہ تکلف دکھاتا ہوں۔ ایک دو دفعہ اس کے خلاف بھی ہوا کہ پرچہ نہیں دکھایا۔ ان حالات سے حب عزت اور اپنی لیاقت جتلانے کا شبہ ہوا۔ حضرت عالی! اگر یہ واقعی مرض ہو تو اس کا اعلاج ارشاد فرماویں۔ جس طرح حضور والا ارشاد فرماویں گے دل وجان سے اس پر عمل کروں گا۔

جواب حضرت: نیت نیک ہوتے ہوئے مرض تو نہیں مگر مقدمہ آئندہ کے مرض کا ہوسکتا ہے۔ غیر ماہر سے حدود کی رعایت دشوار ہے اس طرح سے وہ مضر ہو جاتا ہے۔ جیسے عمدہ غذاء اصول وحدود کے خلاف تناول کرنے سے ہیضہ ہو جاتا ہے۔ لہذا امراء کے سامنے ایسے علوم ہی نہ بیان کئے جائیں۔ البتہ مفید رسالوں کا پتہ ان کو بتلا دینا مضائقہ نہیں۔

مضمون: حضرت اقدس! عام طور پر تو اس ناچیز کو اپنے عیوب ہی پیش نظر رہتے ہیں۔ کوئی تعریف بھی کرتا ہے تو اپنی نالائقیاں یاد کر کے شرمندہ ہوتا ہوں۔ لوگوں سے حتی الوسع علیحدہ رہتا ہوں مگر بعض اوقات ضرورۃً کہیں جانا ہوتا ہے یا بعض دوست کبھی ملنے آجاتے ہیں تو دوران گفتگو میں کوشش کرتا ہوں کہ بات اس طرح قوت سے ادا ہو کہ مخاطب متاثر ہوں۔ اس وقت اگر کوئی تعریف کرتا ہے یا ان میں کوئی خاص اثر معلوم ہوتا ہے تو نفس خوش ہوتا ہے اور جب بیان کرنے سے رک جاتا ہوں تو دل میں خواہش ہوتی ہے کہ اگر کوئی بات مناسب مقام یاد آجاوے تو بیان کروں۔ جلسہ کے برخاست کے ساتھ طبیعت بے چین ہو جاتی ہے۔ بہت ڈر لگتا ہے اور گھبرایا ہوا پھرتا ہوں کہ ملنے والوں کا تو کچھ نفع ہو گیا مگر اپنا نقصان ہو گیا اگر یہ حب جاہ یا کوئی اور مرض ہو تو اس کا علاج ارشاد فرماویں۔

جواب حضرت: شبہ سے بھی بچنا چاہیئے اس عادت کو چھوڑ دیں۔

طلباء کو سزا دینے کے متعلق شرعی اصول

مضمون: حضرت اقدس! یہاں سکول میں یہ ناچیز اپنے فرائض تندہی اور دیانتداری سے پورے کرتا ہے مگر سزا دیئے بغیر بعض طلباء کام نہیں کرتے۔ آموختہ یاد نہیں کرتے اور طلباء کا نتیجہ اچھا نہ نکلے تو افسران بالا تنگ کرتے ہیں۔ اس ناچیز نے طلباء کو سزا دینے کا ایک اصول مقرر کر رکھا ہے اس کے مطابق چلتا ہوں۔ اصول یہ ہے کہ سزا صرف اس سبق پر دیتا ہوں جو اچھی طرح پڑھا دوں اور طلباء کو ایک دن پہلے بتا دوں کہ یہ سبق میں کل سنوں گا۔ یاد کر کے آنا۔ پھر بھی سنتے وقت طلباء کو بہت مواقع دیتا ہوں۔ جس لڑکے کی نسبت ظاہر ہو جاتا ہے کہ یاد کرنے کی کوشش خوب کی مگر یاد ہوا نہیں، اسے سزا نہیں دیتا۔ بعض طلباء اس قدر لاپرواہ اور ڈھیٹ واقع ہوئے ہیں کہ جب تک خوب تسلی بخش مرمت نہ ہو کام ہی نہیں کرتے، تو ان کو سزا دیتا ہوں۔ شرارتوں پر بھی سزا دیتا ہوں۔ اکثر ہاتھوں پر لکڑی سے مطابق موقع ایک سے لے کر چھ تک مارتا ہوں کبھی کبھار زیادہ کا بھی اتفاق ہوتا ہے۔ (کسی نہایت سخت شرارت پر) مارتے وقت سوچ کر مارتا ہوں۔ اکثر غصہ نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی ہوتا بھی ہے لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ غلطی دونوں صورتوں میں ہو جاتی ہے کیونکہ شک سا رہتا ہے کہ قدر حق سے زیادہ نہ مارا گیا ہو اور ظلم و ناانصافی نہ ہو گئی ہو۔ پورا پورا انصاف کرنے کی کوشش کرتا ہوں مگر سزا دے چکنے کے بعد طبیعت پر بوجھ سا رہتا ہے۔ حضرت اقدس! کوئی ایسا اصول ارشاد فرماویں کہ جس پر کاربند ہو کر گناہ سے بھی بچ جاؤں اور طلباء کام بھی کرتے رہیں۔

جواب حضرت: جب غصہ نہ رہے اس وقت غور کیا جاوے کہ کتنی سزا کا مستحق ہے۔ اس سے زیادہ سزا نہ دی جائے اگرچہ درمیان میں غصہ آ جاوے۔

گھر میں اچھا لباس پہننا منتہی کو مضر نہیں

مضمون: حضرت اقدس! حضور کی تعلیم کی برکت سے اس ناچیز کی اہلیہ بہت نیک اور میری بے حد فرمانبردار ہے۔ میں بھی اسے بہت خوش رکھتا ہوں۔ عام طور پر تو بفضلہ تعالیٰ یہ ناچیز اس بات کا منتظر نہیں رہتا کہ تمام عورتیں میری اہلیہ سے عزت کا سلوک کریں۔ مگر دل یہ چاہتا ہے کہ میں اپنی اہلیہ کو دنیوی لحاظ سے بھی باقی عورتوں سے ممتاز دیکھوں۔ اگر کسی رئیس کے گھر سے یا اہلیہ کے گاؤں کی کوئی امیر عورت ہمارے گھر میں آنے والی ہو تو دل میں خواہش ہوتی ہے کہ اہلیہ دھلے

ہوئے صاف ستھرے کپڑے پہنے اس وقت دو خیال دل میں ہوتے ہیں۔ایک یہ کہ وہ میری اہلیہ کو نظر حقارت سے نہ دیکھیں دوسرے یہ کہ اہلیہ کو اچھی حالت میں دیکھ کر ان کے دل میں دین کی وقعت ہوگی۔چنانچہ ایک دو موقعوں پر فرمائش کر کے اہلیہ کو میں نے صاف ستھرے کپڑے پہنائے ہیں مگر جب غور کرتا ہوں تو حقارت سے بچنے اور اہلیہ کو عام عورتوں سے ممتاز حالت میں دیکھنے کی خواہش معلوم ہوتی ہے۔دل میں کئی دفعہ کھٹک ہوئی کہ اس خواہش میں حب جاہ کی آمیزش ہے حضرت عالی! اگر یہ واقعی یہ مرض ہو تو اس کا علاج ارشاد فرمائیں جس طرح حضور ارشاد فرمادیں گے دل وجان سے اس پر عمل کروں گا۔

جواب حضرت: یہ فرق منتہی کو تو مضر نہیں وہ علماً وعملاً حفظ حدود پر قادر ہے مگر مبتدی کو اس میں دھوکا ہو جاتا ہے۔اس کے لیے اسلم یہی ہے کہ اس کا اہتمام بالکل چھوڑ دے۔اگر کوئی حقیر سمجھے تو اس کو گوارا کرے۔

تکدرِ طبعی مرض نہیں

مضمون: ایک صاحب میرے ہمسایہ ہیں ان میں فلاں فلاں عیوب تو ہیں لیکن اور ہر طرح نیک ہیں۔مفلس اور عیالدار ہیں۔مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں اور خدمت بھی کرتے رہتے ہیں۔میں حتی المقدوران کی مالی خدمت کرتا ہوں اور آئندہ بھی خدمت کرنے کا ارادہ وقصد ہے۔مگر حضرت مجھے ان سے محبت نہیں۔جب بھی پاس بیٹھتے ہیں گرانی ہوتی ہے۔ظاہراً میں بھی اظہار محبت کرتا ہوں۔وہ تو محبت سے باتیں کرتے ہیں مگر ان کی گفتگو سے میرا انشراح قلب جاتا رہتا ہے۔یہ تکبر یا اور کوئی مرض تو نہیں۔۔۔۔؟

جواب حضرت: کوئی مرض نہیں۔

محسن سے نہ ملنا بے مروتی ہے

مضمون: میرے دو بڑے بھائی ہیں۔انہوں نے اولاد کی طرح میری پرورش بھی کی۔میں اس بناء پر کہ طبیعت سفر سے اکتاتی ہے ان سے بہت کم ملتا ہوں۔جس کی وجہ سے وہ شاکی ہیں۔کیا یہ بے مروتی تو نہیں؟

جواب حضرت: بے مروتی تو ہے جبکہ ملاقات سے کوئی مانع شرعی نہیں۔

باب ۸

منبعِ صد کرم عتابِ دلنواز

منبع صد کرم تیرا لطف بھرا عتاب تھا
سارے تعلقات کا وہ ہی تو فتح باب تھا

اس ناکارہ خلائق پر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا چند بار عتاب بھی ہوا لیکن یہی عتاب میرے لیے دولتیں لے کر آیا۔ مجھ نالائق کو تمیز تو تھی نہیں کہ دینی حلقوں کے آداب کیا ہوتے ہیں۔ مواخذے سہتا، گرتا پڑتا چلتا رہا۔

خط ۸۸ پر، جس پر ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ کی تاریخ درج ہے، حضرت نے بیعت و تلقین کی اجازت دے دی۔ اب میں حضرت والا کو یاد ہو گیا۔ بدتمیز تو تھا ہی بہت احمقانہ غلطیاں کیں۔ حضرت والا متنبہ فرماتے رہتے ایک خط پر مواخذہ ہوا۔ اب میں نے عجیب حماقت کی۔ حضرت والا بعد نماز فجر سہ دری میں نوافل و اوراد میں مشغول تھے کہ میں بلا اجازت جا دھمکا اور حضرت کے نزدیک بیٹھ کر عرض کی: حضرت مجھے وہم سا ہو گیا ہے کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں۔

حضرت والا نے نہایت ناراضگی سے فرمایا: نالائق! اگر میں تم سے ناراض ہوتا تو تمہاری تعلیم کیوں جاری رکھتا؟ کیا میں تم لوگوں کی خوشامدیں کروں؟ یہ مجھ سے سوئے ظن کیوں؟

میں نے کہا، حضرت حماقت ہوئی، للہ معاف فرما دیویں۔ حضرت نے فرمایا: نالائق، یہاں سے دور ہو جاؤ اور اپنی شکل مجھے مت دکھاؤ۔

میں اٹھ کر جانے لگا تو آواز بلند فرمایا: چلو مسجد میں اور میں مسجد میں چلا گیا۔

حضرت والا بے تابانہ اٹھے اور حوض کے اوپر پھرنے لگے اور بلند آواز سے فرمایا ''خواجہ صاحب''، خواجہ صاحب فوراً حاضر ہو گئے، فرمایا: ایک صاحب مسجد میں ہیں، ان سے پوچھیئے کہ تمہیں کیوں شبہ ہوا کہ میں تم سے ناراض ہوں؟

میں نے خواجہ صاحب سے عرض کیا کہ کچھ خطوط میں مواخذہ کی وجہ سے خواجہ صاحب نے میرا جواب حضرت والا کو پہنچا دیا۔ حضرت نے اس پر فرمایا: یہ بھی کوئی جواب ہے اگر کوئی بد عنوانیاں کرے تو کیا میں مواخذہ نہ کروں۔ جب اس کو یہاں آنے کی، مکاتبت، مخاطبت کی سب

اجازت تھی اور میں اسے تعلیم کر رہا تھا تو یہ شبہ محض سوئے ظن ہے۔ اس نالائق کی اس حرکت سے میرے سر میں شدید درد ہو گیا۔ اس کو کہہ دیجئے کہ اب میں تمہارے قابل نہیں رہا۔ اپنا (بیعت واصلاح کا) تعلق کسی اور جگہ پیدا کرے۔

اس واقعہ کو پڑھنے والے حضرات بخوبی اندازہ فرما سکتے ہیں کہ حضرت کا یہ ارشاد میرے لئے کیا اثر رکھتا تھا۔ میرا سب کچھ مجھ سے چھن رہا تھا میں تو کہیں کا نہ رہتا۔ لیکن معلوم نہیں اس وقت مجھے کیا ہوا' دل پتھر ہو گیا۔ آنکھیں آنسو بہایا کرتی تھیں لیکن اب ایک آنسو آنکھوں سے نہ نکلا اور میں نے بڑی ہمت سے کہا: خواجہ صاحب! حضرت سے یہ کہہ دیں کہ اگر یہ حکم ہے تو میں تعمیل کروں گا لیکن حضرت والا کی جدائی کا تحمل مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ اب جیسے ارشاد فرماویں کرلوں۔

میں دیوار کو کان لگائے سن رہا تھا۔ خواجہ صاحب میرے الفاظ نہایت اچھے انداز سے پہنچا رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ بہت انکساری سے یہ بھی عرض کئے جا رہے تھے" حضرت ان کو آپ نے اجازت (بیعت و تلقین) دی ہے۔ حضرت! اب یہ کہاں جائیں گے؟ للہ انہیں معاف کر دیں۔ حضرت للہ انہیں معاف کر دیں! اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل و کرم فرمایا۔ شاید حضرت والا کو میرا جواب پسند آ گیا یا خواجہ صاحب کی دلسوزی کام کر گئی۔ حضرت کو رحم آ گیا اور فرمایا: اس کو کہہ دیجئے کہ اب تم سوچ سوچ کر بول رہے ہو۔

حضرت والا یہ بھی فرما رہے تھے کہ گو اس نالائق کی ناشائستہ حرکت سے مجھے بے حد تکلیف پہنچی ہے لیکن نفع بھی ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا حسن ظن بڑھ گیا۔ جس طرح اس نے مجھ پر بدظنی کی اور مجھے تکلیف ہوئی اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی سوءِ ظن سے خوش نہیں ہوتے۔ ان کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے۔ پھر خواجہ صاحب سے فرمایا: اس کو کہہ دیجئے کہ اب خانقاہ سے چلا جاوے اور ہمیشہ کے لئے اس کو خط بھیجنے کی اور مخاطبت کی اجازت بند ہے البتہ یہاں کبھی آنا چاہے تو آ جاوے۔

خانقاہ سے نکالے جانے پر آخری وصیت

اب چونکہ ہمیشہ کے لئے اس کو خط بھیجنے کی اجازت نہیں اس کو اب میں آخری وصیت کرتا ہوں وہ یہ کہ اپنے ایمان پر تو اللہ کا شکر کرے لیکن اپنے آپ کو سب سے بدتر سمجھے۔ کفار تک کو ذلیل نہ سمجھے۔ ممکن ہے وہ ایمان لے آویں اور ہماری حالت بگڑ جائے اپنے آپ کو مٹانا چاہیے۔ حضرت خواجہ صاحب نے پیغام مجھ تک پہنچا دیا۔ میں نے عرض کیا' حضرت سے پوچھ دیں کہ میں

جاتے وقت سلام اور مصافحہ کرلوں؟ اور جب کبھی آنا ہو تو صرف آنے کی اجازت کے لیے خط لکھوں؟۔۔۔فرمایا: اس کی شکل دیکھنے سے میرا زخم تازہ ہوگا۔ بغیر ملے چلا جائے اور اس کی شکل مجھے نظر نہ آئے۔ جب یہاں آنا ہو بغیر خط کے آجاوے۔ میں اس کے خط کو پہچانتا ہوں کبھی اس کا لکھا ہوا میرے سامنے نہ آوے۔

میں نے عرض کیا' خواجہ صاحب حضرت والا سے پوچھ دیں کہ میں اپنی اہلیہ کے خط پر دستخط کیا کرتا ہوں' آئندہ ہمیشہ کے لیے میں اپنی اہلیہ کو خط لکھنے کی اجازت دیتا ہوں' دستخط نہیں کروں گا' تاکہ میرا نام دیکھ کر حضرت والا کو تکلیف نہ ہو۔ حضرت خواجہ صاحب نے پیغام پہنچا دیا۔ فرمایا: اپنی اہلیہ کے خط پر دستخط ضرور کیا کرو' ورنہ بغیر جواب واپس ہوگا۔

پابندئ اصول بھی اور رعایت مصلحت بھی

میں نے عرض کیا لفافہ پر پتہ میں اپنے ہاتھ سے لکھا کرتا ہوں' آئندہ اہلیہ لکھا کرے گی تاکہ میرے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھ کر حضرت کو تکلیف نہ ہو۔ فرمایا لفافہ پر پتہ اپنے ہاتھ سے لکھا کرے۔ میں نہیں چاہتا کہ عورت کا لکھا ہوا ڈاکخانوں میں پھرے۔
پھر خواجہ صاحب سے فرمایا: اس کو کہہ دیں کہ تمہاری اہلیہ بھی خط لکھا کرتی ہے۔ اپنا کوئی حال اس کے خط میں نہ لکھنا' نفع نہیں ہوگا۔

میں نے کہا خواجہ صاحب! حضرت سے عرض کر دیں کہ میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔
اس کے کچھ دیر بعد حضرت والا حسب معمول اپنے گھر تشریف لے گئے۔ میں نے اپنا بستر اٹھایا اور اسٹیشن پر حضرت کے بنوائے ہوئے مسافر خانہ پر آ گیا۔ یہاں میرے محسن اور دیرینہ رفیق حاجی شیر محمد صاحب مرحوم کھانا پہنچا گئے اور تسلیاں دیتے رہے۔

دوپہر سے کچھ دیر پہلے کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت خواجہ صاحب تشریف لا رہے ہیں۔
آکر فرمانے لگے کہ حضرت والا نے اپنا خادم خانقاہ میں بھیجا۔ جس نے حضرت والا کا ارشاد گرامی ان الفاظ میں پہنچایا۔ خواجہ صاحب اگر تکلیف نہ ہو تو میرے مکان تک آئیں! چنانچہ میں گیا تو حضرت والا نے دریافت فرمایا: کیا وہ صاحب خانقاہ سے چلے گئے؟ میں نے عرض کیا چلے گئے۔
اس پر فرمایا: ان کو چاہیے تھا کہ نماز تو (باجماعت) پڑھ کر جاتے۔

شیخ پر اعتقاد و اعتماد:

اور یہ بھی فرمایا: خواجہ صاحب اگر تکلیف نہ ہو تو اسٹیشن تک جائیں اور ان کو میرا پیغام پہنچائیں کہ جس شخص کو اپنے شیخ پر پورا اعتماد اور اعتقاد نہ ہو اس کو نفع نہیں ہوتا' افسوس تم نے ایسی غلطی کیوں کی۔

حضرت والا کی اس دلسوزی اور شان اصلاح پر حیران تھا کہ نکال بھی رہے ہیں اور عین عتاب کے وقت سلطنتیں بھی دے رہے ہیں۔

خانقاہ میں نماز پڑھنے کی اجازت کا سنا تو بستر اٹھایا اور خانقاہ میں دوبارہ واپس آ گیا پس دیوار بیٹھا رہا۔ حضرت مصلے پر تشریف لائے تو میں حضرت کے عین پیچھے کھڑا ہو گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ حضرت ظہر کی نماز میں قبلہ رُخ ہی دعاء مانگتے ہیں۔ دعاء ختم ہوئی حضرت والا کے چہرہ مبارک پھیرنے سے پہلے ہی میں پس دیوار ہو گیا۔ سنت وغیرہ پڑھ کر حضرت سہ دری میں جانے لگے تو میں نے بستر اٹھایا اور خانقاہ سے باہر ہو گیا۔۔۔۔ اسٹیشن پر پہنچا ریل آئی اور سوار ہو گیا۔ قساوت قلبی کا یہ عالم تھا کہ آنکھیں ابھی تک پتھر بنی ہوئی تھیں۔ ریل چلی تو قدرے دل گھٹنے لگا۔ رام پور منہیاراں اسٹیشن آیا تو معاملہ برعکس ہو گیا۔ رونا نہ تھمتا تھا۔ گھر پہنچا۔ اہلیہ حیران' اس قدر جلدی کیوں آ گئے؟

پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ اہلیہ بھی میری ایک حماقت کی وجہ سے حضرت کے زیر عتاب ہے۔ حضرت والا کے ہاں قاعدہ یہ تھا کہ ہر خط کے ساتھ اس سے پہلا خط ساتھ بھیجنا ضروری ہوتا تھا۔

میں اہلیہ کے دو خطوں پر دستخط کر کے دے گیا تھا اور ہر ایک پر اپنے ہاتھ سے یہ فقرہ لکھ گیا تھا: حضرت اقدس! ضرورت نہ سمجھ کر پچھلا خط ساتھ نہیں بھیجا۔

اصل بات یہ تھی میں ڈرتا تھا کہ میری عدم موجودگی میں حضرت والا کا کوئی والا نامہ ضائع نہ ہو جائے۔ لیکن اپنی نالائقی کے باعث بات واضح نہ کر سکا۔

حضرت نے اہلیہ کے خط پر تحریر فرمایا: غلطی کی، اپنی طرف سے میرے اصول میں ترمیم کرتی ہو؟

اہلیہ بھی ماشاءاللہ میرے ہی جیسی عقلمند ثابت ہوئی۔ حضرت کے ارشاد کا مطلب نہ سمجھ سکی۔ اس نے دوسرا خط بھی روانہ کر دیا تھا۔ اب تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ اب بچنے کی کوئی صورت

نہیں۔ خط واپس آیا۔ خیال صحیح تھا۔ اہلیہ پر سخت عتاب تھا۔ حضرت نے تحریر فرمایا تھا: تم کو ضرورت عدم ضرورت سمجھنے کی کیا تمیز ہے۔ میرے قاعدوں کو توڑتی ہو۔ دیکھو عقل چلانے کا انجام اچھا نہیں۔

غالباً حضرت والا کا اشارہ اس طرف تھا کہ ایک نے عقل چلائی اور انجام اپنا دیکھ لیا تمہارا انجام بھی اس سے مختلف نہ ہوگا۔۔۔۔ الغرض میں دونوں طرف سے لپیٹ میں آ گیا۔ عورت لڑنے بیٹھی لیکن میں نے کہا جو پہلے ہی مرا ہوا ہو اسے نہ مارو۔ چودہ روز بعد سکول میں چار روز کی تعطیل ہوئی۔ میں تھانہ بھون پہنچ گیا۔ مجلس خاص لگی ہوئی تھی۔ میں حضرت کے پاس جا بیٹھا۔ سلام کیا۔ حضرت نے عجیب محبت بھرے لہجے میں سلام کا جواب دیا۔ میری اہلیہ کی خیریت دریافت فرمائی اور فرمایا بہت اچھا' بیٹھ جائیے۔

حضرت والا اس سے پہلے کسی علمی مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے۔ اب دوسری طرف علماء کی جانب چہرہ مبارک پھیرتے ہی فرمایا

بعض لوگوں کی غلطی تو بڑی شدید ہوتی ہے لیکن اس غلطی میں کچھ عاشقانہ شان بھی ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں پر دل نہیں چاہتا کہ مواخذہ لمبا کروں۔ دل میں خیال سا گذرا کہ شاید حضرت نے میرے متعلق فرمایا ہو لیکن فوراً ہی اپنی حقیقت کا خیال کرتے ہوئے اپنے کو مخاطب ہو کر کہا اے کتے! کچھ تو حیا کر۔ تو حماقتوں' نالائقیوں سے بھرپور خود میں عاشقانہ شان سمجھتا ہے۔ بس میں تو خود ہی شرم میں ڈوب گیا۔ ایک روز بازار میں دودھ پینے جا رہا تھا حضرت والا راستہ میں ملے تو سلام عرض کیا۔ جس محبت بھرے انداز میں حضرت والا نے سلام کا جواب دیا اس کی لذت آج بھی قلب میں محسوس کرتا ہوں اور وہ لذت تھی کیا۔ میرے لئے ممکن نہیں ہے کہ میں اس کو الفاظ سے تعبیر کروں۔

ایک روز حضرت خواجہ صاحب کے پاس بیٹھ کر وضو کر رہا تھا۔ میں نے عرض کیا خواجہ صاحب! مفتی عبدالکریم صاحب نے مجھے فرمایا ہے کہ آپ کو حضرت سے معافی مانگنا چاہئے۔ مگر میرے دل کو یہ بات نہیں لگتی۔ حضرت والا کا حکم تو عمر بھر کا ہے۔ مجھے تو معافی مانگنے میں حضرت والا کی نافرمانی معلوم ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ صاحب نے پرجوش انداز میں فرمایا کہ مفتی صاحب غلط سمجھے ہیں۔ تم ٹھیک سمجھے ہو۔ بتاؤ کتنے روز بعد آئے ہو؟ عرض کیا چودہ روز بعد۔ فرمایا بہت مناسب اسی طرح ہر چودہ پندرہ روز بعد آتے رہو۔ انشاء اللہ حضرت والا خوش ہو جائیں گے۔ تم نے دیکھا نہیں جب تم

آئے تھے حضرت والا نے کتنی شفقت فرمائی تھی اور ملنے کے بعد جو کچھ فرمایا تھا وہ تمہارے ہی تو متعلق تھا۔ دیکھو اگر ساری عمر کی کمائی لگا کر بھی حضرت راضی ہو جائیں تو اس کو سستا سودا سمجھنا۔ میں نے عرض کیا خواجہ صاحب میرا ان دنوں یہی حال ہے۔

حضرت والا سے مصافحہ اور میری بے خودی

چوتھا روز آ گیا۔ رخصت کا مصافحہ کرنے کو اٹھا کچھ پتہ نہیں میں کس حال میں غرق تھا۔ اس طرح پاس بیٹھا کہ میرے گھٹنے حضرت والا کی لال دری پر آ گئے۔ عرض کیا حضرت میں جا رہا ہوں۔ فرمایا "**فی امان اللّٰہ**" میں نے دست بوسی کرنے والو پر بارہا عتاب ہوتے دیکھے تھے۔ دست بوسی کا مجھے خیال تک نہ تھا۔ لیکن جونہی حضرت والا کا دست مبارک میرے ہاتھوں پر آیا' بے اختیار میرا سر جھک گیا اور لب دست مبارک پر جا لگے۔ میں نے بوسہ دیدیا۔ ابھی میرے لب دست مبارک سے اٹھنے نہ پائے تھے کہ حضرت والا نے نہایت ہی مشفقانہ لہجے میں فرمایا دیکھو بھئی ! اب جب تم وطن میں جاؤ تو وہاں جا کر خط لکھنا۔ اب تم کو کافی سزا ہو چکی۔ اب دل چاہتا ہے کہ تم خوش خوش جاؤ اور جب کبھی یہاں آنا ہو تو یہاں آ کر بھی، مکاتبت کی مخاطبت کی سب اجازت ہے۔ اب تم پر کوئی پابندی نہیں۔

الحمد للّٰہ جزا کم اللّٰہ تعالیٰ کہا۔ اٹھا' بستر اٹھایا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں اڑا جا رہا ہوں۔ اسٹیشن پر پہنچا۔ بستر زمین پر رکھا اور دیوانہ وار چکر لگا رہا تھا۔ وطن واپس پہنچا تو حاجی شیر محمد صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ فرمانے لگے۔ تم اور حالت میں گئے تھے آئے کسی اور ہی حال میں ہو۔ عرض کیا جی ہاں میں اور ہی حال میں آیا ہوں۔

بارِ دگر کوتاہی اور حق تعالیٰ کی ستاری

اس معافی کے بعد بھی بے عنوانیاں ہوتی رہیں۔ تنبیہ اور مواخذے ہوتے رہے۔ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ کے خط میں تھانہ بھون حاضری کی اجازت چاہی تو اجازت مل گئی۔ اسی خط میں مخاطبت و مکاتبت کی اجازت مانگی تھی۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا: ایک بار تجربہ ہو چکا، بس معاف کیجئے۔

اس کے بعد خط نمبر ۱۹۰۔ ۲۶ جمادی الاولی ۱۳۵۴ھ کے خط میں خانقاہ میں صرف حاضری کی اجازت مانگی۔ مکاتبت و مخاطبت کی اجازت مانگنے کی ہمت نہ ہوئی۔ عرض کیا تھا کہ صرف زیارت کے لیے حاضر خانقاہ ہونے کی اجازت فرمائیں!

حضرت والا نے فرمایا معہ مکاتبت ومخاطبت یا بدوں مکاتبت ومخاطبت۔

اب میرا پرانا مرض عجلت رنگ لایا۔ میں نے عجیب حماقت کی۔ خط کے پہنچتے ہی جوش میں حضرت کو بہت طویل خط لکھا۔ ظاہر میں تو اس میں اپنی حماقتوں کا تذکرہ تھا لیکن درحقیقت حضرت پر اعتراض تھا کہ جب پابندیاں ختم کر کے مکاتبت ومخاطبت کی اجازت فرمادی گئی تھی تو اب دوبارہ پابندی کیسی؟ جوش اس وقت کافور ہوا جب خط ڈاک میں نکل گیا۔ بس پھر کیا تھا۔ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اسی پہلی غلطی کا اعادہ تھا اور حضرت پر سوء ظن تھا۔ کسی پہلو قرار نہ تھا۔ چار روز بعد خط کو واپس آنا تھا۔ جس حال میں یہ دن گزرے اس کا اندازہ کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ پہلی دفعہ شدید غلطی تھی اب شدید تر تھی اب عتاب سے بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ آخر چوتھا روز بھی آ گیا۔ جماعت کو پڑھاتا تھا دل گھٹتا تھا۔ کوٹھڑی میں جا کر لیٹتا تھا۔ سکول میں چھٹی ہوئی۔ گھر پہنچا۔ ڈاک آنے کا وقت قریب تھا۔ اہلیہ نے کہا کھانا کھالو، میں نے کہا آج کھانا نہیں سوجھتا۔ زوال ہو چکا تھا۔ اہلیہ سے کہا کہ وہ مصلیٰ بچھاؤ جو حضرت والا کے نیچے بچھا ہوا ہے۔ وضو کیا اور مصلے پر کھڑا ہو گیا۔ دو نفل پڑھے۔ ساری زندگی کے یہ دو نفل ہی یاد پڑتے ہیں جن میں کچھ تمنا نصیب ہوا ہو۔ دعاء کے لیے ہاتھ اٹھائے تو آنکھوں سے سیلاب جاری تھا۔ غلبہ حال میں یوں دعاء مانگ رہا تھا: اے اللہ! میں حضرت کو اپنی مکروہ شکل دکھانا نہیں چاہتا۔ میں خانقاہ میں جانے، حضرت والا کی مجلس میں بیٹھنے کا قطعاً اہل نہیں۔ آپ سے صرف یہ دعاء مانگتا ہوں کہ میرا تھانہ بھون جانا بند نہ فرمایا جائے۔ میں کسی اوٹ میں بیٹھ کر چھپ کر حضرت والا کو دیکھ لیا کروں گا۔ اے اللہ مجھے بچالے۔ تیرے سوا مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اے اللہ اس ذلیل ترین بندہ پر رحم فرما۔ شاید رونے کی وجہ سے غبار خاطر کچھ نکل گیا۔ طبیعت میں اب سکون تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ نے میرا رونا قبول فرمالیا ہے۔ کھانا کھایا اور ڈاکخانے پہنچ گیا۔ میز پر ڈاک پڑی تھی۔ اپنا خط بھی پڑا نظر آ گیا۔ پوسٹ ماسٹر مرزائی تھا۔ کن انکھیوں سے مجھے دیکھ لیا تھا۔ چاہتا تھا کہ میں از خود خط مانگوں۔ لیکن مانگنے کی کس میں طاقت تھی۔ میری زندگی اور موت کا اس کے اندر فیصلہ تھا۔ آخر اس نے آنکھیں اٹھائیں مجھے دیکھا اور کہا اوہو آپ کھڑے ہیں؟ پہلے کیوں نہ خط مانگ لیا۔ میں نے کہا کچھ حرج نہیں۔ اب دے دیجئے۔

اب خط میرے ہاتھ میں تھا لیکن کھولنا میرے لیے آسان کام نہ تھا۔ میری کمزوری کی انتہاء ملاحظہ ہو۔ لفافہ کھولنا پہاڑ اکھاڑنا تھا۔ رحم کی دعائیں کرتا رہا۔ آخر ہمت کی لفافہ کھولا۔ میرا

اندیشہ ٹھیک تھا۔ جہاں میں نے لکھا تھا کہ حضرت والا نے تو معاف فرما کر خط لکھنے کی (تھانہ بھون کے قیام کے دوران ہی) اجازت عطاء فرما دی تھی۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا۔ اس اجازت کے بعد بھی کوئی بے عنوانی ہوئی یا نہیں؟ باوجود اس خط کے طویل ہونے کے اس کا پتہ نہ لگا۔ دیکھو اس طرح کی کوتاہیاں ہوتی ہیں۔ خط نمبر ۱۹۱ کے نیچے میں نے لکھا تھا کہ اگر حضرت مناسب خیال نہ فرمائیں تو مکاتبت اور مخاطبت نہ کروں گا۔ تحریر فرمایا ہاں بس۔

نیچے حضرت والا نے یہ تحریر فرمایا: اگر آنا ہو تو آتے ہی یہ خط پیش کر دیں۔

یہ خط کشیدہ عبارت لکھ کر حضرت نے قلمزن فرما دی۔ لیکن پڑھی صاف جاتی تھی۔ دل کی دھڑکن کچھ کم ہوئی، وہ عبارت قلمزن تھی جو پیش کی جاتی تو میرا معاملہ ختم تھا۔ تاہم ابھی تک تو بچ گیا تھا۔

ہم تین آدمی تھانہ بھون روانہ ہوئے۔ میں تو سارا راستہ اسی خیال میں ڈوبا رہا میرے رفقاء تو اپنا اپنا خط اجازت کا دکھا دیں گے میں کیا کروں گا، میرا کیا بنے گا؟ حضرت والا خانقاہ سے نیچے اتر رہے تھے۔ میں نے بستر ایک طرف رکھا اور سلام عرض کیا، حضرت والا نے سلام کا نہایت شفقت بھرا جواب دیا، خیریت دریافت فرمائی، میرے ساتھی بھی ملے حضرت نے لطف بھرے انداز میں مزاحاً فرمایا: ارے تم اتنے کدھر سے آ گئے!

ہم نے عرض کیا۔ حضرت پنجاب سے آئے ہیں، بس سب کا ملنا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مشکل مرحلہ اس طرح حل فرما دیا۔

حضرت نے ظہر کی نماز پڑھائی اور اپنی وضو والی جگہ پر تشریف لا کر سنت و نوافل ادا کئے۔ حاضرین خانقاہ سہ دری میں جا بیٹھے۔ مجھے ابھی تک فکر لاحق تھی اور میں بہت زیادہ سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ حضرت والا ابھی اسی جگہ تشریف فرما تھے۔ آخر دل نے یہ فیصلہ کیا کہ سب سے پیچھے جا بیٹھو اور حضرت کے قریب سے نہ گزرو۔ یہ راستہ پر خطر ہے اٹھا۔ حوض کی دوسری جانب اوپر سے کتب خانہ کے قریب پہنچ گیا۔ حضرت والا نے چہرہ مبارک میری طرف پھیرا اور بالکل خلاف معمول کافی اونچی آواز سے فرمایا: کیوں بھئی، گھر میں کی بھی خیریت سے تھیں۔

میں نے عرض کیا، الحمد للہ! حضرت بالکل خیریت سے تھیں۔ اب کیا تھا سب غبار چھٹ گیا تھا، مطلع صاف تھا۔ حضرت کے قریب تھوڑی سی جگہ خالی تھی وہاں جا بیٹھا۔ تشکر و امتنان اور فرحت و مسرت کے عجیب و غریب جذبات قلب میں موجزن تھے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ میں

آہ وزاری کروں گا۔ ظاہر بھی فرمادیا کہ تمہارا کیا حال ہوتا، لیکن ہم فضل فرمادیتے ہیں۔ فیصلہ کا مشکل حصہ قلمزن کرادیتے ہیں۔ تم اپنی حماقتوں سے بھنور میں کود پڑے تھے۔ لیکن تمہارا رونا ہمیں پسند آ گیا۔ ہم ساحل پر لگا دیتے ہیں۔ آئندہ ہوش میں رہنا۔۔۔۔۔ اور کبھی کہتا، حضرت والا نے محسوس فرمالیا تھا کہ میرا کیا حال ہے۔ مجھ ایسے نالائق کی تکلیف کا بھی تحمل نہ تھا۔ اللہ اللہ، اتنی دلسوزی، اتنی شفقت، اتنی ذرہ نوازی، اتنی فکر اصلاح۔ اپنی حقیقت کا تو پتہ چل گیا۔ یہ عتاب کیا تھے۔ سب لطف وکرم تھے۔

ایک دلچسپ واقعہ

حضرتؒ کی خدمت میں پہنچنے کا واسطہ میرے ساتھی حاجی شیر محمد صاحب مرحوم تھے۔ ہمیشہ مروت اور شفقت فرماتے ان کی رعایتوں نے مجھے بے تکلف بنادیا، میں گستاخیاں کرتا وہ برداشت فرماتے۔ وہ احسانات فرماتے، میں قدر نہ پہچانتا۔ ایک واقعہ سنیئے:

حضرت اقدسؒ زیادہ بیمار تھے۔ خانقاہ میں تشریف نہیں لاتے تھے۔ حاجی شیر محمد صاحب نے زیارت کے لیے تھانہ بھون آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت اقدسؒ نے تحریر فرمایا آج کل طبیعت ایسی مضمحل ہے کہ ملاقات کا بھی بھروسہ نہیں۔

حاجی شیر محمد صاحب نے دوبارہ لکھا کہ حضرت ایسی صورت میں میں صرف خانقاہ کی زیارت کو کافی سمجھوں گا۔ اس پر حضرت نے تحریر فرمایا کہ اگر میں بستی میں بھی نہ ہوا تو کیا خانقاہ کی زیارت کو کافی سمجھا جائے گا۔ کیوں باتیں بناتے ہو؟

ان ہی دنوں میں تھانہ بھون آنے کی اجازت کا خط لکھا خط نمبر ۲۸۴۔ ۲۳ رجب ۱۳۶۰ھ حضرت نے تحریر فرمایا: مگر اب معالجہ کے لئے سفر لکھنؤ کا درپیش ہوگیا۔

اس کے بعد ۳۰ رمضان ۱۳۶۰ھ کو میں نے حضرت کی خدمت میں خط نمبر ۲۸۶ لکھا۔ وطن واپسی اور مرض کی کیفیت دریافت کی۔

حضرت نے تحریر فرمایا میں وطن آ گیا ہوں اور غلبہ صحت کو ہے مگر میرے ایک سوال کا جواب آپ کے ذمہ رہ گیا میں اس کا منتظر ہوں آپ نے ایک خط میں آنے کی اجازت لی تھی اوس پر میں نے لکھا تھا کہ اگر اضمحلال طبع کی وجہ سے میں نہ مل سکا تو آنے سے کیا ہوگا اس پر آپ نے لکھا کہ صرف خانقاہ کی زیارت کو کافی سمجھوں گا۔ پھر میں نے سوال کیا کہ اگر میں بستی میں بھی نہ

ہوا تو کیا خانقاہ کی زیارت کو کافی سمجھا جائے گا۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ کیوں باتیں بناتے ہو اب سب سے پہلے اس کا فیصلہ ہونا چاہیے۔۔۔۔۔ میں سمجھ گیا کہ حضرت بھول گئے یہ سارا واقعہ حاجی شیر محمد صاحب سے متعلق تھا۔

میں نے خط جیب میں ڈالا۔ ظہر کا وقت آ گیا۔ میں مسجد میں پہنچا۔ حاجی شیر محمد صاحب بھی پہنچ گئے۔ دونوں قریب بیٹھ کر وضو کر رہے تھے۔ میں نے عرض کیا حاجی صاحب حضرت کا ایک والا نامہ مجھے آیا ہے اس میں آپ کے متعلق ایک خاص بات لکھی ہوئی ہے۔ فرمایا: مجھے دکھایئے، میں نے کہا اتنی بڑی بات اور میں مفت دکھا دوں، ایسا نہیں ہوگا۔ منتیں کیجئے، خوشامدیں کیجئے، انعام دینے کا وعدہ دیجئے تب دکھاؤں گا۔ حاجی صاحب منتیں خوشامدیں کرتے رہے انعام دینے کا وعدہ فرمایا۔ دل بھر کر میں نے ستا لیا اور خط حاجی صاحب کے ہاتھ میں دے دیا۔ حاجی صاحب ششدر فکر میں ڈوبے ہوئے اور میں کھڑا مسکرا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا تم کو کیا۔ تم میرا ہاتھ پکڑا دو اور تم تماشہ دیکھو۔ میں نے کہا، جی ہاں ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

گھر پہنچ کر حاجی صاحب نے اور میں نے اپنے اپنے وہ خط جن پر حضرت کے ارشادات ایک ہی لفافہ میں بھیجے میں نے لکھا کہ حضرت نے میرے خط پر یہ تحریر فرمایا تھا مگر اب معالجہ کے لیے سفر لکھنؤ کا درپیش ہو گیا۔ حاجی صاحب نے لکھا کہ حضرت یہ سوال آپ نے میرے خط پر تحریر فرمایا تھا۔ حضرت نے مجھے لکھا میں بھول گیا تھا۔ اب آپ سے سوال نہیں رہا اور حاجی صاحب کو تحریر فرمایا، تو وہ سوال آپ سے ہے سو جواب کہاں دیا۔

اب حاجی صاحب نے جواب میں مندرجہ ذیل خط لکھا:

حضرت والا اصل مقصود تو حضرت کی زیارت تھی مگر جب حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ آج کل طبیعت ایسی مضمحل ہے کہ ملاقات کا بھی بھروسہ نہیں تو چونکہ حضرت والا کی زیارت کو دل بے حد ترستا تھا اس لیے فیصلہ کیا کہ اگر حضرت والا بوجہ اضمحلال طبیعت خانقاہ میں تشریف فرما نہ ہو سکے تو خانقاہ کے در و دیوار اور حضرت کی سہ دری کو دیکھ کر دل کو کچھ تو ڈھارس ہوگی ورنہ بغیر زیارت حضرت والا خانقاہ کی زیارت کیسے کافی ہو سکتی ہے اور دل کو کیسے قرار آ سکتا ہے اور میرے قیام خانقاہ میں اگر حضرت والا بستی میں تشریف فرما ہوتے تو دل کو ڈھارس رہتی کہ حضرت قریب اور پاس ہیں لیکن اگر حضرت لکھنؤ تشریف لے جاتے تو طبیعت بے حد اچاٹ ہو جاتی، اور خانقاہ کی زیارت اس حالت میں یقیناً کافی نہ ہوتی اور دل کو بہت رنج ہوتا لہٰذا اس خط میں جو میں نے یہ لکھا

کہ اگر حضرت اقدس سے ملاقات نہ ہو سکے تو رنج نہ ہوگا بالکل غلط تھا جو میں نے بے سوچے سمجھے لکھ دیا۔ میں اس حرکت پر بے حد نادم ہوں آئندہ ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گا حضرت اقدس معاف فرمادیویں اور اگر سمجھنے میں کوئی غلطی ہو تو حضرت اصلاح فرمادیویں ۱۱ شوال ۱۳۶۰ھ۔

جواب حضرت والا: السلام علیکم! اصل مرض نفس کا اب بھی نہیں لکھا۔ وہ مرض یہ ہے کہ یوں سمجھا کہ جب بستی میں جا پہنچیں گے تو کیا ایک دفعہ ملاقات کرنے کے لیے بھی رحم نہیں ہوگا تو ترکیب سے ملاقات کرنا چاہتے تھے جس شخص سے اعتقاد ہو اوس سے ایسی ہوشیاری برتنا کیا اخلاص کے خلاف نہیں سیدھا جواب یہ تھا کہ محض امید پر حاضر ہوتا ہوں اگر ملاقات نہ ہو سکی تو اسی کو خیر سمجھوں گا اور واپس آجاؤں گا۔

اس کے جواب میں حاجی شیر محمد صاحب نے پھر خط لکھا۔

مضمون: حضرت اقدس واقعی میرے دل میں یہی تھا کہ جب بستی میں جا پہنچیں گے تو حضرت اقدس کم از کم ایک دفعہ ضرور ملاقات کے لیے رحم فرماویں گے۔ واقعی میرے نفس نے چالاکی سے زیارت کی ترکیب نکالی۔ حضرت اقدس ایسی ہوشیاری برتنا واقعی خلاف اخلاص تھا۔ سیدھا اور صاف طریقہ یہی تھا جو حضرت نے ارشاد فرمایا۔ حضور کے آگاہ فرمانے سے حقیقت واضح ہوئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو سلامت رکھیں۔ حضرت والا، اپنی اس چالاکی اور ہوشیاری پر اپنے نفس کو بے حد ملامت کر رہا ہوں کہ میں نے ایسی حرکت کیوں کی۔ آئندہ ایسی چالاکی کبھی نہیں کروں گا اور اپنے میں صاف گوئی اور اخلاص پیدا کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ حضرت والا معاف فرمادیویں ۱۵ شوال ۱۳۶۰ھ۔

جواب حضرت والا: معاف!

باب ۹

حاجی شیر محمد صاحب رحمہ اللہ

اخلاص اور تقویٰ

حاجی صاحب اپنے استاد مولانا احمد علی صاحب مرحوم بانی مدرسہ سبیل الرحمتہ کی زیارت کے لیے ہوشیار پور کو روانہ ہوئے میں نے پانچ روپے دیئے کہ وہاں سے میرے لیے ایک ٹائم پیس خرید لائیں، حاجی صاحب خرید لائے ان دنوں پانچ روپے بڑی چیز تھے کئی روز بعد حاجی صاحب کی زبان سے یہ بات اتفاقاً نکل گئی کہ آپ کا پانچ روپے کا نوٹ مجھ سے گم ہو گیا تھا میں نے کہا کہ پھر آپ نے مجھ سے پانچ روپے دوبارہ کیوں نہ لیے۔ فرمایا، ایسا میں کیوں کرتا! قبول نہ فرماتے تھے میں نے سختی سے کہا کہ آپ کو لینے پڑیں گے تو لے لیے اتوار کی چھٹی آئی گھر تشریف لے گئے اگلے دن اپنی بھینس کا پانچ سیر گھی مجھے ہدیۃً عطا فرمایا۔

حاجی صاحب کی دین سے محبت

میں نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے حب دنیا کا علاج پوچھا۔ ارشاد فرمایا احیاء العلوم سے باب ذم الدنیا کا مطالعہ کریں۔

میں نے احیاء العلوم کے چاروں حصے خرید لیے چھٹیاں ہوئیں۔ ہم اکٹھے تھانہ بھون کو روانہ ہوئے حاجی صاحب نے فرمایا کہ احیاء العلوم کے چاروں حصے ساتھ لے چلو تاکہ جالندھر میں جلد بندی کے لیے دیئے جائیں تھانہ بھون سے واپسی پر لے آئیں گے۔ اس دن ہمارے قصبہ اور ریلوے سٹیشن ٹانڈہ اڑمڑ کے درمیان جگہ جگہ سیلاب لہریں مار رہا تھا۔ ہم سیلاب میں پیدل چل کر سٹیشن کو جا رہے تھے۔ حاجی صاحب نے احیاء العلوم کے چاروں حصے ایک گٹھڑی میں باندھ کر سر پر رکھ لیے۔ میں نے متعدد بار عرض کیا۔ حاجی صاحب اب مجھے دیں میں اٹھاؤں۔ ہر بار یہی فرماتے مجھے خود ہی اٹھانے میں راحت ملتی ہے۔ ایک بار میں نے عرض کیا آپ سر پر ہی اٹھائے جا رہے ہیں اتنے وزنی تو نہیں ہاتھوں پر اٹھائے جا سکتے ہیں۔ فرمایا امام غزالیؒ کے تمام علوم اور معارف حروف اور الفاظ میں اس کتاب کے اوراق پر یہ خیال آتا ہے کہ سب کے مطالعہ کی نوبت تو شاید نہ آسکے ان علوم اور معارف کو اپنے سر پر تو رکھ لوں ان کا وزن تو اپنے دماغ پر لے لوں۔

حاجی صاحب کے دل میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر

ہم اکثر اکٹھا کھانے کھاتے، حاجی صاحب نہایت انکساری سے کھاتے۔ بار بار شکر کے الفاظ زبان پر جاری ہوتے۔ گرے ہوئے معمولی معمولی ریزے بھی اٹھا کر کھاتے اور برتن کو خوب صاف کر کے چاٹ لیتے۔ انگلیاں اچھی طرح چاٹتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر منہ صاف کرنے لگتے تو پہلی دفعہ منہ میں ڈالا ہوا پانی باہر نہ پھینکتے، پی جاتے۔ ایک دفعہ میں نے عرض کیا حاجی صاحب یہ کیا حرکت ہے دوسرے آدمی کو کراہت ہوتی ہے۔ فرمایا میں اس لیے ایسا کرتا ہوں کہ منہ میں کھانے کے ریزے ہوتے ہیں۔ باہر پانی پھینکنے سے اللہ کی نعمت کی بے قدری ہوگی۔

میں نے عرض کیا حاجی صاحب ایسا نہ کیا کریں۔ دوسروں کی راحت کا خیال فرمایا کریں فرمایا ہر طرح کی وسعت دی۔ کھانے پینے کی نعمتیں بے حساب ملیں لیکن حاجی صاحب کی صحبت کا اتنا اثر ضرور ہے کہ مجھے ایک ایک دانہ ایک ایک قطرہ کی قدر ہے ہر وقت یہ بات متحضر رہتی ہے کہ حق تعالیٰ کی عجیب شان ہے وہ جسے چاہیں بلا استحقاق نواز دیں۔ میری حقیقت کیا تھی ایسے نالائق پر رحمتوں کی بارش۔ ایک ایک دانہ کے متعلق یہ خیال آتا ہے کہ اس پر کتنی محنتیں ہوئیں۔ کیسی کیسی ہوائیں چلیں۔ بارشیں ہوئیں اور بلا محنت اس کی لذتیں مجھے عطاء فرما دی گئیں۔ اٹینڈنٹ بوتلوں میں مہمانوں کے چھوڑے ہوئے پانی کے قطرے گرانے کو جی نہیں چاہتا۔ پی جانے کو جی چاہتا ہے لیکن خلاف عرف ہونے کی وجہ سے کسی کے سامنے ایسا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے معمولی ریزے اور قطرے پھینکتے ہوئے دل لرزتا ہے۔

حاجی شیر محمد صاحب کا وصال اور نماز جنازہ میں شرکت سے اس نکمے کی محرومی

حاجی صاحب بیمار ہوتے مجھے یاد فرماتے۔ فرماتے تمہارے آ جانے سے مجھے راحت ملتی ہے۔ آخری دفعہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۹ء کو میں عیادت کے لیے گوجرہ پہنچا۔ حاجی صاحب سخت بیمار تھے مجھے پہچانا نہیں۔ قرآن مجید کے عاشق تھے۔ ہزاروں بچوں کو قرآن مجید پڑھایا۔ بیہوشی میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ اگلے دن ان کی اسی حالت میں ملتان واپس آ گیا۔ اور کہہ آیا اگر ضرورت ہو مجھے فلاں فون نمبر پر اطلاع دیدینا ۸۔۴۔۷۹ اور ۹۔۴۔۷۹ کی درمیان شب کو حاجی صاحب کا وصال ہو گیا۔ فون کیا گیا۔ اس گھر کی بہو نے فون سنا وعدہ کیا میں اطلاع

کردوں گی۔سو گئی اطلاع دینا بھول گئی احباب شاہین پر مجھے ساتھ لے جانے گوجرہ سٹیشن پر آئے، میں نہ اترا احباب چاروں طرف سے پہنچ گئے اوراس انتظار میں تھے کہ ان کا ساتھی ناکارہ نماز جنازہ پڑھائے گا اور میں اپنے گھر میں ان کی صحت کی دعائیں کرر ہا تھا۔افسوس میں نے ان کی قدر نہ پہچانی قدر اس وقت معلوم ہوئی جب وہ چلے گئے اب ہاتھ ملتا ہوں۔روتا ہوں ان کے لیے دعائیں کرتا رہتا ہوں۔

باب ۱

حضرتؒ کی کراماتِ معنویہ

حضرتؒ کا مشرب

مرشد تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ کشف و کرامات کمالات مقصودہ میں سے نہیں نہ یہ کوئی فضیلت کی چیز ہے۔ اسی لیے ''اشرف السوانح'' میں کشف و کرامات سے متعلق کوئی باب نہیں۔ ''تنقیح کشف و کرامت'' کا باب ہے جب احباب کرام نے بعض چیدہ چیدہ واقعات ایسے بتائے جو بے تکلف کشف و کرامت کے ذیل میں مذکور ہو سکتے تھے تو حضرت اقدس نے اس کی سخت مخالفت و ممانعت فرمائی اور حلفاً فرمایا کہ مجھ کو اپنا ایک واقعہ بھی ایسا معلوم نہیں جس کو کشف و کرامت کہا جاسکے۔ ہاں انعامات الہیہ میں شمار کرتے ہو تو انعامات میں شمار کرنے کی میں بھی اجازت دیتا ہوں۔ چنانچہ ''اشرف السوانح'' میں انعامات الٰہیہ کا باب تو آپ کو مل جائے گا لیکن کشف و کرامت کا نہیں۔

اور یہ بھی ہم نے حضرت والا سے بار ہا سنا کہ جو طالب اپنے کام میں باقاعدہ مشغول ہوتا ہے وہ اپنے شیخ کی کرامتوں کے دیکھنے کا کبھی متمنی نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ اپنے باطن میں اپنے شیخ کی کرامتوں کا ہر وقت مشاہدہ کرتا ہے اور واقعی اکثر کشف و کرامت کے چرچے ایسی ہی جگہ زیادہ سننے میں آتے ہیں جہاں طالبان دنیا کا زیادہ ہجوم ہوتا ہے۔

اور اصل بات تو یہ ہے کہ حضرت والا کے خدام نے حضرت کو کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں کیونکہ حضرت والا کے فیوض و برکات سے یہ بات ان حضرات کے اچھی طرح ذہن نشین ہو چکی تھی کہ کرامات معنویہ کے مقابلہ میں کراماتِ حِسیّہ قابل التفات ہی نہیں۔

تفصیل کے لئے ''اشرف السوانح'' حصہ سوم کا باب نوزدھم ''تنقیح کشف و کرامت'' اور باب بستم ''انعامات الہیہ'' ملاحظہ فرمائیں!

حضرت اقدس قدس اللہ سرہ کی برکات اور کرامات معنویہ جو اس نالائق نے اپنی تعلیم کے دوران بچشم خود مشاہدہ کیں اگر طبع جدید میں ان کا اضافہ ہو جائے تو قارئین کرام کو بہت دینی

نفع ہوگا۔ اس لیے حسب اجازت حضرت والا ''انعامات الٰہیہ'' کے ضمن میں ان کو بیان کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ واقعات عجیب وغریب ہی نہیں دلچسپ بھی ہیں اوران واقعات سے یہ اندازہ ہوسکے گا جب میرے جیسے جاہل اور نالائق نے یہ کچھ مشاہدہ کیا تو اہل علم واستعداد اور اہل بصیرت ومعرفت نے تو کیا کچھ دیکھا ہوگا؟ اللہ ہمیں چشم بینا دیدے۔ آمین۔

گزشتہ اوراق میں گذر چکا ہے کہ حضرت والا سے تعلق ہوتے ہی کس طرح زندگی کا رخ بدلا، میرے اور میری اہلیہ کے دل میں جائز وناجائز، حلال وحرام اور اصلاح نفس کی فکر دامن گیر ہوئی اور احکام دینیہ بجالانے کی دھن پیدا ہوگئی اور اسی کی برکت سے ہماری دنیوی زندگی پر لطف بنتی چلی گئی۔

اپنی تعلیم کے سلسلہ میں حضرت اقدس کو مخاطب کرنے میں دل کی کیا کیفیت ہوتی تھی اور حضرت والا کے ارشادات میں کچھ ایسا برقی اثر ہوتا تھا کہ الفاظ ان کے بیان سے قاصر ہیں۔ خط حوالہ ڈاک کرتے ہی دل ودماغ پر ایک فکر سوار ہوجاتی تھی اور ایک ایک جملہ کے متعلق دل کانپتا تھا کہ یہ فقرہ اس طرح نہیں اس طرح ہونا چاہیے تھا مواخذہ کا الگ خطرہ اور اگر حضرت والا ناراض ہی ہوگئے تو کیا بنے گا؟ میرے خطوط پر چیپیاں چسپاں ہیں جس فقرے کے متعلق ادنیٰ شبہ بھی ہوتا تو چیپی پر نیا فقرہ لکھ کر ڈاک خانے جاتا تھا۔ لیٹر بکس سے خط نکلواتا۔ اس فقرہ کے اوپر لکھی ہوئی چیپی چسپاں کرکے پھر لیٹر بکس میں ڈال دیتا۔

چوتھے روز خط واپس آتا تھا۔ میں ڈاک کے وقت اکثر ڈاک خانہ میں موجود رہتا تھا۔ چٹھی رساں کا انتظار نہ کرتا تھا۔ خط واپس ملنے تک دل میں تفکرات اور اندیشہ ہائے دور دراز کی موجیں اٹھتی رہتیں تھیں۔ بظاہر تو یہ ایک غم تھا مگر درحقیقت یہ غم ''یادِ محبوب'' تھی۔ ہر وقت یہ سوچ رہنے لگی تھی کہ کہیں حضرت والا ناراض نہ ہوجائیں اور حضرت والا کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی صاف نظر آتی تھی۔ اس فکر میں کچھ عجیب لطف تھا۔

علاوہ ازیں حضرت والا کی یہ بھی ایک عنایت ہی تھی کہ میں کتنا جاہل، لکھنے کا سلیقہ نہیں خط ''حماقتوں'' سے بھرپور ہوتے۔ لیکن حضرت والا نے عفو وکرم فرماکر زندگی بھر اپنے ساتھ لگائے رکھا۔ بے اختیار لب پہ آتا ہے ؎

اللہ اللہ کہاں میں اور کہاں دامن اشرف
میرے مولا، یہ تیری مہربانی

صرف ایک میری ہی کیا بات ہے حضرت والا کے ساتھ تعلق پیدا ہوتے ہی ہر شخص میں فکر اصلاح پیدا ہو جانا یقیناً حضرت والا کی بہت بڑی کرامت تھی۔ اب کچھ واقعات سنیئے۔

مسجد کا معاملہ

میں اور میرے محسن حاجی شیر محمد صاحب مرحوم جو میرے تھانہ بھون پہنچنے کا ذریعہ بنے تھے، میانی افغاناں ضلع ہوشیار پور میں بالکل قریب قریب مکانوں میں رہائش پذیر تھے۔ حاجی صاحب موصوف کا مکان محلّہ قصاباں میں اور میرا مکان محلہ درس والا میں تھا۔ ہمارے بالکل قریب مسجد قصاباں تھی اسی میں ہم نماز پڑھا کرتے تھے۔ سب نمازی ہم سے بہت محبت کرتے تھے۔ بارہ تیرہ برس انہوں نے ہمارے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ ایک روز ایک واعظ صاحب تشریف لائے۔ انہوں نے جی بھر کے ہمارے حضرات اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے خلاف زہر اگلا۔ اگلے ہی روز ہوا کا رخ بدل گیا۔ ایک صاحب فضل الدین نامی تھے انہوں نے اس بات کا بیڑا اٹھایا کہ ان کو (یعنی ہمیں) نماز نہیں پڑھانے دے گا۔ اذان ہوتے ہی مسجد میں پہنچتا تھا اور مقررہ امام کو کہتا تھا کہ چلیے نماز پڑھایئے۔ یہ امام صاحب قرآن مجید غلط پڑھتے تھے۔ بتانے پر مان تو جاتے تھے لیکن تصحیح کی فکر ہرگز نہ کرتے تھے۔ اسکول میں چھٹیاں ہوئیں تو ہم تھانہ بھون گئے حاجی شیر محمد صاحب کو مکاتبت کی اجازت تھی۔ ساری بات حضرت والا کی خدمت عالیہ میں لکھ کر مشورہ کی درخواست کی۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا: جب امام قرآن ہی غلط پڑھتا ہے تو نماز تو برباد ہو چکی۔ اگر اور کوئی مسجد نہیں تو گھر پر جماعت کر لیا کرو۔

بعد نماز ظہر مجلس میں حضرت والا نے دریافت فرمایا: اگر آپ لوگ وقت مقررہ سے پہلے مسجد میں اپنی علیحدہ جماعت کر لیا کریں تو کوئی خرابی تو نہیں۔

حاجی صاحب نے عرض کیا، حضرت ہم ہی نے یہ مسئلہ بتایا ہوا ہے کہ جس مسجد کا امام مقرر ہو اس میں دوسری جماعت نہ چاہیے، اگر ہم نے ایسا کیا تو وہ لوگ ہمیں طعن دیں گے اور اندیشۂ فساد ہے۔ اس پر حضرت نے بہت ہی حسرت بھرے لہجہ میں فرمایا: دل یہ چاہتا تھا کہ تم لوگ مسجد میں نماز پڑھو لیکن اگر تمہیں کوئی مسجد نہیں سنبھالتی تو خدا کا نام لے کر گھر میں جماعت کر لیا کرو، فساد سے بچو۔

ہم تھانہ بھون سے واپس آئے۔ حاجی شیر محمد صاحب تو اپنے گھر دوسوہہ تشریف لے

گئے اور میں میانی افغاناں پہنچا۔ جس وقت ''مسجد قصاباں'' کے پاس گذر ہوا تو عصر کی اذان ہو رہی تھی۔ فضل الدین صاحب فوراً مسجد پہنچ گئے تاکہ اپنے امام صاحب کو ہوشیار اور خبردار کر سکیں۔

یہ عرض کر چکا ہوں کہ میری رہائش محلہ درس والا میں تھی۔ اس محلہ کی ایک مسجد تھی جو ''درس والی مسجد'' کہلاتی تھی۔ تقریباً آدھ فرلانگ کے فاصلہ پر واقع تھی۔ میرے محترم ہمسایہ جناب میاں محمد یوسف صاحب اس کے متولی اور امام تھے۔ میاں یوسف صاحب کے دو بیٹے ہمارے ہی اسکول کے طالب علم تھے ان میں سے ایک بعد میں مجھ سے بیعت بھی ہو گیا۔ یہ محلہ کبھی اہل حق کا تھا مگر اب بدعات کا اثر نفوذ کر چکا تھا۔ معاً دل میں خیال آیا کہ حاجی شیر محمد صاحب کی واپسی تک ''محلہ درس والی مسجد'' میں نماز پڑھ لیا کروں۔ اکیلے ہونے کی وجہ سے گھر میں نماز باجماعت مشکل تھی۔ چنانچہ ''مسجد قصاباں'' کے پاس سے گذر کر ''مسجد درس والی'' میں پہنچ گیا۔ جب جماعت کا وقت ہوا میاں محمد یوسف صاحب نے مجھے فرمایا آپ نماز پڑھائیں۔ میں نے نماز پڑھائی بعد نماز میاں محمد یوسف صاحب باہر چلے گئے اور میں مسجد میں ہی مغموم اور افسردگی کی حالت میں قرآن پاک پڑھنے لگا۔

پانچ سات منٹ گزرے ہوں گے، کیا دیکھتا ہوں کہ میاں محمد یوسف صاحب مسجد کو واپس چلے آرہے ہیں آکر میرے پاس بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: میں ایک درخواست لے کر آیا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ مسجد قصاباں والوں نے آپ سے بے مروتی کی ہے ہمیں اس بات کا بہت رنج ہے۔ آپ مدت سے ہمارے ہمسایہ ہیں۔ ہم نے آپ کو، آپ نے ہم کو دیکھا ہے۔ ہمارے دلوں میں آپ کی محبت ہے ہمارا بھی آپ پر حق ہے۔ یہ مسجد بھی آپ ہی کی ہے اس مسجد میں آجائیں۔

میں حق تعالیٰ کے عجیب فضل وکرم کا مشاہدہ کر رہا تھا ہمیں اور کیا چاہیے تھا میں نے کہا میں آپ کی محبت کا ممنون ہوں۔ بیشک یہ مسجد بھی ہماری ہے۔ ہم آئندہ یہیں آیا کریں گے۔ میاں محمد یوسف صاحب بے حد خوش ہوئے اور فرمایا: سنیئے! اس سے پہلے میں اس مسجد کا متولی اور امام بھی تھا اب متولی بھی آپ اور امام بھی۔ میں نے مسجد آپ کے سپرد کی۔

ہمارے اور احباب بھی مسجد قصاباں چھوڑ کر اس مسجد میں آگئے۔ چند روز بعد میاں محمد یوسف صاحب نے مجھے فرمایا کہ مروجہ رسوم کے متعلق چند ضروری باتیں مجھے سمجھا دیں۔ میں

نے حضرت والا کا مکتوب گرامی ''محبوب القلوب'' پڑھ کر سنایا اور سمجھایا۔ فرمایا یہی ٹھیک ہے۔ پھر انہوں نے مرتے دم تک وفا کی۔

حضرت والا کی حسرت بھری تمنا کہ ''دل چاہتا تھا تم لوگ مسجد میں نماز پڑھو'' وطن واپس پہنچتے ہی اللہ نے پوری فرمادی۔

مخالفین کا موم جانا

میانی افغاناں دریائے بیاس کے قریب واقع ہے۔ ایک دن سیلاب کا پانی ہمارے مکانوں اور اس درس والی مسجد کے درمیان لہریں مار رہا تھا اور ہم دونوں عشاء کی نماز کو چلے۔ مسجد قصاباں کے سامنے دس بارہ آدمی لالٹین لئے کھڑے تھے جن میں یہ فضل الدین صاحب بھی تھے، کہہ رہے تھے کہ ہم اس سیلاب میں آپ کو نہ جانے دیں گے۔ ہم سے غلطی ہوگئی ہمیں معاف فرما دیں اس مسجد میں نماز پڑھا کریں۔ ہم نے شکریہ ادا کیا اور محبت سے عرض کیا کہ اب اس مسجد کو چھوڑنا مناسب نہیں۔ پھر انہوں نے خوشی سے جانے کی اجازت دے دی۔

مخالف کا احترام سے پیش آنا

ایک روز میں انہیں فضل الدین صاحب کے مکان کے پاس سے گزر رہا تھا تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اندر لے گئے۔ دستر خوان پر مہمان کھانا کھا رہے تھے اب ان کو باقی مہمان تو بھول گئے، ایک ایک چیز اٹھا اٹھا کر میرے سامنے رکھتے جاتے اور کہتے جاتے یہ بھی کھالیں، یہ چیز بھی لذیذ ہے، تھوڑا سا اسے بھی چکھ لیں۔ الغرض سارے ہی لوگ دوبارہ محبت سے پیش آنے لگے۔ غنیمت تھا کہ یہ لوگ باوجود مخالفت مسلک اتنی محبت کرتے تھے۔ دین کی کتنی عظمت ان کے قلوب میں تھی۔ اب ایسے لوگ کہاں؟ ان کی مخالفت کا منشاء بھی دین تھا۔

ملک تقسیم ہو جانے کے بعد فضل الدین صاحب اور ان کے ہم مسلک رفقاء سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ عجیب محبت سے ملتے تھے۔ اگر ان کی درخواست پر گھر چلا گیا تو سارے گھر والے خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ بچے بچیاں خوشی سے کودتے پھرتے تھے۔

اہل بدعت کی شکست

اور بہت سے واقعات ہیں کیا کیا عرض کروں۔ حتیٰ کہ اہل بدعت کے سردار کی نماز جنازہ مجھ سے پڑھائی گئی۔ اسی طرح ان کے ایک پیشوا نے ایک دن مجھ سے کہا کہ میں بہشتی زیور

سے مسائل دیکھتا ہوں اور ایک متشدد بدعتی امام کو ایک خوش عقیدہ ڈاکٹر کے بچوں کو ٹیوشن پر بہشتی زیور پڑھاتے ہوئے میں نے خود دیکھا اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی دعاء قبول فرمائی اور مخالفین کے گھروں میں بہشتی زیور پہنچا دیا مہاجرین کے کیمپ میں ایک بدعتی نے جس نے کبھی سلام کا جواب تک نہ دیا تھا، چائے پر دعوت دی۔ بارشیں شدید ہو رہی تھیں۔ ایک دھوتی ہدیۃً پیش کی اور کہا: ''ہمارے دل تو شہادت دیتے تھے کہ آپ سچے ہیں، ہم نے ہٹ دھرمی کی''۔

یہ ساری برکات اور قوت حضرت کے تعلق ہی کی تو تھی۔

مکان کا معاملہ

میرے پہلے مکان کے مکین آ جانے کی وجہ سے مجھے مکان بدلنا پڑا لیکن اسی محلہ میں ایک اور مکان مل گیا۔ مکان خوب وسیع تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس مکان والوں کو بھی باہر سے واپس آنا پڑا۔ میں نے مروت سے بالا خانہ ان کو دے دیا۔ یہ لوگ عرس اور قبور پر میلوں کے دلدادہ تھے۔ جب میلوں کے دن آئے ہمارے گھر پتھر اور اینٹیں برسنے لگیں۔ طرح طرح کی الزام تراشیاں ہوئیں۔ اس گھر کی مالکہ کا لڑکا رفیع اللہ قصبہ کے ذیلدار میاں محمد عبداللہ خاں کے پاس شکایت لے کر گیا۔ میاں محمد عبداللہ خاں اس کے ہم مسلک تھے۔ اس کو ان سے بڑی امید تھی۔ میاں محمد عبداللہ خاں ہم سے بھی بڑی محبت سے ملا کرتے تھے۔ میں نے سارا حال حضرت والا کو لکھا۔ دعاء کی درخواست کی اور پوچھا کہ میں اندریں حالات کیا کروں؟

حضرت والا نے تحریر فرمایا: دل سے دعاء کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر نظر رکھیں۔

حضرت کے اس ارشاد پر قلب میں خاص قوت محسوس ہوئی۔ اب مقدمہ کے سلسلہ میں ذیلدار صاحب کے پاس جانا ہوا۔ ذیلدار صاحب نے دونوں طرف کی باتیں سنیں اور فرمایا، رفیق اللہ، یہ شخص (یعنی یہ ناچیز) جھوٹا نہیں ہے۔ تم مکان چھوڑ دو۔ جب یہ خوشی سے مکان چھوڑ دیں تم اپنے مکان میں آ جانا۔ چنانچہ انہیں مکان چھوڑ کر جانا پڑھا۔

اسی محلہ میں حضرت والا سے محبت رکھنے والے میرے ایک دوست نے اپنا پختہ مکان مجھے دیدیا، خود کچے کوٹھے میں چلا گیا جلد ہی میں نے وہ مکان چھوڑ دیا اور مالکہ کے حوالہ کر دیا۔

حضرت کے کچھ ارشاد فرما دینے کے بعد تمام کام کس آرام سے سرانجام ہوتے تھے دین کے ساتھ دنیا بھی بن جاتی تھی۔

حضرت سے بُغض رکھنے والوں کا حشر

مروجہ رسوم میں عدم شرکت کے باعث بعض حضرات ہم سے خوش نہ تھے۔ایک روز چھٹی ملنے پر سکول سے ہم گھر آ رہے تھے بازار میں جگہ جگہ بڑے بڑے پوسٹر چسپاں دیکھے جس میں حضرات دیو بند بالخصوص حضرت سید اسماعیل شہید اور حضرت تھانوی پر کفر کے فتوے تھے۔ سارے شہر میں ایک آگ سی لگ گئی۔مخالفین نے ایک بڑے جلسے کا انتظام کیا۔ہمیں معلوم ہوا کہ آنے والے حضرات واعظین کے قیام وطعام کا انتظام قصبہ کے رئیس اعظم میاں محمد کرار خاں نے اپنے ذمہ لیا ہے۔میاں محمد کرار خاں ہمارے حضرت والا کے محب اور معتقد تھے۔ مجھے اور حاجی شیر محمد صاحب کو تعجب گزرا۔ہم پوچھنے گئے۔میاں صاحب نے فرمایا: میں نے قصداً ایسا کیا ہے ان مولویوں کو تقریر سے پہلے میں ہی سنبھال لوں گا۔شر پھیلانے کی ان میں ہمت نہ ہوگی آپ بے فکر رہیں۔

ابھی ہم بیٹھے تھے کہ جلسہ کے چند منتظمین بھی آ گئے اور کہا میاں صاحب سب کچھ آپ ہی کو کرنا ہے۔میاں صاحب نے فرمایا سب کچھ کروں گا انہیں کوئی تکلیف ہی نہ ہونے دوں گا۔ لیکن ایک بات سن لو’’اشرف علی کی مخالفت کا انجام اچھا نہ ہوگا۔‘‘

جلسہ کا دن آ گیا۔اللہ تعالیٰ کی عجیب شان دیکھی۔طوفان بادوباراں نے ان کے خیمے اور دیگر انتظامات درہم برہم کر دیئے۔کئی اصحاب تو پہنچ ہی نہ سکے۔ایک مولوی صاحب جالندھر سے آگئے۔بارش لگا تار ہوتی رہی۔بلا تقریر واپس ہوئے۔لاہور کے ایک بڑے مولوی صاحب نے خرچ اتنا زیادہ طلب کیا کہ منتظمین دے نہ سکے۔

نقلی پیر صاحب کا حال

ایک پیر صاحب جو راگ سنتے تھے، جو میانی افغاناں کے ایک قریبی گاؤں غلزیاں سے کچھ سال پہلے ذلیل وخوار ہو کر نکلے تھے، پہنچ گئے۔ان کی ذلت کا قصہ یہ ہوا تھا کہ ان کے ایک مرید کی ہمشیرہ بہت حسین تھی۔مرید کو کہا کہ اپنی بہن سے نکاح کرا دو۔وہ کسی بہانے سے ورغلا کر لے آیا۔رات کو نکاح کیا۔لڑکی کے گاؤں والوں کو اس فریب کا پتہ چل گیا۔لاٹھیاں لے کر پہنچ گئے۔صبح لاٹھیوں کے سایہ میں پیر صاحب نے طلاق دی اور کئی سال روپوش رہے۔کسی کو اپنا منہ تک نہ دکھا سکے۔

خیر، یہ میانی افغاناں پہنچ گئے۔ان کے ساتھ ان کے دو بیٹے تھے جو پہلے مدرسہ

خیر المدارس جالندھر میں پڑھتے تھے۔ پھر مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ بڑے لڑکے نے تقریر میں کوئی نامناسب بات نہیں کی۔ چھوٹا فارسی میں ایک فقرہ کہہ گیا کہ ان (دیوبندیوں) کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اب پیر صاحب کھڑے ہوئے تو صرف اتنا ارشاد فرما کر بیٹھ گئے کہ میں تقریر رات کو کروں گا اور نور کا مطلب سمجھاؤں گا۔ رات چارپائی پر بیٹھ کر تقریر فرمائی، عشاء کی نماز نہیں پڑھی اور تقریر میں ایک فقرہ یہ کہہ گئے اگر یہ دونوں (احقر اور حاجی شیر محمد صاحب) تمہاری مجلسوں میں آئیں تو ان کو جوتے مار کر نکال دو۔ صبح منتظمین نے غالباً چھیاسٹھ روپے پیش کئے تو یہ کہہ کر لے لیے کہ اتنے روپوں پر تو میں پیشاب بھی نہیں کرتا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اتنے روپے ملیں گے تو ہم نہ آتے۔

قصبہ میں ان باتوں کا چرچا ہوا۔ ان کے معتقدین ہی باتیں کرتے پھرتے تھے اور گھر گھر پیر صاحب اور حضرت کے مریدین کے اخلاق اور دینداری کا موازنہ ہو رہا تھا۔ کچھ روز بعد اسی جامع مسجد میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب تقریر فرما رہے تھے۔ مولانا نے فرمایا، جتنی گالیاں فلاں پیر صاحب اور ان کے بیٹوں نے ہمارے حضرات کو یا ہمیں آج تک دیں یا آج کل دے رہے ہیں یا اپنی زندگی تک آئندہ دیں گے سب معاف اور فرمایا اے اللہ ہماری وجہ سے ان پر مواخذہ نہ کیجیو۔ اگر کسی کو ہماری وجہ سے سزا بھی ہوگئی تو ہمیں کیا ملا؟ لیکن حضرات اتنی بات تو آپ مجھے بتا دیں کیا غلزیاں والا واقعہ وہ بھول گئے؟ پیر صاحب نے سالہا سال منہ کیوں چھپائے رکھا کیا ہمیں گالیاں دینے کی وجہ سے وہ آپ کے محبوب اور بزرگ بن گئے۔ دوستو! عقلوں کو کیا ہوگیا۔ اس کا بھی تو کچھ جواب دیجئے مسجد میں سناٹا تھا۔

مولانا کی روانگی کے وقت غالباً پچیس روپے مولانا مرحوم کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ مولانا مرحوم نے فرمایا آٹھ آنے آتے ہوئے ریل کا کرایہ لگا آٹھ آنے واپسی پر لگے گا ایک روپیہ اٹھایا اور فرمایا ''میں نے اپنا حق لے لیا۔'' پیر صاحب اور مولانا موصوف کے اخلاق اور دینداری کا جگہ جگہ موازنہ اور تقابل ہو رہا تھا۔

مخالفین کے پروپیگنڈہ کی ناکامی

ہمارے حضرات اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر کفر کے فتووں کے سلسلہ میں ابھی کشیدگی پائی جاتی تھی۔ ہمارے حامیوں کی تعداد بھی کافی تھی اور مخالفین بھی کافی تھے۔ ایک روز مجھے بازار جانا ہوا مستری محمد ابراہیم صاحب کی دکان میں ایک صاحب احمد بخش کو دیکھا جو مستری

صاحب سے اسی سلسلہ میں باتیں کر رہا تھا۔ میں بھی اندر چلا گیا، کہہ رہا تھا: گذشتہ شب فلاں مسجد میں میٹنگ ہوئی ڈاکٹر عبدالرحمٰن خاں نے فرمایا کہ ان دونوں (احقر اور حاجی شیر محمد صاحب) کو قتل کر دو میں معاملہ سنبھال لوں گا۔

اس پر ہمارے حامیوں نے زور دکھانے کی اجازت چاہی میں نے کہا: بالکل نہیں۔ نرمی اور محبت سے کامیابی ہوگی البتہ میرا پیغام سب کو پہنچا دو کہ مجھے اپنے گھر میں بلا کر محبت سے بات سمجھو اور سمجھا دو پھر بھی قتل ہی کرنے کو دل چاہے تو قتل کر دو۔

جذبات کا یہ عالم تھا کہ ان دنوں میں جدھر جاتا تھا، ہوا میں تقریر کرتا پھرتا تھا۔ ان ہی حالات میں عید آ گئی حاجی شیر محمد صاحب مرحوم تو گھر گئے ہوئے تھے۔ نماز عید ہمیشہ اکٹھے عید گاہ میں پڑھی جاتی تھی۔ جامع مسجد کے امام مولوی محمد صدیق صاحب جو مجھ سے بیعت تھے نماز عید پڑھایا کرتے تھے اس دفعہ اہل بدعت نے یہ سازش کی کہ مولوی محمد صدیق صاحب کو نماز پڑھانے کی اجازت نہ دی جائے۔ وہ عید گاہ پہنچ گئے اور امام کے مصلے پر ان کے امام نے قبضہ جمالیا۔ اس دفعہ میاں محمد کرار خاں صاحب خلاف معمول ایک جم غفیر کے ساتھ بڑی شان وشوکت سے آئے۔ پھولوں کے ہار گلے میں اور کلمہ کے ورد میں عید گاہ میں پہنچے۔ لوگوں نے جگہ چھوڑ دی وہ پہلے صف میں آ گئے بدعتی امام کو مصلی پر قابض دیکھا تو فرمایا محمد صدیق کہاں ہے سامنے آئے۔ مولوی محمد صدیق صاحب سامنے آ گئے فرمایا: صدیق تم مقلد ہو یا غیر مقلد؟ صدیق نے عرض کیا میاں صاحب میں مقلد ہوں۔ آپ کس کی تقلید کرتے ہو؟ میاں: امام حنیفہ رحمہ اللہ ابوحنفیہ کی۔ تم کھانا تقسیم کر کے ایصال ثواب جائز سمجھتے ہو یا نہیں۔ میاں، میں جائز سمجھتا ہوں۔ تم قرآن مجید پڑھ کر ایصال ثواب کرتے ہو یا نہیں۔ میں ہر روز کرتا ہوں۔ فرمایا اہل السنّت والجماعت اور کس کو کہتے ہیں چلو نماز پڑھاؤ۔ کوئی نہیں بولا۔ بدعتی امام نے مصلّی چھوڑ دیا۔ مولوی محمد صدیق نے نماز پڑھائی نماز کے بعد۔ میں اختلاف رکھنے والوں کے درمیان تھا۔ بڑی محبت سے گلے لگا رہے تھے۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن خاں نے بہت ہی محبت کا اظہار کیا۔ میں نے کہا ڈاکٹر صاحب ایک صاحب نے یوں مشہور کیا آپ نے فرمایا تھا کہ ''ان دونوں کو قتل کر دو'' فرمایا قطعاً غلط۔ مجھ پر بہتان باندھا گیا ہے۔ سب موجود ہیں ان سے پوچھئے میں نے تو یہ کہا تھا کہ ان کا نام شریف ہے وہ واقعی شریف ہیں۔ میں اپنے والد محترم سے زیادہ آپ کو قابل احترام سمجھتا ہوں۔ مجھے اس آدمی کا نام بتایئے۔ میں نے کہا میں کسی کو آپ کی نظروں سے گرانا نہیں چاہتا لیکن انہوں نے تقاضا کیا میں نے نہیں

بتایا۔ گھر پہنچا تو سکول کے چپڑاسی میرے پاس بھیجا کہ مجھے قرار نہیں آتا۔ مجھے آپ اس شخص کا نام بتادیں میں خود دیوان خانہ گیا اور پختہ وعدہ لے کر کہ اسے کچھ نہ کہا جائے گا، بتادیا کہ ان کا نام احمد بخش ہے اور وہ سامنے بیٹھے ہیں۔ فرمایا: ''احمد بخش سامنے آؤ''۔

احمد بخش ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہا، میاں مجھے معاف کردیں۔ میں نے بات بنائی تھی، حقیقت کچھ نہ تھی فرمایا میں وعدہ کر چکا ہوں کہ آپ کو سزا نہ دوں گا اس شرط پر درگزر کرتا ہوں کہ آئندہ اپنا منہ مجھے نہ دکھانا خاں صاحب نے دیگر ضروری مسائل بھی پوچھے۔ میں نے تقریباً پندرہ بیس منٹ تقریر کی۔ فرمانے لگے ''سب باتیں سچی ہیں ہمارے عقائد بھی یہی ہیں''۔

افسرانِ بالا کے ہاں قدردانی

ہمارے افسر نے اپنی ہمشیرہ کو پڑھانے کے لئے مجھ سے کہا لیکن جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ قریب البلوغ ہے۔ میں نے انکار کردیا۔ اندیشہ تھا کہ وہ مجھے نکال ہی نہ دیں لیکن ایک روز مجھے کہنے لگے کہ آپ کی اسی بات نے مجھے آپ کا گرویدہ بنادیا میں آپ کو انعام دینا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے تین مواقع پر سفارش فرمائی اور مجھے سپیشل گریڈ دلوائے۔ ایک دفعہ تو ان کی سفارش پر تنخواہ سے زائد پچیس روپے ''پرسنل پے'' ملی اور سالانہ ترقی بھی ملتی رہی۔ عرصہ بعد آڈیٹروں نے اعتراض کیا کہ ہر سال سالانہ ترقی ملنے پر پرسنل پے میں اتنی کمی ہوتی رہنی چاہئے تھی اور پچیس روپے ترقی ہوجانے پر پرسنل پے ختم ہوجانی چاہئے تھی۔ زائد ادا کردہ رقم محکمہ میں واپس داخل کی جائے۔ مجھے حکم آگیا۔ تقریباً دو ہزار روپیہ واپس دینا پڑتا تھا۔ بہت پریشان ہوا اتفاق سے ہمارے ڈپٹی ڈائریکٹر کنٹونمنٹ بورڈ معائنہ پر آگئے۔ میں ان سے ملا۔ میری اچھی کارکردگی اور عمدہ ریکارڈ سے بہت خوش ہوئے اور یہ معلوم ہوجانے پر کہ حضرت تھانوی سے بیعت ہوں، از حد محبت سے پیش آئے اور منظوری کے روز سے پرسنل پے کو تنخواہ میں شامل کر گئے۔ اب تنخواہ اتنی ہوگئی کہ سالانہ ترقی اس پر مزید بنتی تھی اور کئی سو روپے مجھے بقایا وصول ہوا اور جاتے ہوئے وہ ایگزیکٹو آفیسر کو یہ کہہ گئے کہ ان کی کارکردگی کی وجہ سے سپیشل گریڈ کی سفارش کر کے میرے پاس بھیجو چنانچہ سفارش ہوئی اور مجھے سپیشل گریڈ بھی ملا۔

ڈپٹی ڈائریکٹر کا میرے گھر آنا

آئندہ کسی موقعہ پر یہی ڈپٹی ڈائریکٹر دیگر حکام کے ہمراہ میرے غریب خانہ پر حضرت تھانوی کے مکتوبات مبارک دیکھنے آئے، بہت ذوق وشوق سے دیر تک دیکھتے رہے۔ بہت ہی

متاثر اور محظوظ ہوئے ڈائریکٹر تعلیمات اور انسپکٹروں نے میری سفارش کی کہ ان کی پینسٹھ برس کی عمر تک ملازمت میں توسیع کی جائے۔ چنانچہ مجھے پینسٹھ برس کی عمر تک توسیع ملی۔ یہ ساری عزت اور سب دنیوی منافع حضرت والا کے تعلق کی وجہ ہی سے تو تھے ورنہ میں تو اس لائق نہ تھا۔

ملازمت کی بحالی

میرا ایک بھتیجا سرکاری ملازم تھا۔ انہیں ملازمت سے برطرف کر دیا گیا اپیل کی وہ بھی مسترد ہو گئی۔ ظاہر میں اب کوئی صورت باقی نہ تھی۔ انتہائی پریشانی کے عالم میں میرے پاس آئے۔ میں نے حضرت والا کی خدمت میں دعاء کے لیے لکھا تو ۔۔۔ تحریر فرمایا: ''دل سے دعاء ہے۔''

بالکل خلاف توقع ڈیڑھ دو ماہ بعد حکم آیا، تمہاری دائر کردہ اپیل پر دوبارہ غور کیا گیا، ملازمت بحال واپس ڈیوٹی پر آ جاؤ۔

ایک عزیز کا معاملہ

میرے ایک عزیز ہمارے ہی اسکول میں ٹیچر تھے۔ میری بھتیجی ان کے نکاح میں تھی۔ انہوں نے ہیڈ ماسٹر سکول کے خلاف، خلافِ واقعہ جھوٹی درخواستیں دیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نیک دل نیک، سیرت آدمی تھے اور حضرت کے انتہائی دلدادہ بہت ہی معتقد اور سچے عاشق تھے۔ تحقیقات ہوئیں تو میرے اس عزیز کا جھوٹ کھل گیا۔ ملازمت سے برخواست کر دینے کی رپورٹ ہوگئی۔ گو یہ ان کے اپنے کئے کا نتیجہ تھا لیکن بھتیجی کی پریشانی مجھ سے دیکھی نہ گئی۔ میں نے حضرت کی خدمت میں لکھا کہ حضرت والا دعاء فرمائیں تنزل وغیرہ کی کوئی سزا تنبیہ کے لئے ہو جائے بالکل یہ معزول ہونے سے بچ جائیں۔

حضرت والا نے تحریر فرمایا: اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیں اور نجات ہی کی صورت کر دیں۔

حکم آیا ایک سال کی ترقی بند کی جاتی ہے اور سال بعد بلا درخواست حکم آیا کہ سابقہ بند ترقی کی بحالی کی جاتی ہے۔ چنانچہ بقایا مل گیا۔

اہلیہ کی صحت یابی

مکتوبات اشرفیہ میں پہلے گزر چکا ہے کہ میری اہلیہ بعارضہ سرسام و نمونیہ شدید بیمار ہوئیں اور ڈیڑھ ماہ سے زیادہ بے ہوش رہیں۔ ڈاکٹر، لیڈی ڈاکٹر سب ہی یہ کہتے تھے کہ یہ بچ نہیں سکتیں۔ سہیلیوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ ہائے بہن گئی، ہائے بہن گئی اور خود میری یہ کیفیت تھی کہ گھر سے نکلتا تھا تو خیال یہی ہوتا تھا کہ اندر سے ابھی رونے کی آواز سنائی دے گی۔ الغرض ہر طرح

سے مایوسی تھی لیکن حضرت والا نے نہایت الحاح اور دلجمعی سے دعائیں دیں۔ چنانچہ ایک خط میں تحریر فرمایا: بہت دل دکھا، میرا بھی، گھر میں کا بھی، دل سے دعائے صحت کرتا ہوں۔

چنانچہ حضرت والا کی دعائیں بارگاہ رب العزت میں قبول ہوئیں۔ جو سہیلیاں یہ کہتی تھیں، ہائے بہن گئی، ان کو اس نے اپنے ہاتھ سے کفن پہنائے۔

تبادلہ سے تحفظ

میانی افغاناں سکول میں ساڑھے انیس برس میں نے پڑھایا، جب کبھی تبادلہ کی افواہ سنتا حضرت والا کو دعاء کے لئے لکھ دیتا۔ حضرت والا دعاء فرماتے۔ انسپکٹر سکھ اور ہندو ہوتے۔ ہندو سکھ ماسٹروں کی رسائی بھی زیادہ ہوتی لیکن انہیں میں سے کسی کا تبادلہ ہو جاتا۔ تاہم اتنی بات ضرور تھی کہ میرا کام ہمیشہ بہت اچھا رہا۔ گو یہ بھی حضرت ہی کی برکت تھی۔ حقوق العباد کو اچھی طرح ادا کرنے کی اہمیت حضرت ہی نے بتلائی تھی۔ میرے ہوتے ہوئے دو سکھ اور ایک ہندو اور ایک مسلمان کا تبادلہ باہر ہوا۔ لیکن میں محفوظ رہا۔

اور یاد آیا کہ حاجی شیر محمد صاحب مرحوم نے ایک دفعہ مفتی محمد حسن صاحب کو خط لکھا کہ حُسن اتفاق سے ہم یہاں دونوں اکٹھے ہیں۔ تو مفتی صاحب نے جواباً تحریر فرمایا: بلکہ اللہ کے فضل سے۔

کتاب کی اشاعت کا انتظام

انعامات الٰہیہ کے سلسلہ میں جب واقعات تحریر کئے تو کافی طویل ہو گئے۔ مجھے فکر لاحق ہوئی کہ اشاعت کیلئے تو بھیج رہے ہیں اخراجات کا کیا انتظام ہوگا؟ میں نے سوچا کہ اس قصہ کو جانے ہی دو تو بہتر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی اپنے خزانہ غیب سے انتظام فرما دیا۔ عین وقت پر چند احباب کی طرف سے پیش کش ہوئی کہ ہم حتی الامکان مصارف ادا کریں گے۔ اب مجھے اطمینان ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی اشاعت ہی منظور ہے اور عین وقت پر اس اطلاع کا پہنچنا یقیناً انعام الٰہی اور تائید الٰہی بھی ہے۔ حقیقت میں حق تعالیٰ حضرت کی کرامات معنویہ کا مشاہدہ ہمیں آج تک کرا رہے ہیں۔

افسوس صد افسوس ہم نے حضرت والا کی قدر نہ پہچانی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر سے دل لبریز بھی ہے کہ اتنی بڑی نعمت جو بلا استحقاق باوجود نااہل ہونے کے بن مانگے ہمیں عطا فرمائی مگر معاً دل کانپنے بھی لگتا ہے کہ اگر یہ سوال ہو گیا کہ تم نے اس نعمت کی قدر کیا پہچانی تو گردن جھک جاتی ہے، ندامت میں ڈوب جاتا ہوں اور کوئی جواب نہیں بن پاتا۔

باب ۱۱

اہلیہ کی حضرت حکیم الامت سے مکاتبت

نبض شناسی

ساری خط وکتابت کے دوران بارہا میں نے مشاہدہ کیا کہ جس خط کے بھی لکھنے کے بعد میں ڈرتا کانپتا رہتا اس پر تو بشارتیں ملیں۔ اظہار مسرت فرمایا گیا اور جس خط پر داد کی امیدیں باندھیں، لتاڑ آئی، حضرت والا نبض شناس تھے۔ اس سلسلہ میں بھی ایک واقعہ عرض کرتا ہوں: اہلیہ نے حضرت والا کی خدمت میں لکھا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ عام عورتوں کے نزدیک میری عزت ہو۔

جواب حضرت: "یہ تو برا ہے"

اس سے آگے لکھا: یہ بھی دل چاہتا ہے کہ وہ مجھے برا نہ جانیں۔

جواب حضرت: عزت ہونے میں اور برا نہ جاننے میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔

آگے لکھا کہ اگر عزت چاہنا مرض ہو تو علاج ارشاد فرماویں۔

جواب حضرت: اپنے عیوب سوچا کرو تو یہ مرض جاتا رہے گا۔

اس سے اگلے خط میں پوچھا کہ میرا ذہن کام نہیں کرتا۔ حضرت بتلادیں اپنے عیوب کس طرح سوچا کروں۔

جواب حضرت: تبلیغ دین میں عیوب کی فہرست ہے اس کو سن کر سوچو!

میں نے تبلیغ دین اہلیہ کو سنائی اور حماقت یہ کی کہ ایک بہت ہی طویل مضمون لکھا جو کہ کچھ تبلیغ دین میں سے تھا اور کچھ از خود میں نے لکھا کہ اس اس طرح اپنے عیوب کو سوچا کروں گی۔ خط روانہ کردیا اور میں خوش خوش منتظر داد تھا۔ حضرت والا میرا مرض پہچان گئے اور تحریر فرمایا: اتنا طویل مضمون پڑھنے کی کس کو فرصت ہے اور یہ تو اظہار مرض نہیں وعظ ہے یا لیکچر ہے جس میں کاتب صاحب نے اپنی لیاقت جتلائی ہے افسوس عقل ہی نہیں آئی۔

پھر وہ خط حضرت نے خواجہ صاحب کو دیا کہ پڑھ کر بتلائیں اس کا کیا مطلب ہے خواجہ صاحب نے حضرت کی تنبیہ کے نیچے ہی باجازت حضرت والا خط پر ہی تحریر فرمایا۔

احقر عزیز الحسن نے اس طویل مضمون کا مقصد حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ اپنے عیوب کا مراقبہ اس طرح کیا کروں گا۔ اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اتنی فرصت کہاں ہے کہ یہ دیکھوں کہ یہ طویل مضمون مراقبہ کا ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اول تو حضرت کے ارشاد کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اتنا طویل مراقبہ تجویز کیا جائے کیونکہ حضرت نے صرف سہولت استحضار عیوب کے لئے تبلیغ دین کا مطالعہ تجویز فرمایا تھا۔ دوسرے اگر آپ کو اپنا مضمون مراقبہ اپنی اہلیہ صاحب کے لئے بغرض مشورہ حضرت کی خدمت میں پیش کرنا ہی تھا تو اس کو جدا پرچہ پر لکھتے اور جلی قلم سے شروع میں بطور عنوان کے ''مضمون مراقبہ برائے اہلیہ خود'' یا مثل اس کے الفاظ لکھتے تا کہ حضرت بیک نظر معلوم فرما لیتے اور سمجھنے میں دقت نہ ہوتی دوسرے حضرت نے اس مضمون کو سن کر یہ بھی فرمایا کہ مجھے مضمون مراقبہ کی تفصیلات سے مطلع کرنا فضول تھا۔ اجمالاً لکھ دیتے کہ دنیا کے فانی ہونے کا استحضار رکھوں گی۔ حضرت کی فرصت کا حال آپ کو خود معلوم ہے اس لئے طویل خطوط اور غیر ضروری مضامین سے آئندہ احتراز چاہئے۔

اب حضرت والا نے ایک علیحدہ پرچہ لیا اور اس پر تنبیہ فرمائی اور غلطی سمجھائی اس پرچہ میں حضرت نے اصل نام سلطان بی بی بجائے برکت بی بی لکھا ہے۔ اصل نام لکھنے سے بھی احتیاط فرمائی۔ پرچہ میں عبارت کی نقل یہ ہے: برکت بی بی نے جو اوپر کی سطریں لکھی ہیں ان کا جو مقصود ہے کہ میں نے تبلیغ دین کے اس مضمون کا مراقبہ تجویز کیا ہے۔ یہ مقصود اس عبارت سے وہ شخص سمجھ سکتا ہے جس کو ایک ایک لفظ کے مطالعہ کی فرصت ہو۔ مجھ کو اتنی فرصت کہاں؟ میرے خطاب میں تو عبارت نہایت واضح ہونا چاہئے۔ چنانچہ واضح نہ ہونے کے سبب میں اس کے مقصود کو سرسری نظر سے نہ سمجھ سکا اور خلاف مقصود سمجھ کر اس پر تنبیہ لکھ دی خواجہ صاحب سے مقصود کا پتہ لگا تو ان سے دوسرا مضمون لکھوایا۔ اس تمام تر پریشانی کا سبب مجمل عبارت ہوئی مگر وہ تو عورت ناقص العقل ہے مگر تم پر کیا آفت نازل ہوئی؟ اتنی تمیز نہ ہوئی کہ ایک کثیر المشاغل شخص کو عبارت صاف لکھنا چاہئے۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ تبلیغ دین کی اس عبارت کی ایک پیشانی لکھتے۔ مثلاً یہ پیشانی ہوتی کہ عبارت تبلیغ دین جس کا مراقبہ تجویز کیا ہے۔ تو مغالطہ نہ ہوتا کہ یہ عبارت تمہاری ہے۔ اس لیے کہ برکت بی بی کی عبارت میں ایک جگہ یہ ہے کہ تبلیغ دین سے تمام عیوب کا حال سمجھ کر سنا ہے۔ ایک جگہ یہ ہے کہ حسب ارشاد ہر روز اپنے عیوب کو اسی طرح سوچا کروں گی۔ الخ اس میں یہ کہیں

نہیں لکھا یہ کہ مضمون تبلیغ دین کا ہے۔ کیا تبلیغ دین کوئی قرآن ہے کہ وہ مجھ کو حفظ یاد ہوتا۔ مجھ کو اس غلطی کے سمجھانے میں سخت تکلیف ہوئی اور سوچ سوچ کر آسان عبارت میں سمجھانے کی کوشش کی۔ خدا جانے کوڑھ مغز صاحب نے اب بھی سمجھا ہے یا نہیں۔ آئندہ کو دل تو چاہتا ہے کہ خط بھیجنے کی بالکل ممانعت کر دوں، بدتمیزی سے بہت تکلیف دیتے ہو۔

میری حماقت کچھ کم نہ تھی بہت ہی بھاری تھی۔ غلطی شدید ترین تھی حضرت والا کے جواب سے واضح ہے کہ حضرت کو کس قدر تکلیف ہوئی۔ حضرت کا کس قدر قیمتی وقت میں نے برباد کیا۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ حضرت نے دیا کیا ہے؟ کتنی مشقت برداشت کر کے غلطی سمجھائی ہے۔ اتنی دلسوزی اتنی فکر اصلاح اور کہاں ملے گی؟ اپنی کم عقلی و بے وقوفی سے جس مضمون کے لکھنے پر میں نے ایک ماہ لگایا تھا وہ حضرت کے ایک ہی فقرہ میں سارا سما گیا کہ اجمالاً اتنا لکھ دیتے کہ ''دنیا کے فانی ہونے کا استحضار رکھو گی''۔ اتنی بڑی اور سنگین غلطی لیکن معافی اگلے ہی خط میں مل گئی۔

میں نے لکھا: ''حضرت کی ناراضگی کا پڑھ کر واللہ ہوش ہی ٹھکانے نہ رہے''۔

جواب حضرت: ''پہلے ہی ٹھکانے نہ تھے''۔

نیچے میں نے لکھا: حضرت، آئندہ ایسی حماقت و بدتمیزی اور بے فکری ولاپرواہی پھر کبھی نہ کروں گا۔ سوچ سوچ کر مختصر اور واضح عبارت لکھا کروں گا۔

جواب حضرت: خدا تعالیٰ توفیق دے۔

میں نے لکھا: بہت ہی ندامت سے توبہ کرتا ہوں، حضرت معاف فرماویں۔ آئندہ کبھی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوگی جس میں حضرت کو تکلیف ہو۔

جواب حضرت: بہت اچھا۔

جو بات بھی حضرت والا سے سن لی دل میں اتر گئی۔ ایسی اتری کہ اب وہ کسی کے نکالنے سے نکل نہیں سکتی۔ عمل میں کوتاہی ہو جانا امر دیگر ہے۔

جب کبھی مجھ پر عتاب ہوا۔ میرے دل میں کبھی وسوسہ تک نہیں گزرا کہ حضرت نے سختی فرمائی ہے۔ سکول ماسٹر ہونے کا مجھے از حد نفع ہوا۔ میں سوچ لیتا تھا، میں انگریزی ماسٹر ہوں، طلباء کو ڈانٹتا پیٹتا ہوں (گو حضرت والا کی تعلیم کی برکت سے میں نے کبھی کسی بچے کے چہرے پر نہیں مارا) جب میں خود استاد ہونے کی حیثیت سے بچوں کو سخت سست کہتا ہوں تو کیا حضرت والا کو اتنا حق بھی نہیں کہ ہماری حماقتوں پر زوردار الفاظ میں تنبیہ فرمائیں! خصوصاً جب کہ ہماری بھدی

طبائع نرمی کی خوگر ہی نہیں۔ تو اگر ڈاکٹر کڑوی دوا تجویز کرے تو کیا اسے سخت کہنا چاہیے؟

تربیت اولاد کے متعلق سنہری اصول

حضرت کے بالا خانہ میں قیام کے دوران ایک دن اہلیہ اپنی بیٹی کو تنہا کمرے میں سوتا چھوڑ کر حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ کے ساتھ کسی قریب کے مکان میں چلی گئی۔ حضرت گھر تشریف لائے اور دریافت فرمایا: بچی کو کہاں چھوڑ گئیں۔ پیرانی صاحبہ نے بتایا، کمرے میں سوتا چھوڑ گئیں تھیں۔ ناراضگی سے بلند آواز میں فرمایا: تعجب کی بات ہے اتنی موٹی غلطی!

اہلیہ نے سن لیا، گھبرا گئی۔

دوسرے دن حضرت کو خط لکھا کہ حضرت کی ناراضگی کی فکر سے بے چین ہوں۔

حضرت نے تحریر فرمایا: ناراضگی کی بات ہی تھی اور تعجب اس لیے ہوا کہ اتنی موٹی بات میں ایسی بڑی غلطی، کیا اولاد کے لئے یہ گوارا ہوسکتا ہے کہ اس کو اس طرح تنہا چھوڑا جاوے۔ خواہ دفعتاً کوئی کتا بلی آ کر اذیت پہنچا جاوے خواہ وہ خواب میں ڈر جاوے تو اس کا کوئی تسلی دینے والا نہ ہو۔ خواہ اتفاقاً آنکھ کھل جاوے اور تنہائی سے متوحش ہو ایسے ہی اندیشہ ہوتا ہے کہ قلب و دماغ میں کوئی خلل ہو جاوے اور صدہا اندیشے ہیں۔

آگے اہلیہ نے لکھا کہ آئندہ ایسی غلطی بھی نہیں کروں گی۔

جواب حضرت: بس تو پھر شکایت بھی نہ ہوگی۔

آگے اہلیہ نے لکھا کہ ”اس دفعہ معاف فرمادیں حضرت کی ناراضگی کی برداشت نہیں۔“

جواب حضرت: میں کیا چیز ہوں، اولاد کے ایسے حقوق اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں ان کی ناراضگی کی برداشت نہ ہونا چاہیے۔

امراض کی نشاندہی

آگے لکھا: حضرت! میری غلطیاں مجھے بتادیا کریں۔

جواب حضرت: مجھ کو خبر ہی کیا ہوسکتی ہے۔

آگے اہلیہ نے لکھا: حضرت مجھ میں خودرائی کا مرض ہے۔ حضرت علاج ارشاد فرماویں۔

جواب حضرت: صرف خودرائی ہی نہیں، ناعاقبت اندیشی بھی، بے رحمی اور سنگدلی بھی، ان سب کا علاج کرو۔ ایک ایک کرکے۔ جو نہ معلوم ہو پوچھو۔

مضمون: حضرت اقدس، میں آئندہ ایسی حماقت کبھی نہ کروں گی۔ کسی بچہ کو اکیلا سوتا چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔ اللہ تعالیٰ کے سب حکم بجالاؤں گی ان کی ناراضگی کی برداشت نہ کروں گی۔ لیکن حضرت کی ناراضگی کے خیال سے دل بے چین ہے۔ کسی پہلو قرار نہیں۔ حضرت معاف فرمادیویں۔

جواب حضرت: دل خوش ہوا کہ تم کو دین کا خیال ہے۔ میں بالکل ناراض نہیں۔ دل سے دعاء کرتا ہوں۔

خودرائی کا علاج

آگے اہلیہ نے لکھا: اب میں حسب ارشاد ایک ایک کر کے اپنے تینوں مرضوں کا علاج کراؤں گی۔ حضرت اقدس! مجھ میں خودرائی کا مرض ہے۔ اپنی مرضی کے مطابق چلنا چاہتی ہوں، حضرت اس کا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب حضرت: چندروز تک ایسی عادت اختیار کرو کہ جو کام کرنا چاہو فوراً مت کرو کم ازکم ماسٹر صاحب ہی سے مشورہ کرلیا کرو۔ مگر جو بالکل معمولی کام ہوں یا فوری کرنے کے ہوں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

مضمون: اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حضرت مجھ سے خوش ہو گئے۔ آئندہ حسب ارشاد سوچ سمجھ کر کام کیا کروں گی اور جس طرح میرے شوہر کہا کریں گے اسی طرح کیا کروں گی۔ صرف اپنی ہی رائے سے نہ کروں گی۔

جواب حضرت: جزاک اللہ تعالیٰ۔

ناعاقبت اندیشی کا علاج

بقیہ مضمون: حضرت اقدس، ایک مرض مجھ میں ''ناعاقبت اندیشی'' ہے۔ کام کرتے وقت سوچتی نہیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ بعض اوقات کام خراب ہو جاتے ہیں۔ حضرت اقدس! اس مرض کا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب حضرت: جب ایسی غلطی ہو جاوے ۴ رکعت نفل فوراً وضو کر کے پڑھو۔ ان شاء اللہ نفس ٹھیک ہو جائے گا۔

بقیہ مضمون: کل میں نے اپنے شوہر صاحب کی معرفت چھوٹی پیرانی صاحبہ کے ساتھ کیرانہ جانے کی اجازت لی تھی۔ پیرانی صاحبہ فرماتی ہیں کہ تمہارے شوہر کو تکلیف ہوگی اور بڑی

لڑکی جس کو گھر میں چھوڑ جانے کا ارادہ ہے، اداس ہوگی، میں سمجھ گئی ہوں کہ پیرانی صاحبہ کا فرمانا ٹھیک ہے۔ اس لیے اب دوبارہ حضرت کو اطلاع کرتی ہوں کہ میں حضرت پیرانی صاحبہ کے ساتھ کیرانہ نہیں جاؤں گی۔

جواب حضرت: الحمدللہ! عاقبت اندیشی کے آثار شروع ہوگئے۔ مجھ کو یہ معلوم نہ تھا کہ بڑی لڑکی یہاں رہے گی ورنہ میں اس کو گوارانہ کرتا۔ اب جو کچھ رائے قائم کی ہے، ٹھیک ہے۔

بے رحمی کا علاج

مضمون: حضرت اقدس، میرا تیسرا مرض ''بے رحمی'' ابھی باقی ہے اس کا علاج ارشاد فرماویں۔

جواب حضرت: سب بچوں کے ساتھ قصداً برتاؤ رحم دلی کا کیا کرو۔ گو دل میں رحم نہ ہو۔ اس برتاؤ سے خود بخود مادہ رحم کا پیدا ہو جاوے گا۔

گھریلو خطوط کے آداب

بقیہ مضمون: حضرت اقدس دل چاہتا ہے کہ کبھی کبھی حضرات پیرانی صاحبہ کو خط لکھ کر خیریت کا پتہ منگوالیا کروں۔ حضرت مناسب خیال فرماویں تو اجازت فرماویں۔

جواب حضرت: کچھ حرج نہیں۔

بقیہ مضمون: اگر اجازت ہو جاوے تو میں جو بھی خط پیرانی صاحبہ کو لکھوں گی اپنے شوہر کی اجازت سے لکھوں گی لیکن اس پر میرے شوہر کے دستخط نہ ہوں گے البتہ واپس آنے والے لفافہ پر پتہ میرے شوہر کا ہوگا۔ حضرت ارشاد فرماویں کہ آیا یہ دونوں باتیں مناسب ہیں؟

جواب حضرت: بالکل مناسب۔ میں تمہاری تہذیب سے بہت خوش ہوا ہوں۔

بقیہ مضمون: تھانہ بھون جانے والے لفافہ پر پتہ ''بخدمت چھوٹی پیرانی صاحبہ معرفت حضرت اقدس ہوگا''۔

جواب حضرت: یہی صورت ہو۔

زیادہ خوشی

مضمون: حضرت اقدس! میں اور میرے شوہر اپنے گھر میں بہت خوش رہتے ہیں۔ شاید ہی کبھی غمی آئے۔ حضرت اقدس ارشاد فرماویں کہ زیادہ خوش رہنا مرض تو نہیں؟

جواب حضرت: نہیں۔ بلکہ شکر ہے مگر اس شرط سے کہ اپنے کو اس نعمت کا مستحق نہ سمجھیں۔

آنحضرت ﷺ کی خواب میں زیارت

مضمون: حضرت اقدس! مجھے آج تک حضور ﷺ کی خواب میں زیارت نہیں ہوئی۔ حضرت کی جوتیوں کے صدقہ سے اتنی بات سمجھتی ہوں کہ یہ غیر اختیاری بات ہے اس پر رنج نہ چاہئے مگر دل میں رہ رہ کر یہ خیال آتا ہے جس چیز کی محبت غالب ہوتی ہے خواب میں کبھی نہ کبھی وہ چیز نظر آ ہی جاتی ہے۔

جواب حضرت: اس دعوے کی کیا دلیل ہے۔

بقیہ مضمون: حضور ﷺ کی زیارت نہ ہونے سے اپنی محبت کی کمی کا بہت شبہ رہتا ہے۔

جواب حضرت: اس کی کیا دلیل؟

بقیہ مضمون: اس لئے دل پر بہت بوجھ رہتا ہے کہ زیارت سے محرومی کیوں ہے؟

جواب حضرت والا: اس کا کون ذمہ دار ہوسکتا ہے اور کیا اس سے کوئی معصیت لازم آئی؟ اس کا بھی وہی جواب جو پہلی حالت کے متعلق لکھا گیا ہے۔ آئندہ اگر ایسی جہالت کا خط آیا، جواب نہ ملے گا۔

گھر والوں کو ہدیہ

خط اہلیہ: مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت بڑی پیرانی صاحبہ کے بھتیجے کا نکاح ہے دل چاہتا ہے کہ حضرت پیرانی صاحب کو کچھ ہدیہ دوں تاکہ اپنے بھتیجے کو کوئی چیز رومال وغیرہ لے دیں۔

جواب حضرت: میری طرف سے ممانعت نہیں لیکن انہوں نے دینی تعلق سے کسی سے نہیں لیا۔ اس لئے میں دخل نہیں دیتا۔ اگر تمہارا دل چاہے تو خود ان کے نام خط بھیج کر پوچھ لو۔ میں ہر طرح راضی ہوں۔ اس کے بعد اہلیہ نے حضرت بڑی پیرانی صاحبہ کی خدمت میں ہدیہ بھیجنے کی اجازت کا خط لکھا۔

جواب حضرت بڑی پیرانی صاحبہ: بیٹی! ایسے موقع پر میں لیا نہیں کرتی، دیا کرتی ہوں۔

ذکر کی آواز

خط اہلیہ: ذکر آہستہ آواز سے کروں یا اتنی آواز سے کرلیا کروں کہ میرے شوہر سن لیں۔

جواب حضرت: اتنے کا مضائقہ نہیں مگر شوق میں آواز نہ بڑھ جائے۔

بھولنا اور اس کا علاج

مضمون: چاہئے تو یہ تھا کہ بیماری کے بعد عبرت ہوتی مگر میں تو بھول بھول جاتی ہوں۔

جواب حضرت: یہ غفلت مذموم نہیں۔

مضمون: ارشاد فرمائیں کہ مجھے کس طرح یاد رہا کرے تا کہ اکثر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزرے۔

جواب حضرت: یاد کی تمنا اور کمی پر حسرت یہ بھی یاد کی ایک قسم ہے۔

مضمون: ضعف کی حالت میں جب تک ذکر باقاعدہ شروع نہ ہو اس وقت تک میں اپنا وقت کس طرح صرف کروں کہ میری توجہ اللہ کی طرف رہے۔

جواب حضرت: دل میں لا الہ الا اللہ یا استغفار پڑھتی رہو۔

وضع قطع سنوارنا

مضمون: اگر کوئی بڑے گھر کی عورت یا اپنے ماں باپ کے گاؤں کی مجھ سے ملنے کے لئے آوے یا مجھے بلاوے اور میرے کپڑے زیادہ میلے ہوں تو نفس اس بات کو برداشت نہیں کرتا کہ اس پراگندہ حالت میں ملوں۔ زیادہ بن ٹھن کر تو نہیں ملتی البتہ صاف کپڑے پہن لیتی ہوں۔ نفس بہانہ بناتا ہے کہ ذلت سے بچنا تو مشروع ہے اور نیت بھی ذلت سے بچنے ہی کی کرتی ہوں۔ لیکن نیت میں کھوٹ کی آمیزش نظر آتی ہے۔ عام حالات میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ عزت کی خواہش نہیں لیکن جب کوئی ایسا موقع ملنے کا آتا ہے تو نفس ذلت سے بچنے کی مکاری کر کے دھلے ہوئے کپڑے پہنا دیتا ہے۔ کچھ پتہ نہیں لگتا کہ یہ ذلت سے بچنا ہے یا عزت کی خواہش ہے۔ حضرت اقدس! اگر میری یہ حالت بری ہو تو علاج ارشاد فرماویں۔

حضرت کے ارشاد پر دل و جان سے عمل کروں گی۔

جواب حضرت: اگر زیادہ زینت کے کپڑے موجود ہوں جو مثلاً عیدین میں پہنے جاتے۔ اور باوجود اس کے پھر معمولی مگر صاف کپڑے پہنے جاویں تو یہ مکاری نہیں اور سوال اسی حالت کا ہے۔

اہلیہ کے کچھ اور خطوط پر حضرت کے ارشادات نافعہ

غیبت سے بچاؤ

مضمون: حضرت اقدس کئی عورتیں گھر میں ایسی آجاتی ہیں جو اپنے آپ ہی دوسروں کی غیبت اور چغلی کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ میں غیبت سے بچتی ہوں مگر ان کو روکنے کا حوصلہ نہیں ہوتا کہ یہ ناراض ہو جائیں گی۔ حضرت اقدس ارشاد فرمائیں کہ اس گناہ سے کس طرح بچوں؟

جواب حضرت والا: کسی بہانہ سے اٹھ جایا کرو اور اگر کبھی اس کا بھی موقع نہ ہو تو دل سے

برا سمجھا کرو۔

احکام کی اہمیت

مضمون: فی الحال میں نے قصد السبیل سے مشغول عامی کا دستور العمل شروع کر دیا ہے اطلاعاً عرض ہے۔

جواب: یہ تو وظائف ہیں تھوڑے بھی کافی ہیں بڑی چیز احکام کا اتباع اور اعمال کی اصلاح ہے۔

غصہ اور اس کا علاج

مضمون: حضرت اقدس مجھ میں غصہ زیادہ ہے بچوں کو غصہ میں مارتی ہوں۔ حضرت اقدس علاج ارشاد فرمائیں؟

جواب: غصہ حق پر آتا ہے یا ناحق اور شق اول پر بقدر حق آتا ہے یا زیادہ اور صرف غصہ ہی آتا ہے یا غصہ پر عمل بھی ہوتا ہے اس عمل کی مثال بھی لکھو؟

مضمون: حضرت اقدس اللہ کے فضل سے ناحق غصہ تو نہیں آتا حق پر آتا ہے مثلاً چھوٹی لڑکی نے مٹی کھالی یا کسی بچہ نے جھوٹ بولا یا کسی کی چیز اٹھالی یا کوئی لڑکی ننگے سر باہر چلی گئی یا کوئی لڑکی شرارت کرے یا سبق یاد نہ کرے تب مارتی ہوں۔ مارتے وقت کمر پر تین چار تھپڑ کبھی پانچ مارتی ہوں۔ مارتے وقت غصہ بہت ہوتا ہے بعد میں رنج ہوتا ہے کہ زیادہ مارا گیا۔

بچوں کو مارنے کی حد

جواب: دو سے زیادہ مت مارو، باقی سب ٹھیک ہے اور صرف کمر پر مارو اور گھونسہ اور لکڑی مت مارو۔

نماز میں خیالات

مضمون: حضرت اقدس نماز میں اور قرآن شریف پڑھتے وقت کئی طرح کے خیالات دل میں آجاتے ہیں۔ ان کو دور کرنے کی کوشش پر بھی آتے رہتے ہیں۔ حضرت اقدس یہ خیالات کس طرح دور ہوں؟

جواب: جو خیال بلا ارادہ آدے وہ مضر نہیں۔ کچھ پروانہ کرو۔

مضمون: یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ یہ گنہگار کیا کرے۔ جس سے نماز اور قرآن پڑھتے وقت خوب دل لگے؟

جواب: اپنی طرف سے لگاؤ۔ پھر خواہ لگے یا نہ لگے ثواب میں کمی نہ ہوگی۔

تقدیر پر ایمان اور طبعی خوف

مضمون: حضرت اقدس میری حالت بڑی ردی ہے۔ اندھیرے کمرے یا کوٹھڑی میں جانے سے بھی بہت ڈر لگتا ہے۔ شوہر گھر میں نہ ہوں تو اکیلی رہنے میں سخت ڈر لگتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر پر پورا ایمان اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں ہے۔ حضرت اقدس ارشاد فرمائیں کہ یہ دونوں باتیں کس طرح حاصل ہوں؟

جواب: تعجب ہے ایسی موٹی بات میں غلطی۔ کیا طبعی خوف دلیل ہے تقدیر پر ایمان ضعیف ہونے کی؟ اپنے شوہر سے سمجھ لینا۔

ذوق وشوق

مضمون: حضرت اقدس مجھے دین کا شوق بہت کم ہے۔ عورتوں کا دل تو بہت نرم ہوتا ہے مگر مجھے رونا بھی نہیں آتا۔ وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ میں جاہل ہوں۔ جائز ناجائز تو دیکھ لیتی ہوں مگر جوش اور زیادہ شوق نہیں ہے۔ حضرت اقدس مجھے دین کا شوق کس طرح زیادہ ہو؟

جواب: شوق عقلی مقصود ہے شوق طبعی مقصود ہی نہیں اور جوش تو بعض اوقات صحت کو یا عمل کو مضر ہو جاتا ہے خاص کر عورتوں میں بوجہ ضعیف قلب کے۔ بس یہ دعا کیا کرو کہ اتنا شوق عطا ہو جائے جس سے عمل دین ہوتا رہے۔

مضمون: حضرت اقدس اب میں ذکر بارہ تسبیح اور عامی مشغول کا دستور العمل کر رہی ہوں۔

جواب: مگر ضرب نہ لگانا۔

وظیفہ کی زیادتی

مضمون: حضرت اقدس! میں ذکر بارہ تسبیح کیا کرتی ہوں۔ آج کل تھانہ بھون کے قیام میں فرصت کچھ زیادہ ہے۔ اگر حضرت اقدس مناسب خیال فرمائیں تو کوئی وظیفہ مدت قیام کے لئے بڑھا دیں۔

جواب: بارہ تسبیح کے اجزاء میں سے جس جزو سے زیادہ دلچسپی ہو اس کی مقدار بوقت فرصت بڑھا لیں۔ نئے وظیفہ سے یہ زیادہ نافع ہوتا ہے۔

ہدیہ میں قواعد کا مقصود

مضمون: حضرت مدت سے دل چاہتا ہے کہ حضور میں کچھ ہدیہ پیش کروں مگر ڈرتی تھی کہ حضرت

عذر نہ فرماویں۔ ان دنوں تقاضہ بہت ہے۔ میں نے اپنے جہیز کی کڑاہی ڈیڑھ روپے کو بیچی ہے۔ مقصود صرف یہ ہے کہ حضرت کا دل خوش ہو اور کوئی غرض نہیں ہے۔ اگر حضرت اقدس مناسب خیال فرمائیں تو اجازت فرماویں تاکہ میں ڈیڑھ روپیہ اپنے شوہر کے ہاتھ حضرت اقدس کو بھیج دوں۔

جواب: خوشی سے لے لوں گا۔ تمہارے خلوص پر قلب شہادت دیتا ہے۔ ہدیہ میں اصل انتظار اسی کا ہوتا ہے۔ سب قواعد اس انتظار کی تحقیق کے لئے ہیں۔

طبعی رنجشوں کی حد

مضمون: ایک مرض یہ ہے کہ جب کوئی مجھے بغیر میرے قصور کے برا کہتی ہے تو وہ مجھے اچھی نہیں لگتی۔ نقصان تو کوئی نہیں پہنچاتی اور کچھ دن بعد بلا بھی لیتی ہوں۔ لیکن دل کڑھتا رہتا ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔

جواب: یہ مرض نہیں اقتضائے طبع ہے لیکن اس کی بھی ایک حد ہے سو وہ حد و تم خود ادا کر دیتی ہوا تنا اور خیال رکھو کہ یہ مدت ناراضگی کی تین دن سے بڑھنے نہ پائے۔

شیخی اور اس کا علاج

مضمون: حضرت نے دریافت فرمایا ہے کہ اپنی عبادات یا کسی خوبی کے کسی پر ظاہر ہونے کے وقت جو دل پھولتا ہے اس کا اثر کسی اعتقاد یا عمل میں ہوتا ہے یا نہیں۔

حضرت اقدس اور تو کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا البتہ ایک ہوتا ہے وہ یہ کہ جب کوئی عورت مجھ سے کوئی مسئلہ پوچھے اگر بالکل نہ آتا ہو تو کہہ دیتی ہوں کہ اپنے شوہر سے پوچھ کر بتلاؤں گی مگر اس وقت اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔

جواب: مگر اس شرم پر عمل تو نہیں ہوتا یعنی یہ تو نہیں ہوتا کہ شرم کے مارے اپنے جہل کو پوشیدہ کرلیں یا مسئلہ غلط بتلا دیں۔

مضمون: اگر آتا ہو تو بتاتی ہوں اور بتانے کے وقت دل میں شیخی سی ہوتی ہے کہ میں جانتی ہوں اور اسے بتا رہی ہوں۔

جواب: جب دل میں شیخی پیدا ہو اپنے عیوب کو متحضر کرلو اور یہ بھی پیش نظر کر رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ سلب کرلے تو میں کیا کرسکتی ہوں۔ پس یہ علم میرا کمال نہیں محض عطائے حق ہے۔

مضمون: حضرت کسی کے مسئلہ پوچھنے پر شرم کے مارے اپنے جہل کو پوشیدہ نہیں کرتی۔ اور

مسئلہ غلط نہیں بتاتی۔ کہہ دیتی ہوں کہ اپنے شوہر سے پوچھ کر بتلاؤں گی۔ البتہ یہ بات ضروری ہے کہ مسئلہ آ جانے پر دل میں بہت خوشی ہوتی ہے اور نہ آنے کی صورت میں شرمساری ہوتی ہے۔

جواب: یہ مرض نہیں تغیر طبعی ہے جس پر ملامت نہیں۔

ریاء اور اس کا علاج

مضمون: حضرت اقدس عام حالتوں میں تو میں اپنے آپ میں دین کا شوق اور بہت جوش نہیں پاتی مگر جب کسی سے باتیں کرتی ہوں تو زیادہ جوش معلوم ہوتا ہے اس سے شبہ ریا کا ہوتا ہے اور اگر نماز میں یہ معلوم ہو جاوے کہ حضرت اقدس مجھے دیکھ رہے ہیں تو ایسے وقت یقیناً ہمیشہ کی نسبت زیادہ بن ٹھن کے نماز پڑھوں کہ حضرت مجھ سے خوش ہوں کیونکہ حضرت کی خوشی بڑی نعمت ہے۔ اس سے بھی شبہ ریاء کا ہوتا ہے۔ حضرت اقدس اگر یہ صورتیں ریاء ہوں تو علاج ارشاد فرماویں۔ حضرت آج وطن جانے کا ارادہ بھی ہے۔ ہمارے لئے دعاء بھی فرماویں۔

جواب: ریاء ایسی سستی نہیں ریاء موقوف ہے قصد پر اور یہ حال اور خیال بلا قصد ہے اس لئے ریاء نہیں البتہ دوسری صورت میں فوراً یہ خیال کر لیا جاوے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں پھر اگر پہلا خیال بھی آوے تو مضر نہیں۔ باقی دعاء کرتا ہوں۔

نماز اور دُعاء میں دل لگانا

مضمون: حضرت اقدس نماز میں اچھی طرح دل نہیں لگتا یہی جی چاہتا ہے کہ جلد فارغ ہو جاؤں اسی طرح دعا میں بھی ہوتا ہے جلدی سے دعا ختم کر دیتی ہوں۔ دیر تک دعاء مانگنے میں طبیعت گھبراتی ہے۔ حضرت ارشاد فرمائیں کہ نماز اور دعاء میں دل کس طرح لگاؤں۔

جواب: : بتکلف لگاؤ خواہ لگے یا نہ لگے۔ بتکرار ایسا کرنے سے لگنے لگے گا۔

ہمسایوں سے ملنے کی شرائط

مضمون: میری ہمسایہ نیک بیبیاں ہیں۔ حضرت نے ان کے گھر جانے کی مجھے اجازت فرمائی تھی چنانچہ جاتی رہی۔ اب ایک بات یہ پیش آئی کہ جب ان گھروں میں کوئی نئی عورت مہمان آتی ہے تو دل میں بہت تقاضا ہوتا ہے کہ اس کو دیکھوں اور جب پتہ لگ جائے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں تو کوٹھے پر چڑھ کر یا کسی اور طریقہ سے اسے دیکھ ہی لیتی ہوں۔ اس طرح دس بیس منٹ باتیں کرنے میں بھی لگ جاتے ہیں۔ اگر حضرت اقدس اجازت فرمادیں تو دیکھ لیا کروں ورنہ چھوڑ دوں۔

جواب: ایک بار نفس کی موافقت کرو، ایک بار مخالفت اور باتیں گناہ کی یا فضول مت کرو اور ملنے کے وقت اچھے کپڑے مت پہنو۔

شکوک کا علاج

مضمون: میں نے حضرت والا کو لکھا تھا کہ بعض دفعہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل میں ایمان ہی نہیں دل میں کئی شک معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ ''اس شک کو برا سمجھتی ہو یا نہیں''۔

مضمون: حضرت برا تو سمجھتی ہوں لیکن پھر بھی یہ خیالات دور نہیں ہوتے اور دل کڑھتا رہتا ہے۔ حضرت اقدس ان وسوسوں کا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب: یہی علاج ہے کہ اس کی پرواہ نہ کرو نہ ادھر توجہ کرو نہ جلبا نہ سلبا۔

سائل کے ساتھ معاملہ

مضمون: حضرت اقدس اس قصبہ میں دروازوں پر سوالی بہت آتے ہیں کئی ڈھول بجاتے آتے ہیں کوئی ریچھ نچاتے آتے ہیں اور مانگتے پھرتے ہیں اکثر ان میں طاقتور نوجوان ہوتے ہیں اور بعض کمزور اور معذور بھی ہوتے ہیں۔ پھر بعض تھوڑی چیز لیتے نہیں اصرار کرتے ہیں زیادہ چاہتے ہیں۔ میں بچوں کے ہاتھ خیرات بھیجتی ہوں لیکن بعض کو دیتے ہوئے طبیعت رکتی ہے اور انکار کرنے سے بھی رکتی ہے۔ حضرت ارشاد فرمائیں میں کس کو خیرات دوں اور کس کو نہ دوں؟ اور اگر عذر کرنا ہو تو کیا کروں ان کو انکار کی اطلاع کروں یا خاموش بیٹھی رہوں کہ مایوس ہو کر چلے جائیں۔

جواب: جو قرائن سے ہٹے کٹے معلوم ہوں اور پیشہ کے طور پر سوال کرتے ہوں ان کو مت دو مگر جواب بھی سخت مت دو نرمی سے کہہ دو کہ میں چیزوں کی مالک نہیں میں نہیں دے سکتی۔

بیٹی سے معاملہ

مضمون: حضرت اقدس میری ایک سوتیلی لڑکی ہے۔ کوتاہیوں پر بعض دفعہ اسے مارتی ہوں۔ ایک دو دفعہ اسے چوٹ آ گئی۔ میں نے لکڑی سے مارا۔ پھر ندامت ہوئی۔ توبہ کر لی۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی دل پر تقاضا تھا کہ لڑکی سے بھی معافی مانگوں لیکن یہ خیال آیا کہ اس سے وہ اور زیادہ بگڑے گی۔ اثر اچھا نہ ہوگا حضرت ارشاد فرمائیں کہ اس کا تدارک کس طرح کروں؟

جواب: اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ وہ خوش ہو جائے۔

لباس کے متعلق ارشاد

مضمون: حضرت اقدس تھانہ بھون میں بیبیاں تنگ پائنچہ کا پاجامہ پہنتی ہیں۔ مگر پنجاب میں بڑے پائنچہ کا پاجامہ پہننے کا عام رواج ہے۔ کوئی اس کو برا نہیں سمجھتا۔ حضرت ارشاد فرمائیں کیا بڑے پائنچہ کا پاجامہ پہن لیا کروں؟

جواب: جب عام عادت ہوگئی ہو کہ دیکھنے والوں کو کھٹک نہ ہوتی ہو کہ یہ بددین لوگوں کی وضع ہے ایسی حالت میں جائز ہے۔

برائی کا جواب

مضمون: حضرت اقدس ارشاد فرماویں کہ دل پر بوجھ ڈال کر اور طبیعت کو مجبور کر کے کسی ایسی عورت کی خدمت کرنا جس کی بدتمیزیوں کی وجہ سے تکلیفیں پہنچی ہوں۔ خلاف خلوص تو نہیں؟

جواب: نہیں بلکہ مجاہدہ ہے جس میں زیادہ اجر ہے۔

مضمون: حضرت اقدس ہمارے قصبہ میں طاعون کا زور ہے۔ ڈاکٹر، سپاہی، چوکیدار نہ قصبہ کے لوگوں کو کسی اور گاؤں میں جانے دیتے ہیں نہ باہر سے لوگوں کو قصبہ میں آنے دیتے ہیں۔ البتہ قصبہ کے لوگ باہر کھیتوں اور باغوں میں جا جا کر رہنے لگے ہیں۔ ہم سب اپنے گھر ہی میں ہیں اور اللہ کے فضل سے دل میں ہر طرح قرار ہے لیکن پھر بھی کسی وقت طبیعت گھبرا جاتی ہے۔ حضرت اقدس دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ قصبہ سے بیماری کو دور فرماویں۔ اور ہمارے گھر کے سب آدمیوں کو بھی طاعون سے محفوظ رکھیں۔

جواب: دل سے دعا کرتا ہوں مگر دعا کے لئے اس طویل قصہ کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی خواہ مخواہ اپنا اور میرا وقت برباد کیا۔

مضمون: حضرت اقدس میں نے بلاضرورت دعا کے لئے طویل قصہ لکھا اور حضرت کا وقت برباد کیا میں بہت ہی بے وقوف ہوں۔

جواب: واقعی

حضرت دعاء فرمائیں میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔

جواب: دُعاء کرتا ہوں۔

بلا اختیار آواز نکلنا

مضمون: حضرت اقدس میرے ابا جان کا اچانک انتقال ہوگیا۔ صدمہ کی شدت کی وجہ سے میرے ہوش ٹھکانے نہ رہے۔ میں آواز سے روئی، نماز میں کچھ دیر ہوگئی، اونچی آواز سے روئی عجیب بے صبری تھی بعد میں اپنی حرکت پر ندامت ہوئی، حضرت والا دعا فرماویں اللہ تعالیٰ مجھے صبر کی توفیق دیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ صبر دے۔ لیکن بلا اختیار آواز نکل جانا خلاف صبر نہیں۔

مضمون: حضرت والا میرے والد صاحب کے لئے مغفرت کی دعا فرمادیں۔

جواب: **اللھم اغفر له اللھم ارحمه**

مضمون: حضرت دُعاء فرمائیں پوری طرح دین پر چلنے کی اللہ تعالیٰ ہمت دیں۔

جواب: آمین۔

مضمون: اور میرے گناہوں کو معاف فرمادیویں۔

جواب: آمین۔

بچہ کارونا اور تہجد

مضمون: میں اللہ کے فضل سے تہجد پڑھتی ہوں۔ لیکن چھوٹا بچہ اس وقت جاگ پڑتا ہے اور روتا ہے۔ ایک خط میں حضرت نے بچے کو روتا ہوا چھوڑ کر تہجد پڑھنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ بچے کے رونے کی وجہ سے کثرت سے ناغے ہونے لگے ہیں۔ جب بچہ نہیں روتا پڑھ لیتی ہوں۔ لیکن موقع کم ملتا ہے۔ حضرت ارشاد فرمائیں کہ اسی طرح کرتی رہوں یا عشاء کے ساتھ تہجد کے نفل پڑھ لیا کروں۔

جواب: ضرور ایسا ہی کیا جاوے اور اگر کسی روز موقع مل جاوے آخیر رات میں بھی پڑھ لیں۔

تتمہ باب

حضرت بڑی پیرانی صاحبہ کی نوازش

ایک دفعہ میری اہلیہ حضرت بڑی پیرانی صاحبہ کے ہاں مہمان ہوئیں۔ پیرانی صاحبہ نے اپنے خادم نیاز کو بھیج کر خانقاہ میں مجھے کہلا بھیجا کہ آپ بھی ہمارے مہمان ہوں گے۔ چنانچہ ایک ہفتہ ہم بڑی پیرانی صاحبہ کے مہمان رہے۔ خوب کھانے کھائے۔ عجیب بابرکت کھانے تھے۔ واپسی کے وقت حضرت پیرانی صاحبہ نے دست مبارک سے خود روٹیاں پکا کر ہمارا ٹفن کیریئر بھر دیا۔ دوسرے خانہ میں سالن اور تیسرے خانہ میں پیڑے بھر دیئے۔ ہم مسلسل کئی روز کھاتے رہے۔

تھانہ بھون سے وطن واپسی سے قبل اہلیہ نے خط کے ذریعہ حضرت والا سے بڑی پیرانی صاحبہ کو دو روپے دینے کی اجازت لی اور دو روپے پیرانی صاحبہ کی خدمت میں پیش کئے۔ حضرت پیرانی صاحبہ نے روپے قبول فرما کر فرمایا: میں نے روپے لے لئے، اب اپنی طرف سے میں نے تمہاری بیٹی کو دے دیئے۔ ایک دفعہ پیرانی صاحبہ کے بھتیجے کی شادی پر ہدیہ دینا چاہا تو فرمایا: بیٹی میں دیا کرتی ہوں لیا نہیں کرتی۔

باب ۱۲

ملفوظات وارشادات

دوسروں کا خیال

فرمایا میں سڑک کے کنارے چلتا تھا۔ درمیان میں نہ چلتا تھا۔ اگر پیچھے سے کوئی بھنگی بھی آ گیا تو بہتر رستہ میں نے اس کے لئے چھوڑا کہ اس کا حق میری نسبت زیادہ ہے حتیٰ کہ ٹانگوں کی کمزوری کے باعث ایک دفعہ میں نالی میں گر گیا۔ پھر میں نے اپنے آپ کو معذور جانا اور سڑک کے بیچ میں چلنے لگا۔

فرضِ منصبی کی اہمیت

حضرتؒ بیمار اور کمزور تھے۔ خادم حضرت کو گاڑی میں بٹھا کر خانقاہ کی طرف لا رہا تھا۔ راستے میں ایک بھنگی سڑک صاف کر رہا تھا، گرد بہت اڑ رہی تھی۔ خادم نے بھنگی سے کہا۔ ذرا ٹھہر جایئے، حضرت گزر جائیں۔ حضرت نے سن لیا، فرمایا وہ شخص اپنا فرض منصبی ادا کر رہا ہے۔ اس کو فرض منصبی ادا کرنے سے روکتے ہو۔ مجھے فرعون بنانا چاہتے ہو۔

مخدومیت کی صورت بھی ناپسند

ایک دفعہ بعد نماز ظہر مجلس میں میں ایسے وقت پہنچا کہ پنکھا کھینچنے والے صاحب ابھی آئے نہ تھے۔ میں حضرت کے پاؤں کے قریب بیٹھا تھا۔ میرے پاس تولیہ تھا۔ حضرت کے پاؤں مبارک پر کوئی مکھی بیٹھتی تو میں تولیہ سے اڑا دیتا۔ دو تین بار ایسا کرنے پر حضرت نے تحمل فرمایا۔ پھر میں نے ایسا کیا تو فرمایا مکھی وکھی تو کوئی ایسی لڑتی نہیں البتہ صورت ہے مخدومیت کی سی کہ ایک شخص خدمت لے رہا ہے اور دوسرا خدمت کر رہا ہے مناسب نہیں۔ تولیہ میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

دوسروں کی تکلیف گوارا نہیں

جن حضرات کو حاضری کے وقت مکاتبت کی اجازت ہوتی تھی ان کے خطوط کا جواب حضرت نماز فجر کے بعد تحریر فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن خطوط کو پہنچانے والا خادم موجود نہ تھا۔ خواجہ

صاحب نے عرض کیا حضرت اگر اجازت ہو خط میں پہنچا دوں۔ فرمایا سب خطوط منبر پر کے ہیں ان کو مسجد کے منبر پر رکھ دیجئے لیکن نیچے اوپر نہ رکھئے۔ جدا جدا رکھئے اس طرح کہ ہر خط کا پتہ اوپر ہو تاکہ دیکھتے ہی پہچان جائیں کہ فلاں خط میرا ہے ان کو ڈھونڈنے کی تکلیف نہ ہو۔ غور فرمائیں حضرت کو کسی کی اتنی تکلیف بھی گوارا نہ تھی۔ قدر حضرت کی اس وقت معلوم ہوتی ہے جب دوسروں سے معاملات پڑتے ہیں اور گھنٹوں انتظار کی تکلیف ہوتی ہے۔

روحانیت کا خیال

دسمبر کا مہینہ تھا سردی شدید تھی۔ تراویح کی جماعت ہونے لگی۔ مفتی محمد حسن صاحب مسجد کے اندر پہلی صف میں تھے حضرتؒ مسجد کے باہر پچھلی صف میں تھے۔ مفتی صاحب نے بآواز بلند عرض کیا حضرت باہر سردی بہت ہے میں اپنی جگہ خوشی سے آپ کو دینا چاہتا ہوں، اندر تشریف لے آئیں فرمایا نہیں اس سے میرے جسم کو تو راحت ملے گی روح کو تکلیف ہوگی۔

میں اور میری اہلیہ حضرت کے چھوٹے گھر کے بالا خانے میں رہتے تھے۔ تھانہ بھون میں مسلم خواتین ایک گھر سے دوسرے گھر میں ڈولیوں میں جاتی تھیں۔ میری اہلیہ کو بھی بڑی پیرانی صاحبہ کو ملنے کے لئے بڑے گھر جانا ہوتا تھا۔ ایک دن میں نے حضرت سے عرض کیا۔ حضرت بعض دفعہ ڈولی کے انتظار میں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ بڑی پیرانی صاحبہ کا گھر دور تو ہے نہیں اگر حضرت اجازت فرمائیں تو اہلیہ برقع پہن کر پیدل بڑے گھر چلی جایا کریں۔

فرمایا: کچھ حرج نہیں لیکن برقع میلا پہن کر جایا کریں۔

طبیعت کو ہلکا رکھنا

فرمایا: نیند مجھے کم آتی ہے۔ رات کو بھی کاغذ پنسل میرے سرہانے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کوئی نیا علم عطاء فرماتے ہیں تو اسی وقت لکھ لیتا ہوں دل کے بوجھ کو کاغذ پر اتار دیتا ہوں پھر سوتا ہوں۔

تھانہ بھون کے ریلوے سٹیشن کا نام تھانہ بھون ٹاؤن تھا فرمایا، ٹاؤن پر پون گھنٹہ پہلے چلے جانا چاہئے۔

احکام میں احتیاط

سجدہ کے وقت کھجور کی چٹائی سے انگلی مبارک پر کانٹا چبھ جانے سے ذرہ سا خون نکلا اپنی سمجھ پر عمل نہیں فرمایا۔ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ اور مفتی عبدالکریم صاحبؒ کو دکھایا کہ خون

بہا تو نہیں جب دونوں نے تسلی فرمائی کہ خون بہا نہیں اور وضو نہیں ٹوٹا تو نماز نہیں لوٹائی۔

دو بیویوں والے کیلئے اکسیر نسخہ

ایک اجازت یافتہ کا خط حضرت کی خدمت میں آیا، لکھا تھا حضرت میری دو بیویاں ہیں آپس میں لڑتی ہیں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ حضرت میں کیا کروں؟

تحریر فرمایا: خود عدل اور ان کی بے عدلی پر صبر

بے قراری کا علاج

ایک اور اجازت یافتہ کا خط حضرت کی خدمت میں آیا، لکھا تھا۔ حضرت میری اہلیہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ میری اہلیہ مجھے اس قدر محبوب تھی کہ مجھے اس کی جدائی کا تحمل نہیں۔ مجھے کسی پہلو قرار نہیں اب میرے لئے دنیا اندھیر ہے حضرت کوئی علاج ارشاد فرمائیں جس سے میرے دل کو قرار ہو، مجھے آرام نہیں آتا۔

حضرت نے تحریر فرمایا: دنیا آرام کا گھر ہی نہیں۔ ہمارا اصل گھر آخرت ہے اصل آرام وہیں ملے گا۔ یہاں ہر تکلیف کے لئے تیار رہنا چاہئے اور جس تکلیف سے آخرت بنتی ہو اس کا تحمل کرنا چاہئے۔

جب یہ خط ان صاحب کو پہنچا تو حضرت کی خدمت میں لکھا کہ خط حضرت کا مل گیا۔ حضرت کے تجویز فرمودہ علاج کو پڑھا ایک جادو اور شومنتر ہاتھ آ گیا۔ غم کے سب بادل چھٹ گئے دل کو قرار آ گیا حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ خط پڑھا تو فرمایا حکیم صاحب کے اس خط سے مجھے بے حد خوشی ہوئی۔

حکیم عبدالخالق صاحبؒ

حضرت کے یہ خلیفہ حکیم عبدالخالق صاحب میرے ہم وطن بے تکلف دوست تھے حضرت کا وصال ہو گیا اور حکیم صاحب کو ایک شدید مرض لاحق ہوا۔ پیشاب بند اور پیشاب کرنے کا بار بار تقاضا۔ فرماتے تھے جب پیشاب کرنے بیٹھتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ جسم پر دہکتا انگارہ رکھا ہوا ہے۔ آپریشن ناکام ہوا۔ زخم بند کیا وہی انگارہ کی کیفیت عود کر آئی۔ زخم کھول دیا گیا۔ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا اب پیشاب ہر وقت قطرہ قطرہ بستر پر آ رہا ہے نئی بیوی چادریں تہ کر کے نیچے رکھ رہی ہے دھو رہی ہے۔ دھوپ میں سکھا رہی ہے سوکھی ہوئی پھر نیچے رکھ رہی ہے اس بیوی کو اللہ نے ایک بیٹا دیا، معلوم ہوا ہے نیک اور صالح ہے۔

ایک دن میں حکیم صاحب کی عیادت کو گیا تکلیف بہت تھی میں نے عرض کیا حکیم صاحب حضرت کا وہ خط یاد کیجئے جس کے جواب میں آپ نے لکھا کہ جادو اور شومنتر مل گیا ہے کیا اس ارشاد سے تسلی نہیں ہوتی؟ اس پر حکیم صاحب روئے اور فرمایا ہائے افسوس حضرت بھی چلے گئے۔ اگر زندہ ہوتے میں اپنی تکلیف کی اطلاع کرتا حضرت تسلی دیتے دعاء فرماتے میرے دل کو سکون ملتا، اب وہ بات بھی نہ رہی۔

حکیم صاحب کی نماز جنازہ ان کی وصیت کے مطابق اس ناکارہ نے پڑھائی، اکثر مجھے یہ فرماتے تم آیا کرو تمہارے آنے سے مجھے سکون ملتا ہے۔

مخالف کو معافی

ایک معاند اور مخالف کا حضرت کی خدمت میں خط آیا لکھا تھا۔۔۔۔ حضرت میں نے گستاخیاں کیں، حضرت کو برا بھلا کہا اب وبال دیکھ رہا ہوں دل کا چین رخصت ہو گیا، میں تباہ ہو گیا۔ حضرت میں توبہ کرتا ہوں۔ اللہ مجھے معاف فرما دیویں اور مجھے بیعت فرمالیں۔ حضرت نے مجلس میں جواب سنایا۔۔۔۔ تحریر فرمایا تھا۔

اگر معافی کے یہ معنی ہیں کہ میں بددعا نہ کروں دنیا یا آخرت میں انتقام نہ لوں تو سب معاف ہے اور اگر یہ معنی ہیں کہ میں تعلق خاص پیدا کروں تو معاف نہیں تاکہ آئندہ کسی کو تکلیف نہ دو اور زبانی ارشاد فرمایا۔

جب کوئی شخص مجھے برا بھلا کہتا ہے میں اسی وقت معاف کر دیتا ہوں اور یہ دعا کرتا ہوں اے اللہ میری وجہ سے کسی کو سزا نہ دیجو، میں نے سب معاف کر دیا اور اگر معاف بھی نہ کروں تو حاصل کیا ہے مان لو کہ اسے سزا ہو گئی تو مجھے کیا ملا اور معاف کر دینے میں اجر کی امید ہے اپنی کوتاہیوں کی معافی ملنے کی امید ہے اور کیا میں کسی دشمن کو بھی آگ میں جلتا ہوا دیکھ سکوں گا اور تعلق خاص سے انکار کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس شخص کو مجھ سے نفع نہیں ہو سکتا جب بھی توجہ کروں گا اور اس کی گالیاں یاد آ کر قلب میں تکدر پیدا ہو گا اور تکدر کی صورت میں مرید کو نفع نہیں ہوتا میں چاہتا ہوں کہ یہ تعلق بیعت ایسے مصلح سے ہو جن کا قلب ان کے بارے میں صاف ہوتا کہ ان کو نفع ہو اس قطع تعلق میں بھی ان ہی کا نفع مقصود ہے۔

رضاء بالقضاء

ایک صاحب نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت مجھ پر مصائب اور حوادث

اتنے آئے ہیں کہ اگر خودکشی جائز ہوتی تو میں یقیناً کرلیتا۔ فرمایا اگر مصائب اور حوادث کوئی بری چیز ہوتے تو حق تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے لئے پسند نہ فرماتے۔ مانگنا تو عافیت ہی چاہئے لیکن اگر کوئی مصیبت آجائے تو رضا بالقضاء چاہئے اللہ تعالیٰ کے حاکم اور حکیم ہونے کا یقین رکھے اور ان ہی پر نظر رکھے۔

مسلمانوں کی تکلیف پر صدمہ

ایک مرتبہ فرمایا اگر مسلمانوں کی کوئی مصیبت کھانا کھانے سے پہلے یاد آجاتی ہے۔ تو میری بھوک اڑ جاتی ہے۔ اگر نیند سے پہلے یاد آجاتی ہے تو نیند اڑ جاتی ہے۔ ترکوں پر ایک دفعہ مصیبت آئی تھی فرمایا میں لقمہ منہ میں رکھتا ہوں مجھ سے نگلا نہیں جاتا۔ یہ بھی فرمایا کہ یہ طریق بہت نازک ہے اس بات سے بھی ڈر لگتا ہے اگر اللہ تعالیٰ یہ فرماویں کہ ہر بات مرضی کے مطابق ہو رہی تھی رضا بالقضاء کیوں نہ تھی اتنا صدمہ کیوں کھینچا تھا اس سے بھی ڈر لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ فرمادیں کہ مسلمانوں پر مصیبت آئی تھی صدمہ کیوں نہیں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی حفظ حدود پر قائم رکھیں تو آدمی قائم رہ سکتا ہے۔

مسلمانوں کی خوشحالی پر خوشی

ایک مرتبہ فرمایا جب میں باہر سفر پر جاتا ہوں اور اپنے بھائیوں کی بڑی بڑی عمارات دیکھتا ہوں تو دل خوش ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دنیوی نعمتوں سے بھی محروم نہیں فرمایا ہے۔

انکساری

ایک مرتبہ فرمایا کہ میں روزہ سے ہوں اور میں بقسم کہتا ہوں کہ دنیا میں مجھے اپنے آپ سے زیادہ ذلیل کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ میں اپنے آپ کو ہر مسلمان سے فی الحال اور ہر کافر سے فی المآل کمتر جانتا ہوں۔

محاسبہ کا خوف

ایک مرتبہ فرمایا

اس بات سے ڈر لگتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ تم لوگوں کی چھوٹی چھوٹی غلطیاں پکڑا کرتے تھے آج ہم تمہیں تمہاری غلطیاں بتائیں تو نا معلوم ٹھکانا کہاں ہو؟

گنہگار اور کافر کی مثال

فرمایا۔۔۔۔ گنہگار ایمان کی مثال گدلے پانی کی سی ہے۔ گدلا پانی پینے کے لائق تو نہیں ہوتا لیکن پیاس سے مرتے ہوئے آدمی کی جان کو تو بچا ہی لیتا ہے۔ اور کفر کی مثال پیشاب کی سی ہے خواہ کیسا خوشنما رنگ ہو لیکن وہ پانی کا کام نہیں دے سکتا۔ پیاس سے مرتے ہوئے آدمی کی جان نہیں بچا سکتا فرمایا میں پہلے خود اصول کی پابندی کرتا ہوں پھر دوسروں کو اصول کا پابند ہونے کو کہتا ہوں۔

پابندی اصول

میری آخری حاضری کے دنوں میں حضرت بہت بیمار تھے۔ ہر روز ظہر کی نماز کے بعد حضرت کا خادم اعلان کرتا تھا کہ مہمانوں کو ملاقات کی اجازت ہوگی یا نہیں میری حاضری کے پہلے دو دن اعلان ہوا کہ حضرت کو تکلیف زیادہ ہے ملاقات نہ ہو سکے گی۔ پھر ایک دن اعلان ہوا کہ آج حضرت خانقاہ تشریف لائیں گے۔ ہماری خوشی کی کوئی حد نہ تھی، تھوڑی دیر بعد حضرت خانقاہ کے دروازے پر گاڑی سے اترے اور خادم عبدالستار کا بازو پکڑے پہلے مولانا شبیر علی صاحب کے پاس کتب خانے میں تشریف لے گئے بیس پچیس منٹ بعد عبدالستار کا ہاتھ تھامے سہ دری میں تشریف لائے حضرت ہانپ رہے تھے سانس اکھڑا ہوا تھا۔ جب سانس کچھ ٹھکانے ہوا تو فرمایا۔ میری زیادہ راحت کی جگہ یہی خانقاہ اور سہ دری ہے لیکن کیا کروں اب معذور ہو گیا ہوں۔ پھر فرمایا زندگی بھر جب بھی مجھے کسی سے کوئی ذاتی کام پڑا میں خود اس کے پاس گیا اس کو بلایا نہیں، شبیر علی بھتیجے ہیں۔ بیٹوں کی طرح میں نے ان کو پالا ہے جاںنثار ہیں ان سے بھی جب مجھے کوئی ذاتی کام پڑا میں خود ان کے پاس گیا ہوں اگر وہ میرے پاس کسی اپنے کام کے لئے آئے ہوئے ہوتے اور مجھے اپنا کام ان سے متعلق ہوتا میں نے کبھی ان کو اپنا کام نہیں بتلایا جب وہ اپنی جگہ پر چلے جاتے خود ان کے پاس جاتا۔ ایک دفعہ بھی اس کے خلاف نہیں کیا۔ یہ بھی دل میں خیال آتا تھا کہ ان کے آنے پر اگر ان کو اپنا کام بتلایا تو شاید ان کے دل میں خیال آئے کہ جب بھی پاس جاتے ہیں کوئی کام ذمہ لگا دیا جاتا ہے۔ آج بھی مجھے ان سے اپنا ذاتی کام تھا۔ اپنے اصول کے خلاف ہمت نہ ہوئی خود ان کے پاس آیا ہوں۔

اندازہ فرمائیں حضرت کو کتنی تکلیف ہے معاملہ بھی جاں نثار بیٹے سے ہے۔ لیکن اپنے

اصول کے خلاف ان کو پاس آنے کی تکلیف نہیں دیتے خود تکلیف برداشت فرماتے ہیں۔

گھنٹہ پون گھنٹہ بعد حضرت دولت خانہ تشریف لے گئے۔ طبیعت مبارک بہت ہی نازک تھی۔ جب حضرت گاڑی سے اترے عبدالستار نے اپنا ہاتھ حضرت کی طرف بڑھایا۔ بازو پر کا کپڑا اوپر چڑھا ہوا تھا۔ حضرت کا ہاتھ ننگے بازو پر آیا، فرمایا کپڑا جلدی نیچے کرو تمہارے بازو کی گرمی کا مجھے تحمل نہیں۔

تکلف سے نفرت

مولانا شبیر علی صاحب حضرت کے مزاج شناس تھے استقبال کے لئے اٹھے نہیں۔ حضرت خود پاس جا کر بیٹھ گئے۔ جب حضرت سہ دری میں تشریف لائے سب خدام پہلے ہی وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور چشم براہ تھے وہ بھی کھڑے نہیں ہوئے سب کو معلوم تھا کہ حضرت کو ان تکلفات سے تکلیف ہوتی ہے۔

حضرت سے تعلّق کا اثر

تقسیم ملک سے پہلے اسکول میانی ضلع ہوشیار پور کے اپنے طلباء کو میں نے کہہ رکھا تھا کہ مجھ میں کوئی عیب یا غلطی دیکھو تو مجھے بتا دیا کرو، میں خوش ہوں گا۔ ایک دن آٹھویں جماعت کا ایک لڑکا رام پرکاش اٹھا اور کہنے لگا آپ میں ایک عیب ہے میں نے پوچھا کیا؟ کہنے لگا آپ میں عجلت کا مرض ہے۔ بعض اوقات بغیر سوچے جلدی میں آپ ایسا کام کر جاتے ہیں جس کا انجام اچھا نہیں ہوتا پھر پچھتاتے ہیں۔ میں نے اس سے پیار کیا، شکریہ ادا کیا اقرار کیا کہ واقعی مجھ میں یہ مرض ہے اور اصلاح کا وعدہ کیا۔ اسی جماعت کے ایک طالب علم کا نام نثار احمد تھا، میں نے ایک دن اسے اچانک پوچھا تو کس پر نثار ہے فوراً بولا احمد پر صلی اللہ علیہ وسلم رام پرکاش اور نثار احمد مجھے اب تک یاد ہیں باقی سب بھول گئے۔

اسی طرح کنٹونمنٹ بورڈ اسکول ملتان چھاؤنی کے طلباء کو میں نے کہا ہوا تھا کہ کوئی عیب مجھ میں دیکھو تو مجھے بتا دیا کریں۔ میں نے ہمیشہ جماعت میں کھڑے ہو کر پڑھایا ہے ایک دن پڑھاتے پڑھاتے میں ایک ڈیسک پر بیٹھ گیا۔ ایک لڑکا فوراً اٹھا اور کہنے لگا ڈیسک کے اوپر نہ بیٹھئے اس کے اندر قرآن مجید کے سیپارے ہیں اوپر بیٹھنا خلاف ادب ہے۔ میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور بچے کو پیار کیا۔

محبت

ایک دن حضرت نے فرمایا، محبت بھی عجیب چیز ہے ایک صاحب یہاں آئے تھے کہتے تھے یہاں کے بیت الخلاء اور پیشاب خانہ سے خوشبو آتی ہے فرمایا محبت نے بدبو کو خوشبو کر دیا۔ محبت عجیب چیز ہے۔ عجیب بات ہے کہ اس دن سے مجھے بھی خانقاہ کے بیت الخلاء اور پیشاب خانہ سے خوشبو محسوس ہونے لگی۔

اسی طرح امرود مجھے پسند نہ تھا ایک دن حضرت نے فرمایا، امرود اچھا پھل ہے، اسی دن سے امرود مجھے مرغوب ہو گیا۔ پھر سہارن پور اور تھانہ بھون کے امرود خوب کھائے آج تک امرود مرغوب ہے۔

دل کی فراغت

فرمایا، لوگ صاف بات نہیں کہتے مجھے تغیر ہوتا ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ گو ذکر اللہ کی توفیق نہ ہو لیکن دل یہ چاہتا ہے کہ اگر آدمی ذکر کرنا چاہے تو موانع تو نہ رہیں، فوراً فارغ ہونے کو دل چاہتا ہے۔

قرآن کریم کا ادب

فرمایا، جو کپڑا میں رات کو زیر ناف پہنتا ہوں اس کو اس طاق سے جس میں قرآن مجید رکھے ہوتے ہیں اونچا نہیں لٹکا تا۔

شرعی حکم کا لحاظ نہ رکھنے والا پیر اور مریدنی

ایک صاحب کا حضرت کی خدمت میں خط آیا، لکھا تھا میں حضرت سے بیعت ہوں۔ میری بیوی ایک اور پیر سے بیعت ہے وہ پیر صاحب بے محابہ گھر میں آتے ہیں۔ میری بیوی ان سے پردہ نہیں کرتی۔ بہت سمجھایا نہیں مانتی۔ حضرت ایسی بیوی کے متعلق کیا حکم ہے؟

فرمایا: کتیا ہے۔

آگے پوچھا تھا کہ ایسے پیر کے متعلق کیا حکم ہے؟

تحریر فرمایا: ہرگز جائز نہیں کہ ایسے پیر سے بیعت کی جائے۔

ملازموں کی رعایت

فرمایا: جب گھر کے لوگ نہیں ہوتے اور صبح کو ملازم کے ساتھ گھر سے باہر جانا ضروری ہوتا ہے تو ملازم کے بیدار ہونے کے بعد میں قصداً کسی کام میں مشغول ہو جاتا ہوں تاکہ وہ اطمینان سے اپنی ضروریات سے فارغ ہو لے اور میرا ارادہ اور انتظار دیکھ کر اس کو عجلت اور گھبراہٹ نہ ہو۔

میں اپنے ضروری کام خود کر لیتا ہوں نہ گھر والوں کو اور نہ ملازم کو کسی طرح کی تکلیف دیتا ہوں اور نہ اپنا ایسا کام کسی پر منحصر کرتا ہوں کہ اس کے پورا ہونے کے لئے مجھے انتظار کرنا پڑے۔ مجبوری اور معذوری کی اور بات ہے مجھے خود اپنی اور دوسروں کی فراغتِ قلب بہت عزیز ہے۔ ملازموں کو بھی تنخواہ توقیر کے ساتھ دیتا ہوں۔ ان کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ پھینک کر نہیں دیتا جیسا کہ متکبرین کا شعار ہے۔

عجز

فرمایا: میں عذر کی حالت میں عزیمت کے بجائے رخصت پر عمل کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ اس میں اپنے عجز کا احساس ہوتا ہے اور ایسا نہ کرنے سے عجب پیدا ہو جانے کا اندیشہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ناقدری معلوم ہوتی ہے۔

نعمت کی قدر

فرماتے تھے کہ میں روپیہ کو کبھی بائیں ہاتھ میں نہیں لیتا اور کبھی جوتا وغیرہ داہنے ہاتھ میں نہیں لیتا۔

مویشیوں کی رعایت

فرمایا: کہ جب راستہ پر چلتا ہوں تو اچھا راستہ دوسروں کے لئے چھوڑ دیتا ہوں اس معاملہ میں مویشیوں تک کی رعایت کرتا ہوں۔

نوکروں سے سلوک

فرمایا: کہ نوکروں کو دو کام ایک ساتھ نہیں بتاتا پہلے ایک بتاتا ہوں جب اس سے فراغت ہو جاتی ہے پھر دوسرا بتاتا ہوں تاکہ ایک دم بار نہ پڑے اور یاد رکھنے کی زحمت نہ ہو یاد

رکھنے کی زحمت کو خود برداشت کرتا ہوں ان پر بوجھ نہیں ڈالتا اگر کوئی کام الجھن کا ہوتا ہے تو اس میں خود بھی شریک ہو جاتا ہوں۔ تاکہ انہیں کچھ سہولت ہو جائے۔

دوسرے کا نفع

ایک صاحب اپنا مکان فروخت کرنا چاہتے تھے۔ حضرت بھی اس مکان کو خریدنا چاہتے تھے اور خریدنے کا انتظام فرما رہے تھے۔ اتفاق سے وہ صاحب حضرت ہی کی خدمت میں مشورہ کے لئے پہنچ گئے کہ مکان فروخت کروں یا نہ کروں فرمایا جائیداد فروخت کرنا اچھا نہیں بعض دفعہ ایسی تکلیفیں پیش آتی ہیں جن کا تحمل نہیں ہوسکتا میرا مشورہ یہی ہے کہ مکان فروخت نہ کرو اپنے نفع کی حضرت نے پرواہ نہ کی مشورہ وہی دیا جس میں دوسرے کا نفع تھا۔

مسلمانوں کی خیر خواہی

تحریکات کے زمانہ میں بعض مفتریوں نے سخت اتہامات آپ پر باندھے۔

''مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے حضرت کو لکھا کہ میں اپنے پرچہ ''سچ'' میں ان بے بنیاد اتہامات کی رد کر رہا ہوں حضرت بھی کوئی تحریر لکھ دیں تو لوگ سوءظن کے گناہ سے بچ جائیں۔''

جواب حضرت والا: یہ آپ کی محبت ہے مگر مجھ کو طبعاً اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اس اتہام میں نہ ان کا ضرر نہ میرا۔ بلکہ جواب دینے میں ان کا یہ ضرر ہے کہ اب تو وہ اتہام میں معذور ہیں اور جب وہ جواب پر مطلع ہو کر قبول نہ کریں گے تو عاصی ہونگے تو ایک مسلمان کو عاصی بنانا کیا فائدہ (سیرت اشرف ص ۲۷۳)

بدکلامی سے اجتناب

فرمایا کہ جو لوگ خلاف حق کسی کام میں مبتلا ہوں ان کا خلاف کرنا چاہئے لیکن بدگمانی اور بدزبانی سے احتراز لازم ہے کہ اس میں اپنا ضرر ہے۔

ذِلّت

فرمایا کہ ذلت درحقیقت عرض حاجت ہے۔ پھٹے کپڑے ٹوٹے جوتے پیوند پوش ہونا ذلت نہیں۔

آسان پہلو اختیار کرو

ارشاد فرمایا کہ ہر کام میں آسان اور مختصر راستہ اختیار کرنا چاہئے بے وجہ تطویل

ومشقت میں پڑنا عقل کے بھی خلاف ہے اور سنت کے بھی۔ آنحضرت ﷺ کو حق تعالیٰ نے وہ قوت وہمت عطاء فرمائی تھی کہ آپ ﷺ اپنی ذات پر جس قدر چاہتے مشقت فرما سکتے تھے اور بالکل عزیمت پر عمل فرما سکتے تھے مگر اس کے باوجود عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ ﷺ کو دو کاموں میں اختیار دیا گیا ہمیشہ وہ کام اختیار فرمایا جو سہل و آسان ہو۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ امت متبع سنت ہو سکے اور ضعفائے امت سنت سے محروم نہ رہیں اور ان کو یہ غم نہ ہو کہ ہم محروم رہ گئے۔ ظاہر ہے کہ توکل وزہد وقناعت آنحضرت ﷺ سے زیادہ کس کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بیبیوں کے لئے سال بھر کا غلہ جمع فرما دیتے تھے تاکہ امت کو تنگی نہ ہو۔

خود پسندی

ایک صاحب کا تذکرہ تھا فرمایا کہ دیندار آدمی تھے مگر ایک کمی تھی کہ اپنے آپ کو دیندار سمجھتے تھے۔ ضرورت اس کی تھی کہ اپنے کو مٹا دیں۔

سید سلیمان ندوی ؒ کو نصیحت

علامہ سلیمان ندوی تشریف لائے فرمایا مجھے کچھ نصیحت کیجئے، میں حیران تھا کہ اتنے بڑے علامہ کو کیا نصیحت کروں۔ مگر ذہن میں یہی آیا۔ میں نے کہا مولانا اس طریق کا حاصل یہ ہے کہ اپنے آپ کو مٹانا چاہئے۔ سلیمان ندوی رونے لگے۔

طبیعت، عقل اور شریعت

فرمایا میں الحمد للہ کبھی طبیعت کو عقل پر غالب آنے نہیں دیتا اور کبھی عقل کو شریعت پر غالب آنے نہیں دیتا۔

نعمتوں کی قدر

فرمایا اللہ تعالیٰ کی چھوٹی چھوٹی نعمتوں کی بھی میرے دل میں بڑی قدر رہتی ہے کاغذ کے ٹکڑے رسی تاگا وغیرہ معمولی چیزیں اٹھا کر محفوظ کر لیتا ہوں۔ وقت پر ان کا کام میں آ جانا بڑی راحت کا سبب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی جس نعمت کے اجزائے کثیرہ اپنی ضرورت اور لذت سے پوری ہوتی ہو اس کے اجزائے قلیلہ کو تلف کرتے ہوئے میرا دل لرزتا ہے۔

رحمتِ انتظار

فرمایا جب کوئی شخص دینی یا دنیاوی غرض سے میرے پاس آتا ہے تو بفضلہٖ تعالیٰ میں

جلد از جلد اس کو فارغ اور مطمئن کر دیتا ہوں۔ میں خود کسی امر میں زحمت انتظار برداشت نہیں کر سکتا اور نہ دوسرے کو اپنی طرف سے منتظر رکھنا گوارا کرتا ہوں۔

خطوط کے جواب روز کے روز تحریر کر دیتا ہوں تا کہ مکتوب الیہ کو زحمت انتظار نہ ہو۔

فراغتِ قلب

فرمایا میں یہ تو نہیں کہتا کہ ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہتا ہوں مگر قلب کو اس کے لئے فارغ رکھنا چاہتا ہوں۔

بے تکلفی

فرمایا پر تکلف اور قیمتی لباس مجھے کبھی پسند نہیں رہا ہمیشہ سادہ لباس پہنا مگر صاف ستھرا رہنے کا ہمیشہ طبعاً اہتمام رہا۔

معاملات کی صفائی

یہ ناچیز اور حاجی شیر محمد صاحب خانقاہ میں موجود تھے حضرت خواجہ صاحب تشریف لائے اور فرمایا، حضرت فرما رہے ہیں کہ ایک مضمون نقل کروانا ہے اگر تم نقل کر دو تم دونوں میں سے ہر ایک کو چھ آنے فی گھنٹہ اجرت ملے گی۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم بلا اجرت ہی خوشی سے نقل کر دیں گے۔ خواجہ صاحب نے ہمارا جواب حضرت کو پہنچایا اور واپس تشریف لا کر فرمایا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ ہم بلا اجرت نقل نہیں کروائیں گے کسی اور سے اجرت دے کر نقل کروا لیں گے۔ ہم نے عرض کیا کہ اگر حضرت کی خوشی اجرت دینے ہی میں ہے ہم اجرت لے لیں گے۔ پھر ہم نے مضمون نقل کیا۔ جتنا وقت صرف ہوا اور جتنی اجرت بنی ہم نے لکھ کر بھیج دیا۔ اتنی رقم حضرت نے بھیج دی ہم نے لے لی۔ یاد پڑتا ہے کہ خواجہ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت نے فرمایا ہے ان دونوں کا خط اچھا ہے۔

راحت و آسانی

فرمایا: آرام سے رہو اور آرام سے چلتے رہو۔

فرمایا: آدمی کو چاہئے کچھ رقم پس انداز کرے تا کہ نفس غنی رہے۔

فرمایا: زیادہ وظائف سے خشکی ہو تو چھوڑ دو مقویات استعمال کرو۔ سیر کرو احباب سے ملو اور

طبیب سے مشورہ لو۔

ہم سے تو حضرت نے مجاھدہ کرایا ہی نہیں بہت ہی آرام میں رکھا۔

فرمایا: رخصت اللہ کی نعمت ہے میں تو رخصت پر عمل کرلیتا ہوں اس سے عجب نہیں ہوتا۔ کس میں طاقت ہے کہ اللہ اور رسولؐ کے انعامات رخصت کو بند کرسکے۔ بس اس بات کا خیال رکھے کہ کوئی بات خلاف شریعت نہ ہونے پائے۔

تواضع

فرمایا: اس راہ میں ناز مہلک ہے تواضع اختیار کرے کسی کو ذلیل نہ جانے۔

عالم و جاہل

سوال: عالم جاہل کو کیسے بہتر سمجھے۔

جواب: اکمل سمجھنا جائز ہے افضل سمجھنا جائز نہیں۔

نکتہ

سوال: **لم تقولون مالا تفعلون**

جواب: اس سے مراد ممانعت دعویٰ ہے ممانعت دعوت نہیں۔

فرمایا: کہ مقصود طریق رضائے حق ہے اس کے بعد دو چیزیں ہیں۔ طریق کا علم اور اس پر عمل۔ سو طریق صرف ایک ہی ہے یعنی احکام ظاہرہ و باطنہ کی پابندی اور اس طریق کا معین دو چیزیں ہیں ایک ذکر جس پر دوام ہو سکے صحبت اہل اللہ کی۔ جس کثرت سے مقدور ہو اور اگر کثرت کے لئے فراغ نہ ہو تو بزرگوں کے حالات و مقالات کا مطالعہ اس کا بدل ہے اور دو چیزیں طریق یا مقصود کی مانع ہیں معاصی اور فضول میں مشغول اور ایک ان کے نافع ہونے کی شرط ہے یعنی اطلاع حالات کا التزام۔ اب اس کے بعد اپنی استعداد ہے۔ حسب اختلاف مقصود میں دیر سویر ہوتی ہے یہ خلاصہ ہے سارے طریق کار۔

کیفیات و مشاہدات

فرمایا: لوگ ذکر میں کیفیات و انوار چاہتے ہیں ذوقیات اور مکاشفات کے درپے ہیں یہ چیزیں گو محمود ہیں مگر مقصود نہیں کیونکہ غیر اختیاری ہیں اور ہم صرف اختیاری اعمال کے مکلف ہیں اور

یہی تقرب الٰہی کے ذرائع ہیں۔ انوار و مشاہد بھی ہو جاتے ہیں لیکن یہ مشاہد ہونا نہ لازمی ہے نہ موعود۔ اکثر اور بیشتر حالات میں عمر بھر بھی مشاہد نہیں ہوتے اگر کسی کو معلوم اور مکشوف ہو گیا تو یہ غیر مقصود ہے اس کی نفی کر دینا چاہئے۔ غیر اختیاری چیز کے پیچھے نہ پڑنا چاہئے۔ حالات تو سڑک کے پھولدار درخت ہیں نظر آئے تو کیا نہ نظر آئے تو کیا۔ سڑک تو بہر حال قطع ہو گی۔ بس چلتے رہنا شرط ہے اور بعضوں کو یہ درخت اور پھول عمر بھر نظر نہیں آتے اگر ہم کبھی نیچی نظر کر کے چلتے ہیں تو کیا راستہ قطع نہیں ہوتا چاہے درخت نظر آئیں یا نہ آئیں۔ سالکین جن احوال اور کیفیات کے فقدان سے پریشان ہوتے ہیں ان کا فقدان کوئی نقص نہیں بلکہ کمال یہی ہے کہ بدوں غلبہ احوال کے استقامت حاصل ہو۔ اسرار اور ذوقیات کے نعمت ہونے میں شک نہیں۔ اگر بدوں طلب کے حاصل ہو جائیں تو شکر کرنا چاہئے لیکن چونکہ وہ مطلوب اور مقصود نہیں اس لئے ان کے درپے نہ ہونا چاہئے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ ذوق و شوق انس وغیرہ حجابات نورانیہ ہیں۔ حجابات ظلمانیہ سے اشد ہیں کیونکہ نورانیہ کی طرف متوجہ ہوتا اور التفات کرنے لگتا ہے جس سے توجہ مقصود اصلی سے ہٹ جاتی ہے اور ظلمانیہ کی طرف تو وہ خود ہی متوجہ نہیں ہوتا ان کو برا جانتا ہے۔ الغرض جو حالات غیر اختیاری اللہ تعالیٰ عطاء فرمائیں اسی کو اپنے لئے غنیمت جانیں اور اپنی خواہش سے کسی پسندیدہ حالت کی تمنا نہ کریں اور اگر کوئی کیفیت جاتی رہے تو اس سے پریشان نہ ہوں۔ اپنے آپ کو خدا کے سپرد کریں کہ ہمارے لئے جو بہتر ہو گا ہو کر رہے گا۔ ہمت کر کے اختیار سے کام لیا جائے۔

مجاہدات کے بعد جب سالک پر کیفیات ذوق شوق نشاط کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ کام میں لگے رہتے ہیں اور جہاں کہیں کسی وجہ سے ان کیفیات میں کمی پیدا ہوئی تو سمجھتے ہیں کہ ہمارا مجاہدہ ہی بیکار ہوا اور ہمارا مرتبہ خدا کے یہاں کم ہو گیا پھر اس خیال کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اعمال ہی سے بے رغبتی ہو جاتی ہے اور اعمال چھوٹ جاتے ہیں۔ استغفار میں لگ گئے کہ وہ کیفیت عود کر آئے۔

اصل بات یہ ہے کہ کبھی تو ابتداء میں مجاہدہ کا اثر لذت کی وجہ سے زیادہ ہوتا ہے ذوق وشوق کا غلبہ ہوتا ہے اور اب انس کی حالت ہے جس میں غلبہ نہیں رہا۔ اس لئے کیفیات میں کمی ہو گئی تو بھلا استغفار سے حالت انس پہلی حالت جیسی کیسی ہو جائے گی کبھی حق تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہوتا ہے کہ ہمارا بندہ اپنے لطف کے لئے کام کرتا ہے یا ہم اس کے مطلوب ہیں۔ اس لئے کیفیات سلب کر لی جاتی ہیں۔ ناواقف شیوخ استغفار کی تعلیم کرتے ہیں جب دل نہ لگا وظیفہ بتلا دیا۔ اس سے کام نہ چلا اور وظیفہ بتلا دیا۔ اب یہ شخص اوراد کا مجموعہ ہو جاتا ہے۔ مرض جوں کا توں رہا۔ اگر

قسمت سے کوئی اللہ والا مل گیا وہ بتائے گا کہ کیفیات کا بدل جانا معصیت کی وجہ سے نہیں وہ کہتا ہے کہ تم کیفیات کی طرف التفات ہی نہ کرو۔ نہ رہیں نہ سہی خدا تو ہے طاعات میں صرف خدا کو مطلوب سمجھو۔ کیفیات کو مطلوب نہ سمجھو۔ صرف عمل کو مقصود سمجھو۔ ہمت سے اس میں لگے رہو۔ بس تم کو رضا حاصل ہے اس تعلیم کے بعد راستہ صاف نظر آنے لگتا ہے اور ساری پریشانی جاتی رہتی ہے۔

فضول ہوس

فرمایا: کہ کشف اور احوال و مواجید وغیرہ راہ سلوک میں کوئی چیز نہیں بلکہ یہ چیزیں اکثر موانع طریق ہوتی ہیں ان کا نہ ہونا زیادہ اچھا اور بے خطر ہے۔ لوگ خواہ مخواہ ہوس کیا کرتے ہیں۔ دوام تو اعمال پر ہوتا ہے نہ کہ احوال پر یہ تغیر مضر نہیں بلکہ اس میں مصالح ہیں جن کا مشاہدہ اہل طریق کو خود ہو جاتا ہے۔ مثلاً غیبت کے بعد حضوری میں زیادہ لذت ہونا اور غیبت میں انکسار اور ندامت کا غالب ہونا اور اپنے عجز کا مشاہدہ ہونا اس سے عبدیت، تواضع، فنا کی شان پیدا ہوتی ہے۔

لوگ ذکر میں انوار و کیفیات چاہتے ہیں۔ ذوقیات اور مکاشفات کے در پے ہیں۔ ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ یہ چیزیں گو محمود ہیں مگر مقصود نہیں کیونکہ یہ غیر اختیاری ہیں اور ہم صرف اختیاری اعمال کے مکلف ہیں اور یہی تقرب الٰہی کے ذرائع ہیں۔ ہر چیز کے ثمرات ہوتے ہیں۔ اچھے کلمات کے بھی ثمرات ہوتے ہیں۔ اللہ کا ذکر اللہ کا کلام سب تجلیات سے معمور ہیں۔ جو شخص خلوص دل سے یکسوئی کے ساتھ ذکر کرتا ہے اس کے ثمرات ضرور مرتب ہو جاتے ہیں۔ خواہ وہ محسوس ہوں یا نہ ہوں۔ انوار مشاہدہ بھی ہو جاتے ہیں لیکن یہ مشاہدہ ہونا نہ لازمی ہے نہ موعود۔

اکثر و بیشتر حالات میں عمر بھر بھی مشاہد نہیں ہوتے۔ اگر کسی کو معلوم و مکشوف ہو گیا تو یہ غیر مقصود ہے اسکی نفی کر دینا چاہئے غیر اختیاری چیز کے پیچھے نہ پڑنا چاہئے۔ ذکر خود ایک مامور بہ عمل ہے اور ترقی کا باعث ہے۔ اسی طرح بعض لوگوں کو اچھے اچھے خواب نظر آتے ہیں۔ بڑی بڑی بشارتیں ہوتی ہیں۔ خانہ کعبہ اور روضہ نبویؐ اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات نظر آتی ہیں۔ یہ سب قوت متخیلہ کے تصرف کا کرشمہ ہے۔ شریعت اور طریقت میں ان کی کوئی اہمیت نہیں نہ یہ دلیل مقبولیت ہیں۔ صرف مامور بہ اعمال ہی عند اللہ موجب قرب ہوتے ہیں خواہ ایسی تجلیات نظر آئیں یا نہ آئیں، غرض جو چیز غیر اختیاری طور پر مشاہد ہو جائے وہ بشارت کی درجہ میں انبساط قلب کا ذریعہ تو ہے۔۔۔۔ مگر باعث ترقی باطن نہیں، باعث ترقی تو اعمال مامور بہ ہیں۔ اختیاری اعمال سے ترقی ہوتی ہے نہ کہ غیر اختیاری مشاہدات و مبشرات سے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی۔ جو اعمال

منصوصہ ہمارے اختیار میں ہیں اور جن کے ہم شرعاً مکلف ہیں ان پر ہمارے لئے ثواب واجر دنیا اور آخرت میں موعود ہے۔ عمل خواہ کتنی ہی بے دلی کے ساتھ ہو پھر بھی عمل مقصود ہے کیونکہ یہ امتثال امر شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا ہر وہ عمل مقبول اور محمود ہے جو سنت وشریعت کے مطابق ہو خواہ ان میں انوار اور تجلیات نظر آئیں یا نہ آئیں۔ امتثال امر ونہی پر ذاکر کے لئے فلاح کا مرتب ہونا موعود ہے مگر انوار ذکر مشاہد ہونا موعود نہیں۔ اگر تجلیات وکیفیات محسوس ہوں تو وہ خود ایک انعام ہے مگر موجب قرب نہیں بلکہ وہ فلاح کا ثمرہ ہے اور طمانیت قلب کا باعث ہے۔ ذکر اللہ کی مختلف صورتیں ہیں صرف اذکار اور تسبیحات ہی نہیں بلکہ تمام عبادات وطاعات اور معاشرت ومعاملات بھی اس میں شامل ہیں۔ کیفیات اور وجدانیات کی مثال ایسی ہے جیسے مثلاً ہمیں لاہور جانا ہے وہ ہماری منزل ہے راستے میں ہم نے ایک جگہ باغ دیکھا پھول ۔۔۔۔ باغ وبہار کے جلوے ہیں۔ ہم دیکھنے اتر گئے دعوتیں خاطر مدارات ہیں مگر منزل کھوٹی ہوگئی۔ دراصل ہمیں اپنی دھن میں اپنے مقصود کی طرف رواں دواں رہنا چاہئے منزل کی طرف قدم اٹھانے سے ترقی ہوتی ہے نہ کہ گل وگلزار کی سیر وسیاحت سے۔ ذوق وشوق کیفیات اعمال کے ثمرات ہیں محمود ہیں لیکن جتنی دیر ان کیفیات میں محو ہوگئے اتنی دیر معطل ہوگئے۔ ترقی رک گئی۔ اگر بے دلی ہی سے سہی عمل ہو رہا ہے تو ترقی ہو رہی ہے منزل قریب آ رہی ہے۔ قابل قدر تو آپ کے قدم ہیں اگر وہ صراط مستقیم پر ہیں اور حضورؐ کے نقش قدم پر تو سب کچھ حاصل ہے۔

حکایت

شیخ عبدالقادر جیلانی نے چلہ کھینچا، روشنی نظر آئی آواز آئی عبدالقادر تم نے خوش کر دیا۔ اب انعام لو۔ اب ہم نے امور شریعت کی تکلیف تمہیں معاف کر دی۔ آپ نے کہا لا الہ الا اللہ جس امر سے انبیاء غیر مکلف نہ ہو تمہیں کیسے استغفر اللہ پڑھا نور غائب ہو گیا پھر آواز آئی اے عبدالقادر تمہارے علم نے بچا لیا۔ آپ نے کہا اے شیطان علم نے نہیں اللہ کے فضل نے سو بھائی ان تجلیات سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے ہمارے حضرت فرماتے ہیں شیطان بڑا عالم ہے عالموں کو عالم بن کر دھوکہ دیتا ہے عارفوں کو عارف بن کر لیکن۔

گیا شیطان مارا، ایک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

عاشق بن جاؤ

شیطان کی صفات میں تین عین تھے عالم تھا عابد تھا عارف تھا مگر چوتھا عین نہ تھا عاشق نہ تھا اگر عاشق ہوتا سجدے میں گر جاتا۔۔۔۔بس عاشق بن جاؤ اور اللہ میاں نے محبت کا راز ہم کو بتلا دیا کہ تم میرے محبوب کی اتباع کرلو میں خود تم سے محبت کروں گا تو ہمارے لئے یہی وہ طریقہ ہے جہاں شیطان کے تصرفات کی مجال نہیں اور مکائد نفس سے حفاظت ہے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا معتبر ذریعہ اعمال شریعت اور اتباع سنت کی پابندی ہے اور ان کی توفیق تقرب ہے اور ان پر مداوت کا حاصل ہونا دلیل مقبولیت ہے۔

پابندی اصول اور انضباط اوقات

پابندی اصول اور انضباط اوقات۔فرمایا:۔۔۔۔۔لوگ اصول کی پابندی سے گھبراتے ہیں۔بے اصولی باتیں کرتے ہیں۔متنبہ کرتا ہوں تو برا مانتے ہیں میں پہلے خود اصول کا پابند ہوتا ہوں۔پھر پابند ہونے کا کہتا ہوں۔مجھے انضباط اوقات کا بچپن ہی سے بہت اہتمام ہے جو اس وقت سے لے کر اب تک بدستور موجود ہے۔اور یہ اسی کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر دینی کام مجھ سے لے لیا ہے۔میں کبھی ایک لمحہ بھی بیکار رہنا برداشت نہیں کرتا۔میرے استاد حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسن صاحب دیوبندی ایک بار تھانہ بھون تشریف لائے میں نے ان کے قیام اور راحت رسائی کے تمام ضروری انتظامات کئے جب تصنیف کا وقت آیا تو بہ ادب عرض کیا کہ حضرت اس وقت میں کچھ لکھا کرتا ہوں اگر حضرت اجازت دیں تو کچھ دیر لکھ کر پھر حاضر ہو جاؤں۔فرمایا: ضرور لکھو میری وجہ سے اپنا حرج بالکل نہ کرنا۔گو میرا دل اس روز کچھ لکھنے میں لگا نہیں لیکن ناغہ نہ ہونے دیا کہ بے برکتی نہ ہو۔تھوڑا سا لکھ کر پھر جلد ہی حاضر خدمت ہو گیا۔حضرت کو تعجب ہوا کہ اس قدر جلدی آ گئے۔عرض کیا حضرت چند سطریں لکھ لی ہیں۔معمول پورا ہو گیا۔

حالتِ عذر کا عمل

میں عذر کی حالت میں عزیمت کی بجائے رخصت پر عمل کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں اس میں اپنے عجز کا احساس ہوتا ہے اور ایسا نہ کرنے سے عجب پیدا ہو جانے کا اندیشہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ناقدری معلوم ہوتی ہے۔

فتویٰ اور تقویٰ

میں شریعت کے فتوے کے مقابلہ میں اپنے تقویٰ کی ادنےٰ حیثیت نہیں سمجھتا۔ اہل علم سے مشورہ کر کے عمل کرتا ہوں۔ میں الحمدللہ کبھی طبیعت کو عقل پر غالب آنے نہیں دیتا اور کبھی عقل کو شریعت پر غالب آنے نہیں دیتا۔

حفظِ مراتب

مجھے حفظ مراتب کا بڑا اہتمام ہے۔ ہر شخص سے اس کے درجے کے موافق سلوک کرتا ہوں۔ کتابیں رکھتے وقت سب سے اوپر حدیث کی نیچے فقہ پھر تصوف اسی طرح اوپر عربی پھر فارسی پھر اردو کتب۔ دینی کتاب کے اوپر کچھ رکھنا خلاف ادب سمجھتا ہوں۔ اللہ کی چھوٹی چھوٹی نعمتوں کی میرے دل میں بڑی قدر رہتی ہے کاغذ کے ٹکڑے فیتہ تا گا معمولی بھی محفوظ کر لیتا ہوں۔ وقت پر بہت کام دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جس نعمت کے اجزائے کثیرہ سے اپنی ضرورت اور لذت پوری ہوتی ہو اس کے اجزائے قلیلہ کو تلف کرتے ہوئے دل لرزتا ہے۔

زحمتِ انتظار

فرمایا: جب کوئی شخص دینی یا دنیوی غرض سے میرے پاس آتا ہے تو جلد از جلد اسے فارغ کر دیتا ہوں۔

فرمایا: میں خود کسی امر میں زحمت انتظار برداشت کر سکتا اور نہ دوسرے کو منتظر رکھتا ہوں۔ اگر کسی وقت کوئی ضروری یا خاص بات یاد آ جاتی ہے تو پھر کاغذ پر یادداشت لکھ لیتا ہوں دماغ کا بوجھ کاغذ پر اتار دیتا ہوں۔ تاکہ دماغ اس میں الجھا نہ رہے پھر وقت پر فراغت کے ساتھ وہ کام کر لیتا ہوں۔

قاعدہ کلیہ

فرمایا: یہ قاعدہ کلیہ عمر بھر کے لئے یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو امور اختیار میں ہوں اور فضول نہ ہوں ان کا تو قصد کرے اور جو اختیار میں نہ ہوں ان کا ہرگز قصد نہ کرے۔ اس طرح اگر زندگی بسر کر دے تو اس کا دین اور دنیا دونوں درست ہو جائیں پریشانی تو ایسے شخص کے پاس کبھی نہیں پھٹکتی۔ خدا تعالیٰ سے اپنا دل لگائے جس کو پریشانی نہ ہوگی دل بھی اس کا خدا تعالیٰ کی طرف لگ سکتا ہے۔ جمعیت بڑی دولت ہے مگر پریشانی بھی وہی مضر ہے جو اپنے اختیار سے لائی جائے

اور جس پریشانی میں اپنے اختیار کو دخل نہ ہو وہ ذرا بھی مضر نہیں بلکہ نافع ہے۔

پس انداز کرنا

فرمایا: دین کی حفاظت کے لئے آج کل یہ ضروری ہے کہ مسلمان اپنے پاس کچھ رقم جمع رکھے اہلیہ کا خط نفس کے حقوق حظوظ، حظوظ قابل تقلیل حقوق قابل تحصیل پس انداز ذخیرہ کرتے رہیں تاکہ قلب غنی رہے۔

علماء کا احترام

میرے دل میں شریعت اور علمائے شریعت کی بڑی عظمت اور احترام ہے اور اہل طریقت اور اہل اللہ سے بہت محبت ہے۔

رخصت پر عمل

فرمایا: مجھے ضعفاء کے لئے عذر شرعی ہونے پر رخصت پر عمل کرنا عزیمت پر عمل کرنے کی نسبت زیادہ پسند ہے فرماتے یہ اللہ کا احسان اور انعام ہے اس کی قدر کرنا چاہئے اور شکر ادا کرنا چاہئے۔ فرماتے فقہی مسائل میں عوام کے عمل کے لئے جہاں تک گنجائش ہو ضرور کوئی آسان راستہ نکال لیتا ہوں تاکہ عام طبائع پر اعمال شرعیہ شاق نہ ہوں۔

صحبتِ شیخ

شیخ سفر آخرت کا ساتھی ہوتا ہے راہ دیکھا ہوا ہوتا ہے راستے کے خطرات اور ٹھوکروں کی اطلاع دیتا ہے بلکہ ان سے بچاتا ہے۔

علم بھی بلا صحبت کے بیکار ہوتا ہے۔ صاحب صحبت بلا علم کی اصلاح صاحب علم بلا صحبت سے زیادہ ہوتی ہے۔

صحابہؓ سب عالم نہ تھے مگر ان کی فضیلت محدثین، فقہاء اہل اللہ پر مقدم ہے۔ حضور کی اکسیر صحبت نے ان کے دل بدل دیئے جاں ستاں جاں نثار بن گئے۔

؎ در افشانی نے تیری قطروں کو دریا کردیا
دل کو روشن کردیا آنکھوں کو بینا کردیا

جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

جو موتی اہل اللہ کی جوتیوں میں ملتے ہیں سلاطین کے تخت و تاج میں نہیں ملتے۔

کافر کی تحریر اور اللہ والے کی تحریر

فرماتے کفار و مشرکین کی کتابوں میں ظلمت ہوتی ہے اگر چہ اللہ و رسول کی تعریف ہی ہو۔ مطالعہ نہ کرو۔ اہل اللہ کے الفاظ میں نور، دعا، توجہ ہوتی ہے۔ اس سے ایمان مضبوط ہوتا ہے۔

بخشش کا عمل

جو شخص بخشش کا طالب ہو اولیائے کرام کی صحبت میں بیٹھے اللہ والوں کی تھوڑی دیر کی صحبت سو سالہ بے ریا طاعت سے بہتر ہے۔ مگر بغیر اعمال نہ اعتبار اقوال کا نہ احوال کا نہ کیفیات کا اور عمل کی توفیق بھی صحبت مرد کامل پر موقوف ہے۔

وہ دعا کریں گے دوسرے تمہارے اعمال میں ان کی صحبت سے برکت ہوگی اہل اللہ کے دل روشن ہیں۔ پاس رہنے سے دل میں نور آتا ہے۔ جب نور آتا ہے ظلمت تاریکی بھاگ جاتی ہے شبہ جاتا رہتا ہے۔ ان کا دیکھ لینا ہی کافی ہو جاتا ہے۔

ایمان اور اسلام

شریعت کی اصطلاح میں تقویٰ کمال دین کو کہتے ہیں۔ ایمان فعل قلب ہے اور اسلام فعل جارح، ایمان کے معنی تصدیق کے ہیں جو قلب سے صادر ہوتی ہے اور اسلام کے معنی گردن نہادن بطاعت جس کا محل جوارح ہیں لیکن یہ حقیقت لغویہ ہے اصطلاح شرعی میں اسلام نام ہے مجموعہ عقائد و اعمال کا اور ایمان نام ہے مجموعہ عقائد کا تو شرعاً اسلام عام ہے اور ایمان خاص **هذٰی صراطی مستقیماً** سے مراد تمام وہ اعمال و معمولات ہیں جو معین آخرت و مفید مقصود ہیں اور "**ولا تتبعو السبل فتفرق بکم عن سبیله**" (دوسری راہ پر مت چلو وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردینگی) میں تمام وہ اعمال آگئے جو مانع عن الآخرت اور مضر للمقصود ہیں۔ حاصل یہ ہوا کہ ہم کو ہر کام میں یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ فعل معین آخرت ہے یا مضر آخرت ہے بس اب اس میں عام شریعت آگئی۔

شیخ فرید فرماتے ہیں۔

بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق
عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق
گر ہوائے ایں سفر داری دلا
دامن رہبر بگر وپس بیا
یار یابد راہ را تنہا مرو
بے قلاؤ اندریں صحرا مرو
ہر کہ تنہا نادر ایں را برید
ہم ہمت مرداں رسید

شیخ جیلانی رحمہ اللہ کا ارشاد

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کا مقولہ کہ میں وہ شخص ہوں کہ شقی کو سعید کرا سکتا ہوں۔اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ تقدیر کس طرح بدل گئی۔ بعض واقعات لوح محفوظ میں کسی قید کے ساتھ مقید ہوتے ہیں مگر وہ قید لوح محفوظ میں درج نہیں ہوتی بلکہ وہ علم الٰہی میں ہوتی ہے کہ اگر فلاں مقبول بندہ دعا کرے تو بخشش ہو جائے گی۔ سو یہ واقعہ تقدیر کیخلاف نہیں ہوا۔ کیونکہ تقدیر اصل میں علم الٰہی کا نام ہے۔ اہل اللہ بعض دفعہ اس طریقہ سے بعض لوگوں پر احسان فرماتے ہیں کہ ان کو خبر نہیں ہوتی۔

آدمی کا مقصد

حضرت فرماتے ہیں آدمی دنیا میں ذخیرہ آخرت جمع کرنے کے لئے آیا ہے۔ اصل کام اس کا شغل دین ہے لیکن بہ ضرورت اس شغل دین کی اعانت کے لئے دینوی مشاغل کی بھی اجازت فرمائی گئی ہے میری کتابیں ایسے وقت کام دیں گی جب کوئی رہبر بھی کام نہ دے سکے گا۔

ضابطۂ زندگی

جب بھی جایئے خواہ کتنے ہی طویل عرصہ کے بعد جایئے حضرت کو اسی ضابطہ زندگی میں مشغول پائے گا۔ ہر بات اپنے وقت پر ہوگی۔ ہر چیز اپنے مقام پر ہوگی ہر بات اپنے وقت پر ہوگی حضرت نے اپنی عمر کے ساٹھ سال اسی ضابطہ کے ساتھ گزار دیئے اور اپنی زندگی کے کارنامے اور دینی خدمات سے آنے والی نسلوں کی رہنمائی کے لئے شمع رشد وہدایت روشن فرما گئے یہ وہ

استقامت ہے جو یقیناً فوق کرامت ہے۔

روز کی ڈاک روزانہ لکھنا حضرت کا خاص ضابطہ تھا یہ وہ معمولات تھے جن میں ذرہ برابر فرق نہ آتا بعض دفعہ تہجد کے وقت ڈاک لکھنے کا اتفاق ہو جاتا (تاکہ لوگوں کو انتظار کی تکلیف نہ ہو) قدر اس وقت ہوتی ہے جب دوسری جگہ گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا۔

مراقبہ حاکم وحکیم

فرمایا کہ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے بس یہ مراقبہ اچھی طرح ذہن میں جما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی حاکم ہونے کی حیثیت سے تو انہیں اپنی مخلوق اور محکوم کے ظاہر اور باطن میں ہر طرح کے تصرف فرمانے کا ہر وقت کامل اختیار اور پورا حق حاصل ہے کسی کو مجال چوں و چرا کی نہیں اور حکیم ہونے کے اعتبار سے ان کا ہر تصرف حکمت پر مبنی ہوتا ہے گو ہماری سمجھ میں وہ حکمت نہ آوے۔ چونکہ بفضلہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کا حاکم اور حکیم ہونا اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا ہے اس لئے بڑے سے بڑے حادثے میں جس کو پریشانی کہتے ہیں وہ الحمدللہ مجھ کو کبھی نہیں ہوئی۔ طبعی اثر ہونا اور بات ہے اور یہ طبعی رنج وغم بالکل مضر نہیں۔ خود حضور ﷺ کو کفار کی تکذیب کی وجہ سے بہت تکلیف ہوئی تھی۔ حضورؐ چاہتے تھے کہ یہ کم بخت ایمان لے آئیں تا کہ نار جہنم سے چھوٹ جائیں اور وہ لوگ ایمان تو کیا لاتے الٹی تکذیب پر کمر باندھ رکھی تھی اور آیات الٰہی سے تمسخر اور مقابلہ کیا کرتے تھے بوجہ شدت غم ورنج وحزن وملال کے چادر اوڑھ کر بیٹھ گئے تھے۔ حضور کی تسلی کے لئے حق تعالیٰ کا خطاب "**یا ایھا المزمل**" آیا۔ اے چادر اوڑھنے والے کہ جیسے کوئی شخص ہجوم اعداء اور ان کے طعن و تشنیع سے پریشان ہو رہا ہو اس وقت اس کا محبوب خاص عنوان سے اسے پکارے تو اس شخص کو کتنی تسلی ہوگی کہ محبوب کو میرے حال کی خبر ہے اور اس کے بعد بعض اعمال کا حکم دیتے ہیں کہ آپ صبر کیجئے۔ تم ہم سے باتیں کرو' دشمنوں کو بکنے دو' یہ کام کرو' وہ کام کرو' غم ہلکا کرنے کا طریقہ بھی بتلا دیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کامل باوجود کمال کے لوازم بشریت سے نہیں نکلتا۔ غم کس درجہ کا تھا حق تعالیٰ فرماتے ہیں "**لعلک باخع انفسک**" کیا اپنے آپ کو ہلاک کر دینگے مگر یہ تو ثابت ہوا کہ کامل باوجود کمال عرفان کے لوازم طبعی سے نہیں نکلتا اور یہی ہونا بھی چاہئے کیونکہ اگر کسی کو اذیت اور مصیبت میں تکلیف جو لازمہ طبعی ہے محسوس نہ ہو تو صبر کیسے متحقق ہوگا۔ کیونکہ صبر نام ہے ناگوار چیز پر ضبط نفس کرنے کا اور جب ناگواری نہ ہوئی تو ضبط کیا کرے گا۔ البتہ غلبہ حال

میں معلوم نہ ہونا اور بات ہے لیکن غلبہ حال خود کوئی کمال کی چیز نہیں بزرگ کی۔ حکایت ہے بیٹے کے مرنے کی خبر سنی، قہقہہ لگا کر ہنسے ادھر آنحضرت ﷺ کا اپنے بیٹے ابراہیم پر آنسو بہانا ثابت ہے اور یہ فرمایا: اے ابراہیم! ہم تمہاری فراق سے محزون ہیں۔ بات یہ ہے کہ ولی کی نظر حقوق اللہ حقوق العباد اور اولاد کی ان کے قلب سے مستور تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی رعایت سے صبر کیا جزع فزع نہیں کی اور حقوق العباد اور ترحم علی الاولاد کی وجہ سے آنسو جاری ہوئے۔ جامعیت یہ ہے لازم بشریت۔ یہود ن کا زہر دینا ایک دو لقمے کھانا۔ بعض صحابہ کا شہید ہونا۔ طائف اُحد میں دانت شہید ہونا اور زخمی ہونا۔ گھوڑے سے گرنا۔ چوٹیں آنا مصلحت یہ تھی کہ الوہیت کا شبہ نہ ہو۔

دُکانِ معرفت

خانقاہ امدادیہ کہیے یا ایک دکان معرفت۔ جن لوگوں نے حضرتؒ کی مجلس کو آنکھوں سے دیکھا ہے وہ یہ کہیں تو بجا ہے۔

نازم بچشم خویش کہ جمال تو دیدہ است

بحمد اللہ اب تک بہت موجود ہیں اور کہنے کو جی چاہتا ہے۔ ابھی کچھ لوگ ہیں ساقی کی محفل دیکھنے والے۔ جو علوم حضرت نے بتائے وہ کتابوں میں نہیں مل سکتے۔

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا ۔۔۔ نہ کتابوں نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا

یک ساعت صحبت با اولیاء ۔۔۔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

سلف وخلف

دین نام ہے حفظ حدود شریعت کا جو کام بھی حضورؐ نے کیا یا جس کام کی اجازت دی سب سنت ہے اور خلاف شریعت نفس کو ڈھیل نہ دینا مجاہدہ ہے دین صرف اقویا کے لئے نہیں ناتوانوں۔ بیماروں معذوروں کے لئے بھی ہے۔ ناتوانوں معذوروں کو رخصتوں پر عمل کرنے سے وہی اجر کا ملتا ہے جو اقویا کو عزیمت پر عمل کرنے سے۔۔۔۔۔ سلف کے لوگ بہت قوی اور ہمت والے تھے آج کل وہ ہمتیں نہیں رہیں۔ دو چار فاقے آجائیں تو ایمان کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ۔۔۔ گرچہ مانند در نوشتن شیر وشیر

خود حضور ﷺ کو دو باتوں میں اختیار ہوتا تو آسان کو اختیار فرماتے اور امت کے لئے بھی یہی بات پسند فرمائی۔ رخصتیں بھی اللہ کی نعمتیں ہیں اور کسی میں طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی

نعمتوں کو بند کر سکے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو لینا چاہئے۔

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ حضورؐ جو کی روٹی کھاتے تھے۔ جو کی روٹی کھانا سنت ہے آئندہ ہمارے لئے جو کی روٹی پکا کرے چنانچہ پکی سب نے کھائی سب کے پیٹ میں درد ہو گیا۔ اب ان کا ادب دیکھئے۔ فرمایا ہم نے بے ادبی کی حضور کی برابری کا دعویٰ کیا جب حضورؐ نے گندم کی روٹی کی اجازت دی ہے تو ہمارے لئے وہی پکا کرے۔ آج کل کم کھانے اور کم سونے کا مجاہدہ نہیں رہا۔ صحت بگڑ جانے پر سب مجاہدے دھرے رہ جاتے ہیں۔ مشین کا ایک پرزہ خراب ہو جائے تو مشین کام چھوڑ دیتی ہے اس لئے صحت کی حفاظت کی بہت ضرورت ہے ایک ایک عضو خدائی مشین کا پرزہ ہے۔ ایک ایک جوڑ کی حفاظت ضروری ہے۔

بس ایک چیز کی احتیاط رکھے کہ کوئی بات خلاف شریعت یا معصیت نہ ہو۔

اور کوئی چیز مضر نہیں آرام سے چلے نفس کو بھی زیادہ تنگ نہ کرے۔ گھبرا جاتا ہے اس کے حقوق قابل تحصیل ہیں صرف حظوظ قابل تقلیل ہیں، جائز حقوق دے کر اسے خوش رکھیں آرام سے سفر کرے ورنہ تھک کر رہ جائے گا۔

کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

اور کوئی خیر خواہ ساتھی لے لے رفاقت میں سفر آسانی سے طے ہو جاتا ہے۔ امکان بھر سعی اصلاح کی رکھے پھر جیسے بھی اعمال ناقصہ کی توفیق ہو اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھے کہ ہم تو اس کے بھی لائق نہ تھے۔ کوتاہیوں پر استغفار کرتا رہے اور کانپتا رہے اور یقین رکھے کہ وہ مانگنے والے کو محروم نہیں فرمایا کرتے باقی بزرگوں کے مقام اور ان کے مذاق جدا ہیں بڑے لوگوں کے مقام اور ہوتے ہیں، چھوٹوں کے اور بڑوں کے بھی ٹھیک چھوٹوں کے بھی ٹھیک۔ جو بھی اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں اس پر قانع رہے اور شکر کرے۔

حکمت

حضرت مرشد تھانویؒ حکیم الامت تھے۔ زیادہ اوراد سے کسی کے دماغ میں خلل آنے لگتا وظائف چھڑا دیتے فرماتے یہ فرض نہیں صحت کے لئے کسی طبیب کی طرف رجوع کرو علاج کراؤ۔ مقویات استعمال کرو۔ سیر و سیاحت کرو۔ احباب کو ملو۔ تا کہ طبیعت میں انشراح ہو ڈاکٹر چھ گھنٹے سونے کو کہے تم آٹھ گھنٹے سوؤ۔ صرف شرعی حدود کو نہ توڑو۔ اعتدال سے چلو۔ دو تین امور کا

خیال رکھو۔ خلاف شریعت نفس کو ڈھیل نہ دو۔ کچھ وقت مقرر کر کے ذکر اللہ کرو اس سے ایمان میں قوت آئے گی اور عبادت کا صحیح ذوق پیدا ہوگا۔ حلال مال پاس رکھو قلب غنی رہے گا تہذیب اخلاق کا درجہ ہمارے حضرت کے نزدیک وظائف سے بڑھا ہوا تھا۔

طریق کا حاصل

فرمایا: میرے نزدیک طریق کا حاصل یہ ہے کہ کسی کو ہمارے ہاتھ یا زبان سے ذرا برابر ناگواری نہ ہو۔

خواہ مخواہ مشقت میں نہ پڑو

ارشاد فرمایا: کہ ہر کام میں آسان اور مختصر راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ بے وجہ تطویل ومشقت میں پڑنا عقل کے بھی خلاف ہے اور سنت کے بھی۔ آنحضرت ﷺ کو حق تعالیٰ نے وہ قوت اور ہمت عطاء فرمائی تھی کہ آپ اپنی ذات میں جس قدر چاہئے مشقت برداشت فرما سکتے تھے اور بالکل عزیمت پر عمل فرما سکتے تھے مگر اس کے باوجود عادت شریفہ یہ تھی کہ جب دو کاموں میں آپ کو اختیار دیا گیا ہمیشہ وہ کام اختیار فرمایا جو سہل اور آسان ہو اس کی حکمت یہ تھی کہ امت متبع سنت ہو سکے اور ضعفاء امت اتباع سنت سے محروم نہ رہیں اور ان کو یہ غم نہ ہو کہ ہم محروم رہ گئے۔ ظاہر ہے کہ توکل وزہد وقناعت آنحضرتؐ سے زیادہ کس کو حاصل ہو سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود بیبیوں کے لئے سال بھر کا غلہ جمع فرما دیتے تھے تا کہ امت کو تنگی نہ ہو۔ عبادت میں غلو منع ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی راتوں کو سوتے نہ تھے اور دن میں کھاتے نہ تھے۔ رات نماز دن روزہ۔ حضور نے ان کو اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔ رات کو کچھ وقت نماز میں کھڑے ہو کر سو رہو دن میں کبھی روزہ رکھو اور کبھی بے روزہ رہو۔۔۔۔ یہ میرا طریقہ ہے اور جو میرے طریقہ سے اعراض کرے وہ مجھ سے کچھ واسطہ نہیں رکھتا۔ اگر مشقت میں اطاعت میں فضیلت وثواب ہے تو حضورؐ نے ان صحابی کو منع کیوں فرمایا۔ ظاہر میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضور ﷺ ان صحابی کو تکثیر عمل سے منع فرمایا۔۔۔۔ یہ غلط ہے بلکہ آپ نے تقلیل عمل سے منع فرمایا کیونکہ اس تکثیر کا انجام تقلیل ہی ہے۔ تکثیر عمل کا یہ طریقہ ہے کہ عمل مواظبت ومداومت سے کیا جائے اور اعتدال ہی سے نباہ ہو سکتا ہے اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر ہم نباہ نہیں کر سکتے خواہ مخواہ اپنے کو مشقت میں نہ ڈالو

کیونکہ ہر مشقت مجاہدہ اور ثواب نہیں تم ہار جاؤ گے دین نہیں ہارے گا۔ اپنے ہاتھوں اپنے کو مشقت میں ڈالنا عقل کے بھی خلاف ہے اور سنت کے بھی۔

جنت کی درخواست

فرماتے۔۔۔اے اللہ میں آپ سے جنت کی درخواست کرتا ہوں اور ان اقوال واعمال کی جو جنت کی طرف نزدیک کردیں۔ معلوم ہوا کہ جنت کی درخواست کرنا سنت ہے بعض لوگ بے دھڑک کہہ دیتے ہی کہ ہم کو پرواہ نہیں دوزخ کی۔ سخت بے ادبی ہے ان لوگوں کو جنت دوزخ کی حقیقت معلوم نہیں ورنہ ساری شیخی رکھی رہ جائے۔ جنت دیکھی نہیں اور نہ دوزخ دیکھی ورنہ پتہ پھٹ جاتا۔

اعزاءواحباب

اگر اعزاءواحباب محبت نہ رکھیں تو اس سے راحت ہونا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے غیر اللہ سے دل برداشتہ ہونے کا سامان فرمایا۔ بعض اوقات سب جواب دے جاتے ہیں تاکہ آدمی جانے کہ محبت کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے۔

عافیت کی دعاء

دنیا میں پوری راحت کی تو آدمی ہوس ہی نہ کرے پریشانی تو جنت ہی میں پہنچ کر ختم ہوگی۔ پورا آرام تو آخرت ہی میں ملے گا۔ جس مصیبت سے آخرت بنتی ہو وہ مصیبت نہیں البتہ دعاء ہمیشہ عافیت کی کرنا چاہئے کہ وہ نعمت ملے جس کا تحمل ہو سکے۔

مصیبت کو ہلکا کرنے کی تدابیر

(۱) اپنے گناہوں کو یاد کرے۔ (۲) مصیبت کے ثواب کو یاد کرے۔ (۳) مصیبت سے ایمان کی آزمائش ہے۔ (۴) عبدیت غالب ہو جاتی ہے اور دعویٰ وغرور تکبر کا میل کم ہو جاتا ہے اور اپنی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ آدمی کو کبھی دعویٰ نہ کرنا چاہئے۔ (۵) مصیبت میں استحضار عظمت الٰہی کا ہوتا ہے اپنا عجز منکشف ہو جاتا ہے۔ مسلمان کسی مصیبت میں ثواب سے محروم نہیں رہتا۔

الوہیت وعبودیت

بعض لوگوں کو تقویٰ کا ہیضہ ہو جاتا ہے وہ بیماری میں آہ آہ کرنے کو خلاف صبر سمجھتے ہیں

اس لئے اللہ اللہ کرتے ہیں تا کہ قوت قلب ظاہر ہو مگر یہ معرفت کے خلاف ہے کیونکہ اللہ اللہ مظہر الوہیت ہے اور آہ آہ مظہر عبودیت۔

عبادت

عبادت صرف نفلیں ہی پڑھنے کا نام نہیں دوستوں کی دلجوئی اور ان کے ساتھ باتیں کرنا بھی عبادت ہے۔

دل کا آپریشن:

فرمایا: کہ جس طرح والدین بچے کو دنبل کا آپریشن کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ قلوب کا آپریشن کرتے ہیں جبکہ دلوں میں غفلت بڑھ جاتی ہے اور گناہوں کی ظلمت سے دل پر پردے پڑ جاتے ہیں تو مصیبت اور بلا کے نشتروں سے دلوں کا خراب مادہ نکالا جاتا ہے اور ان کی اصلاح کی جاتی ہے پس یہاں بھی بالفعل تکلیف ہے وہاں بھی مگر انجام دونوں کا راحت ہے فرق اتنا ہے کہ وہاں راحت قریب ہے کہ پندرہ بیس دن ہی میں دنبل میں نشتر دینے سے صحت ہو جاتی ہے اور یہاں بعید ہے کہ قیامت میں اس کا ظہور ہوگا جب مصائب کا ثواب ملے گا۔

مجددِ وقت

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجدد وقت ہیں فرمایا کہ چونکہ نفی کی بھی کوئی دلیل نہیں اس لئے اس کا احتمال مجھ کو بھی ہے مگر اس سے زائد جزم نہ کرنا چاہئے محض ظن ہے اور یقینی یقین تو کسی مجدد کا بھی نہیں ہے۔

طاعت جتلانا

فرمایا: اسلام کا طریق یہی ہے کہ اپنے محاسن اور طاعات کو کبھی زباں پر نہ لاوے بس اس مثل پر عمل چاہئے کہ نیکی کر اور کنویں میں ڈال' آدمی یہ سوچ لے کہ جس کے واسطے میں نے طاعت کی ہے اس کو علم ہے اور وہ کبھی بھولے گا بھی نہیں پھر کسی کو جتلانے کی کیا ضرورت ہے اپنی طاعت کو جتلانا درحقیقت غیر اللہ کو مقصود بنانا ہے یہ کیا حماقت ہے۔

مال کی قدر

فرمایا: کہ صاحبو! مال کی قدر کرو۔ مال دنیا کی زندگی کا سہارا ہے اس کو ہوش اور عقل کے ساتھ خرچ

کرو اور اگر خرچ کرنے میں جوش ہے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو اس میں حوصلہ افزائی کرو۔

استغفار

فرمایا: کہ دنیا اور دین کی حاجتوں کو برآنے کا ذریعہ استغفار ہے۔

حق تعالیٰ تک پہلے پہنچنے کا راستہ

فرمایا: کہ حق تعالیٰ تک پہنچنے کا یہی راستہ ہے کہ اخلاق رذیلہ جاتے رہیں حمیدہ پیدا ہو جائیں طاعت کی توفیق ہو جائے۔ غفلت من اللہ جاتی رہے اور توجہ الی اللہ پیدا ہو جائے۔

سب کو خوش کرنا مشکل ہے

فرمایا: کہ آدمی سب کو خوش نہیں رکھ سکتا جب ہر حال میں اس پر برائی آتی ہے پھر اپنی مصلحت کو کیوں فوت کرے جس کام میں اپنی مصلحت اور راحت دیکھے بشرط اذن شرعی وہی کرے کسی کی بھلائی کا خیال نہ کرے۔

کسی عمل کو حقیر نہ سمجھو

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ کسی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھنا ہر نیک عمل میں خاصیت مغفرت کی ہے اسی طرح ہر گناہ میں خاصیت عذاب کی ہے چھوٹا ہو یا بڑا۔

ندامت و پریشانی

ایک صاحب نے لکھا کہ معمولات سب وقت پر ادا نہیں ہوتے سخت پریشانی اور ندامت ہے۔ تحریر فرمایا کہ یہ پریشانی اور ندامت بھی نفع میں معمولات سے کم نہیں۔

قضاء نمازیں اور تہجد

فرمایا: ایسے شخص کو جس کے ذمہ بہت سی قضا نمازیں ہوں یہ مشورہ دینا کہ بجائے نفل تہجد کے قضا نمازیں پڑھ لیا کرو بالکل مناسب ہے مگر مصلحت یہ ہے کہ دو چار رکعت تہجد کا بھی مشورہ دیا جائے ورنہ نفس یہ مشورہ دے گا کہ قضا تو دن میں بھی ممکن ہے نیند خراب کرنے سے کیا فائدہ تو اٹھنے کی عادت کبھی بھی نہ ہو گی۔

گھر میں جانے کا ادب

فرمایا: بعضے لوگ اپنے گھروں میں بے پکارے چلے جاتے ہیں بڑی گندی بات ہے نا معلوم گھر کی عورتیں کس حالت میں ہیں یا کوئی غیر محرم عورت محلّہ کی گھر میں ہو۔ اذن لے کر جب بلایا جائے تو گھر میں داخل ہونا چاہئے۔

کامل بننے کا طریقہ

اس وقت اگر آپ کے قبضہ میں یہ بات نہیں ہے کہ ملکات رذیلہ بالکل زائل کر دیں تو یہ بات تو اختیار میں ہے کہ اس کے مقتضاء پر عمل نہ کرو جب بار بار نفس کے تقاضوں کے خلاف عمل کیا جائے گا تو اس کی عادت پڑ جائے گی اور ضبط کی عادت سے ملکات رذیلہ کی قوت مضمحل ہو جائے گی۔ اس طرح آپ انشاء اللہ تعالیٰ کامل ہو جائیں گے اور اخلاق رذیلہ کی بجائے آپ میں ملکات فاضلہ ہو جائیں گے۔ انسان کا کام طلب اور فکر اور سعی ہے۔ اگر طلب کے ساتھ ساری عمر بھی ناقص رہے تب بھی کاملین ہی میں ہوں گے بلکہ ممکن ہے کہ بعض باتوں میں کاملین سے بڑھ جاؤ یعنی مشقت کے ثواب میں حضرت ابراہیم بن ادھم کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال گزرا فرمایا مغفرت ہوگئی درجات ملے مگر ہمارا ایک پڑوسی تھا جو ہم سے کم عمل کرتا تھا وہ ہم سے بڑھ گیا کیونکہ وہ صاحب عیال تھا۔ بال بچوں کی پرورش میں اس کو زیادہ اعمال کا موقع نہ ملتا تھا مگر وہ ہمیشہ اسی دھن میں رہتا تھا کہ مجھے فراغت نصیب ہو تو خدا کی یاد میں مشغول رہوں وہ اپنی مشقت اور ہمت کی وجہ سے ہم سے بڑھ گیا بس اس طریق میں فکر اور دھن بڑی چیز ہے اسی سے سب کام بن جاتے ہیں۔

ے دوست دارد دوست ایں آشفتگی — کوشش بیہودہ بہ از خفتگی

یہ جو گر حضرت نے فرمایا ہے استحضار و ہمت کا — عجب یہ نسخہ اکسیر ہے اصلاح امت کا

مقصود رضائے حق ہے اب دو چیزیں رہ گئیں۔ طریق کا علم اور اس پر عمل سو طریق صرف ایک ہے یعنی احکام ظاہرہ اور باطنہ کی پابندی اور اس طریق کی معین دو چیزیں ہیں ایک ذکر جس پر دوام ہو سکے دوسرے صحبت اہل اللہ جس قدر میسر ہو اور دو موانع ہیں معاصی اور فضول میں مشغولی، فضول میں مشغولی سے بڑا وقت ضائع ہوتا ہے۔

حاصلِ تصوّف

فرمایا: وہ ذرہ سی بات جو حاصل ہے تصوف کا کہ جس طاعت میں سستی محسوس ہو سستی کا مقابلہ کر کے اس طاعت کو کرے اور جس گناہ کا تقاضا ہو تقاضے کا مقابلہ کر کے اس گناہ سے بچے۔ جس کو یہ بات حاصل ہوگئی۔ اس کو پھر کچھ بھی ضرورت نہیں کیونکہ یہی بات تعلق مع اللہ پیدا کرنے والی ہے اور یہی اس کی محافظ ہے اور یہی اس کو بڑھانے والی ہے۔

تنگی معاش

تنگی معاش ایسی بلا کی چیز ہے کہ اچھے سے اچھے آدمی کی نیت بگاڑ دیتی ہے الا ماشاء اللہ جب آدمی کے پیٹ کو لگتی ہے تو اس کی آنکھیں ہر طرف اٹھتی ہیں ذرا ذرا سی چیز پر جان دینے لگتا ہے۔ اچھے اچھے خوشحال لوگوں کو جب تنگی پیش آتی ہے تو نیتیں بگڑ جاتی ہیں اور معمولی ضرورتوں کے لئے وہ کام کر بیٹھتے ہیں جس سے دنیا میں بھی منہ کالا اور آخرت میں بھی منہ کالا ہوتا ہے۔ سودی قرض لیتے ہیں اور تیرا میرا حق دبا لیتے ہیں جس میں آخر کار مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں اور سر بازار رسوائیاں ہوتی ہیں۔ آخرت کا گناہ الگ سر پر رہتا ہے تنگ دستی میں کہیں رشوت لیتے ہیں کسی کی امانت میں تصرف کر لیتے ہیں۔ دنیا میں بھی رسوا آخرت کی بھی رسوائی سر پر۔

امام غزالیؒ

امام غزالی کو ان کی بیوہ ماں نے صرف اس لئے مدرسہ نظامیہ بغداد میں داخل کیا تھا کہ ان کی پرورش ہو جائے گی مگر بعد میں وہ حجۃ الاسلام بنے وزیر اعظم نے مدرسہ کے طلباء کا جائزہ لیا اور ہر ایک سے پوچھا کہ دین حاصل کرنے سے ان کا مقصد کیا ہے۔

کہا کہ میں فلاں عہدہ حاصل کرنا چاہتا ہوں دل برداشتہ ہو کر اس نے سوچا کہ مدرسہ بند کر دے آگے امام غزالی مطالعہ کر رہے تھے ان سے پوچھا تو امام غزالی نے فرمایا۔ ہم نے عقل سے پہچانا ہم کو ایک پیدا کرنے والا ہے اور عقل ہی سے پہچانا ایسے محسن کی اطاعت ہمارا فرض ہے اور اطاعت کا طریقہ معلوم کرنے کا ذریعہ رسالت اور وحی ہے لہذا ہمارا مقصد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی پسندیدہ اشیاء پر عمل کریں اور ناپسندیدہ سے پرہیز کریں۔

علم کی برکت

حضرت سفیان ثوری کا ارشاد: ہم نے علم حاصل تو غیر اللہ دنیا کے لئے کیا تھا لیکن علم

نے غیر اللہ کے لئے ہونے سے انکار کردیا یعنی علم کی برکت سے ہماری نیت بھی درست ہوگئی۔

ارشاد حضرت حاجی صاحبؒ

تحصیل علم میں اگر نیت صحیح بھی نہ ہو تب بھی علم کو چھوڑنا نہ چاہئے۔ کیونکہ علم کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ نیت بھی صحیح ہو جاتی ہے۔

ارشاد مفتی محمد شفیع صاحبؒ

آپ حضرات کو ابھی اس نعمت خداوندی کی قدر نہیں کہ اس نے آپ کا تعلیمی رشتہ دیوبند سے منسلک کردیا جب آپ اس بسم اللہ کے گنبد سے باہر نکلیں گے اور کتاب وسنت اور فقہی مسائل ہی کی تعبیر میں آپ کو افراط وتفریط کا ایک بھیانک منظر سامنے آجائے گا اس وقت معلوم ہوگا کہ دیوبند اور اس کا معتدل مسلک کیسی عظیم نعمت ہے۔

علم کا ادب

فرمایا: حضرت مجدد الف ثانی ایک دن بیت الخلاء میں تشریف لے گئے اندر جا کر نظر پڑی کہ انگوٹھے کے ناخن پر ایک نقطہ روشنائی کا لگا ہوا ہے جو عموماً لکھتے وقت قلم کی روانی دیکھنے کے لئے لگالیا جاتا ہے فوراً گھبرا کر باہر آگئے اور اس کو دھونے کے بعد تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس نقطہ کو بھی علم کے ساتھ ایک تلبس ونسبت ہے بے ادبی معلوم ہوئی کہ اس کو بیت الخلاء میں پہنچاؤں۔

علم کا فتنہ

فرمایا: عالم کے لئے یہ بہت بڑا فتنہ ہے کہ وہ اس کی خواہش رکھے کہ لوگ اس کے پاس آکر بیٹھا کریں۔

کرامت

فرمایا: کہ محققین کے نزدیک کرامت کا درجہ ذکر لسانی سے بھی کم ہے کیونکہ ذکر لسانی سے اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھتا ہے اور کرامت میں قرب میں کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔

کام کرنے سے راستہ ملتا ہے

فرمایا: کہ کام کرنے سے راستہ کھلتا ہے اس انتظار میں نہ رہے کہ پہلے سے راستہ نظر

آئے تو آگے قدم رکھے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ بڑی سڑک پر جس کے دو طرف درخت لگے ہوں کہ سیدھی جارہی ہو اگر کھڑے ہو کر دیکھو گے تو کچھ دور کے بعد درخت باہم ملے ہوئے نظر آئیں گے لیکن جوں جوں آگے بڑھو گے راستہ کھلتا نظر آئے گا۔

؎ گرچہ رفقہ عالم را پدید
خیرہ یوسف وارے باید دوید

تواضع

ایک صاحب نے حضرت حاجی صاحب کی برکات بیان کئے۔

فرمایا: مجھ میں کیا ہے سب تمہارے ہی اندر ہے اس کا ظہور میرے ذریعہ سے ہوجاتا ہے پھر فرمایا مگر تم ایسا مت سمجھنا۔ سبحان اللہ یہ ہے تربیت کہ اپنی تواضع اور مرید کی مصلحت دونوں کو جمع کر دیا۔ جتنے کام حق تعالیٰ ہم سے لے رہے ہیں یہ خود انعام ہے پھر انعام پر طلب کیسی انعام تو عمل پر ہوا کرتا ہے اور یہاں پر خود اعمال ہی سراپا انعامات ہیں ورنہ ہم کس قابل تھے کہ حق تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔

؎ منت منہ کہ خدمت سلطان ہمے کنی
منت شناس از و کہ بخدمت بداشتت

مال

مال کا جمع کرنا مطلقاً خلاف زہد نہیں البتہ اس کو ذریعہ معاصی بنانا خلاف زہد ہے بعضوں کے لئے مالدار ہونا ہی مفید ہے اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ کس مال سے قرب ہوگا اور کس کو افلاس سے کسی کو مال دیتے ہیں کسی کو مفلس رکھتے ہیں۔

جمعیتِ قلب کا اہتمام

فرمایا: حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جمعیت قلب کا اہتمام کرنا چاہئے حضرت کو ہر بات میں اس کا بہت اہتمام رہتا تھا کہ قلب کی جمعیت فوت نہ ہو اس لئے حضرت کو تعلقات سے بہت نفرت تھی اور صوفیاء کے اقوال واحوال میں بھی غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلق مع اللہ پیدا ہونے کے لئے جمعیت قلب بہت ہی ضروری ہے۔

اعتقاد اور احتیاط

فرمایا: کہ اعتقاد سب کے ساتھ نیک رکھے لیکن معاملہ سب کے ساتھ احتیاط کا رکھے۔ مثلاً بلا اطمینان کامل کے قرض نہ دے۔ محرم راز نہ بنائے کوئی خدمت سپرد نہ کرے اعتقاد یہی رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے۔ شیخ سعدی۔ ؎

ہر کرا جامہ پارسا بینی نیک مرد انگار

نگاہ دارد در کیسہ آں شوخ در که داند ہمہ خلق را کیسہ بر

سوال

کسی میں فضیلتیں موجود ہیں کس طرح اپنے میں معدوم سمجھ کر اپنے کو دوسروں سے کمتر جانے۔

فرمایا

اکمل سمجھنا جائز ہے مگر افضل بمعنی مقبول حق اور دوسرے کو مردود سمجھنا جائز نہیں۔

خطراتِ منکرہ

فرمایا: سالک کو خطرات منکرہ کی بناء پر اپنے کو مردود نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ ان خطرات کو تو شیطان قلب میں ڈالتا ہے لہذا سالک کا کیا قصور بلکہ اس کو جو ناگواری کی وجہ سے اذیت ہو رہی ہے اس کو اجر ملے گا۔

مشاہدۂ جمال حق

فرمایا: کہ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ مشاہدہ جمال حق کبھی نہیں ہوسکتا دل اور روح کی آنکھیں اس وقت کھلتی ہیں جب نفس کی شہوت اور لذت کو حرام کی جگہ سے روکا جائے۔

محبت پیدا کرنے کا طریقہ

فرمایا: کہ محبت حق پیدا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ محبت والوں کے پاس بیٹھنا شروع کردے۔

؎ آں کہ بپارس آشنا شد فی الحال بصورت طلا شد

قلب کا اثر

فرمایا: کہ قلب کا اثر انسان کے کلام اور لباس تک میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے تبرکات میں اثر ہوتا ہے اور صحبت میں اس سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔

صحبت کا کم از کم اثر

فرمایا: کہ بزرگوں کی صحبت سے اگر اصلاح کامل نہ بھی ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر ہی نظر ہونے لگتی ہے یہ بھی کافی ہے اور مفتاح طریق ہے۔

رات کی التجاء

فرمایا: حدیث میں ہے کہ جو شخص رات کو اٹھ کر التجا کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے میں اس سے بہت خوش ہوتا ہوں اس لئے کہ میری وجہ سے اپنی بیوی اور گرم بستر کو چھوڑ دیا۔۔۔۔۔

اصل مقصود

فرمایا: کوئی یہ چاہتا ہے کہ ہم کرامت والے ہو جائیں۔ کوئی چاہتا ہے خوب جوش وخروش شورش اور مستی ہو۔ کوئی چاہتا ہے وسوسے نہ ہوں۔ کوئی چاہتا ہے بڑے بڑے اچھے خواب ہوں۔ یہ سب باتیں کیفیات اور حالات کہلاتی ہیں اور حالات کا پیدا ہونا آدمی کے اختیار سے باہر ہے۔ حالات اگرچہ عمدہ چیز ہیں مگر مقصود نہیں مقصود وہ ہی چیز ہوسکتی ہے جس کا حاصل کرنا اختیار میں ہو۔ جو شخص بھی ایسی باتوں کی خواہش کرے گا جو اختیار سے باہر ہیں وہ غم اور پریشانی میں مبتلا ہوگا۔ کوئی روشنی دیکھنا چاہتا ہے وہ طالب خدا کا تو نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اس کی عبادت اور فرمانبرداری سے ہوتی ہے۔ دل نہ چاہے حکم مان لے سب حاصل ہے۔ مقصود اللہ کی رضا کو سمجھے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب حکموں کو بجالائے۔ اللہ کی رضامندی ہوگی دوزخ سے بچے گا۔ سب کا حاصل یہ ہے کہ اختیاری امور میں کوتاہی نہ کرے غیر اختیاری کے پیچھے نہ پڑے مثلاً خواب غیر اختیاری چیز ہے۔ فرمایا خواب سے استدلال ہی درست نہیں۔

دردِ مسلم

حضرت حکیم الامت کے مبارک قلب میں مسلمانوں کا درد تھا۔ وراثت نبوت اور جذبہ مجددیت سے جو شفقت علی الخلق خصوص اصلاح المسلمین کی فکر آپ پر ہمہ وقت مسلط تھی۔ اس سے آپ کا سونا جاگنا رفتار و گفتار آرام وراحت سب کا سب اسی مشغلہ کی نذر کر دیا۔ جہاں کہیں

مسلمانوں پر کوئی مصیبت آئی وہ غم میں اس طرح گھلنے لگتے تھے جیسے شفیق باپ اپنے بیٹوں پر مصیبت آئی ہو۔ ہر تباہی کے خطرہ پر حضرت کا نظام صحت قویٰ میں ضعف اور اضمحلال نظر آنے لگتا تھا۔ فرمایا: مسلمانوں کی موجودہ حالت اور اس کے نتائج کا تصور اگر کھانے سے پہلے آجاتا ہے تو بھوک اڑ جاتی ہے اور سونے سے پہلے آجاتا ہے تو نیند اڑ جاتی ہے۔

حضرت کے مواعظ وملفوظات

اس درجہ دلسوزی رکھنے والے قلب سے جو الفاظ صادر ہوئے خواہ مواعظ یا ملفوظات انہوں نے قلوب پر اثر کیا۔ ایک ایک لفظ میں انوار تھے، ان انوار نے قلوب پر اثر کیا اور دلوں میں انقلاب پیدا کر دیا۔ جو دل معاصی اور بدینی سے بھرے ہوئے تھے اللہ اور رسولؐ کی محبت سے سرشار اور لبریز ہو گئے۔ دل بدل گئے۔ شرعی احکام مٹ رہے تھے خود غرض لوگوں نے رسوم اور بدعات سے دین کا حلیہ ہی بگاڑ دیا تھا ہر شعبے سے غبار اتارا، ایسے مسلمان قوم کو گندے مادے نکالنے پڑتے ہیں بڑھے ہوئے اعضاء کو اپریشنوں سے کاٹا جاتا ہے۔ اغراض پامال ہوئیں۔ عناد اور مخالفتیں شروع ہوئی لیکن قلب مبارک پر ان کے عناد کا غبار نہ بیٹھا۔

حضرت کے وعظ نے بتایا کہ دنیا اور آخرت میں حقیقی زندگی اللہ کے فرمانبرداروں کی ہے اور باغی حقیقی حیات سے دونوں جگہ محروم ہیں۔ حیات طیبہ صرف ان لوگوں کو حاصل ہو سکتی ہے جن کو تعلق مع اللہ اور قناعت کی دولت نصیب ہو۔

اصل قدر تو علماء نے جانی اور انہوں نے فیض پایا لیکن دینی استعداد رکھنے والوں کا فیض پانا اتنا تعجب خیز نہیں جتنا جدید تعلیم یافتہ اور دینی علوم سے بے بہرہ لوگوں کا فیض پانا حیرت انگیز ہے۔

نظر

فرمایا: جو منازل بعض لوگوں کی نظر توجہ سے دنوں میں طے کی جا سکتی ہیں وہ مجاہدات اور ریاضات سے برسوں میں بھی طے ہونی محال ہیں۔

ترکوں کی شکست کا شدید صدمہ

فرمایا: اللہ نے ہمیشہ مجھ کو راحت ہی راحت میں رکھا اسی لئے کبھی نہ جانا کہ غم کیسا ہوتا ہے اب معلوم ہوا کہ غم اس کو کہتے ہیں۔ ترکوں کی شکست اور مسلمانوں کی ذلت اور خواری کا قلب پر اتنا شدید صدمہ ہے کہ کھانا پینا تلخ ہو رہا ہے اسی طرح بہار کے قیامت خیز زلزلوں کے حالات سن

سن کر اس درجہ متاثر تھے کہ بے چین ہو ہو جاتے تھے اور بار بار بے اختیار منہ سے ایسے پر درد دعائیہ الفاظ نکلتے تھے کہ پاس بیٹھنے والوں کے کلیجے بھی منہ کو آ جاتے تھے۔ بعض اوقات اتنا اثر ہوتا کہ فرماتے زیادہ دل برا کرنے کو بھی ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ ہمدردی نعوذ باللہ حق تعالیٰ کی شکایت کی حد تک نہ پہنچ جائے بڑا مشکل معاملہ ہے اگر دل برا نہ ہو تو محبت علی الخلق میں کمی ہوتی ہے اگر دل برا کرتے ہیں تو شکایت کا اندیشہ ہوتا ہے واقعی حدود کے اندر رہنا پل صراط پر چلنا ہے بس اللہ تعالیٰ ہی فضل فرماتے ہیں ورنہ حدود کے اندر رہنا بڑا مشکل معاملہ ہے۔

مفتریوں سے مروت

انہوں نے اتہام لگائے کسی نے کہا جواب شائع فرمائیں فرمایا مجھ کو طبعاً اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اتہام میں نہ ان کا ضرر نہ میرا بلکہ جواب دینے میں ان کا ضرر ہے اب تو وہ اتہام میں معذور ہیں اور جب وہ جواب پر مطلع ہو کر قبول نہ کریں گے تو عاصی ہوں گے تو ایک مسلمان کو عاصی بنانے کا کیا فائدہ۔

تعلیم انسانیت

فرمایا: یہاں تو صرف ایک چیز سکھائی جاتی ہے اور وہ انسانیت ہے کوئی بزرگی کو ضروری سمجھ رہا ہے۔ میں انسانیت اور آدمیت کو ضروری سمجھتا ہوں۔ آدمی بنا ہو انسان بنا ہو تو یہاں آیئے۔ دیکھئے وضو نماز کے مقابلے میں کم درجہ رکھتی ہے۔ مگر بدوں وضو نماز نہیں ہوتی تو میں وضو کرتا ہوں۔ ہر جگہ کا مطلوب جدا ہے یہاں کا مطلوب فنا ہونا ہے اور اسی کی تعلیم ہے۔

افروختن و سوختن و جامہ دریدن　　　پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

انسان بننا فرض ہے۔ بزرگ بننا فرض نہیں اس لئے کہ انسان نہ بننے سے دوسروں کو تکلیف ہوگی بزرگ نہ بننے سے اپنے ہی کو تکلیف ہوگی دوزخ میں جائے گا۔ انسان ہوگا تو اس سے دوسروں کو تکلیف نہ ہوگی اس لئے میں انسان بنانے کی کوشش کرتا ہوں بزرگ نہیں بناتا۔ میری روک ٹوک کی زیادہ وجہ یہ ہوتی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کو اذیت نہ پہنچے اور مسلمانوں کا یہ مذہب ہونا چاہئے۔

؎ بہشت آنجا کہ آزارے نباشد　　　کسے را با کسے کارے نباشد

ہمارے ہاں تو بس اپنی نیند سوؤ۔ اپنی بھوک کھاؤ۔ چین کی زندگی بسر کرو۔ ہاں حدود

کے اندر رہو اس کا مجھے خیال نہیں کہ کون جماعت میں شریک ہوا۔ کون نہیں لیکن ایسا فعل نہ کیا جائے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے۔

ترجیح الراجح

فرمایا: کوئی بچہ بھی مجھے سمجھا دے اور میری غلطی دل میں لگ جائے میں اس پر اصرار نہیں کرتا ترجیح الراجح کا سلسلہ اس کی دلیل ہے۔ مولانا شبیر علی صاحب نے مجھے فرمایا کہ بہشتی زیور کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ حضرت نے بہشتی زیور لکھ کر مولانا حبیب احمد کیرانوی کو معقول تنخواہ پر ملازم رکھا کہ بہشتی زیور کی غلطیاں نکالیں۔ پھر جب بریلوی حضرات کی طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی تو حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی بھی عجیب شان ہے کہ میری تنخواہ بھی بچا دی۔ ان اعتراضات پر غور کرتا ہوں بلکہ جہاں بات دل کو لگ گئی رجوع کر لیا اور ترجیح الراجح میں اعلان کر دیا۔

دیہاتی کا قصہ:

میں نے اشرف کو ملنا ہے فرمایا میں ہی ہوں۔ دیہاتی تو نہیں۔ فرمایا اس کا کوئی خاص نشان ہے؟ گورا چٹا۔ فرمایا وہ تو یہ ہیں (حبیب احمد کیرانوی) دیہاتی نہیں یہ ڈھیر گورا ہے۔ فرمایا تو نے اسے جوانی میں دیکھا ہوگا۔ اب بوڑھا ہوں۔ میں ہی ہوں۔ ہاں تو ہی ہے۔ فرمایا۔ دل چاہتا تھا کہ یہ تو تو سے خطاب کرتا رہے۔ دل خوش ہو رہا تھا۔

حفظ مراتب

مجھے اعتدال اور حفظ مراتب کا بڑا اہتمام ہے۔ ہر شخص سے اس کے درجے کے مطابق عمل کرتا ہوں۔ کتابیں رکھتے وقت سب سے اوپر حدیث کی نیچے فقہ پھر تصوف اسی طرح اوپر عربی پھر فارسی پھر اردو کتب۔ دینی کتابوں کے اوپر رکھنا خلاف ادب سمجھتا ہوں۔ اللہ کی چھوٹی چھوٹی نعمتوں کی میرے دل میں بڑی قدر رہتی ہے۔ کاغذ کے ٹکڑے فیتہ تاگا معمولی اشیاء محفوظ کر لیتا ہوں۔ وقت پر بہت کام دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جس نعمت سے اجزائے کثیرہ سے اپنی ضرورت اور لذت پوری ہوتی ہے اس کے اجزائے قلیلہ کو تلف کرتے ہوئے دل لرزتا ہے۔

اثر پذیری

فرمایا: ایک دن میں گھر جارہا تھا کہ دفعتہً چلتے ہوئے خیال آیا کہ اس وقت تو ہم زمین کے اوپر چل رہے ہیں اور ایک دن اس کے اندر ہوں گے۔ اس خیال کے آتے ہی حالت بدل گئی اور کئی دن اس کا غلبہ رہا اور پھر آیات قرانیہ میں بھی اس کی تعلیم نظر آئی میری عادت ہے کہ جو مضمون مجھے نافع معلوم ہوتا ہے دل چاہا کرتا ہے کہ اپنے بھائیوں کو اس سے مطلع کر دوں کیونکہ مثل مشہور ہے کہ حلوہ تنہا نہ کھانا چاہئے۔ میں نے اپنے دوستوں کو بھی یہ مراقبہ تعلیم کیا بہت ہی نفع ہوا۔ اس لئے میں سب کو ہدایت کرتا ہوں کہ چلتے پھرتے اس کا مراقبہ رکھا کرو۔ یہ مراقبہ سہل بھی ہے اور اس میں کچھ وقت نہیں حق تعالیٰ نے ہم کو نزدیک کی چیزوں میں غور کرنے کی تعلیم فرمائی ہے۔

افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت والی السماء کیف رفعت
والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت.

کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے۔ کیونکر پیدا کیا گیا ہے اس میں سب سے پہلے اونٹ کا ذکر کیا گیا کیونکہ اہل عرب کثرت سے اس پر سوار ہوتے تھے اور پھر اہل عرب کو اونٹ سے محبت بھی ہے اسی لئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا یہ لوگ ہمارے دلائل قدرت کو اونٹ میں نہیں دیکھتے کہ اس کو کیسا عجیب الخلقت بنایا ہے اور کیسا جفاکش صابر' بردبار کر دیا ہے پھر اونٹ پر سوار ہوتے ہیں آدمی اونچا ہو جاتا ہے تو سامنے آسمان نظر آتا ہے اس لئے اس کے بعد فرماتے ہیں۔ "والی السماء کیف رفعت" اور آسمان کو نہیں دیکھتے کیسا بلند کیا گیا ہے پھر سفر شروع کرنے کے بعد دائیں بائیں پہاڑ نظر آتے ہیں۔ تو آگے فرماتے ہیں۔ "والی الجبال کیف نصبت" اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح زمین میں نصب کئے گئے ہیں پھر گاہے سفر کرتے زمین پر نظر پڑ جاتی ہے سامنے میدان آتے ہیں جن کو سوار طے کرتا جاتا ہے۔ تو فرماتے ہیں۔ "والی الارض کیف سطحت" اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح بچھائی گئی۔

غرض جو چیزیں ہمارے قریب ہیں حق تعالیٰ انہیں میں تامل کی تعلیم فرمارہے ہیں اور یہاں سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوگئی کہ حق تعالیٰ نے دلائل قدرت معلوم کرنے کے لئے اونٹ' پہاڑ' آسمان اور زمین کا مراقبہ تو بتلایا ہے مگر امارد و نسواں کی طرف کہیں متوجہ نہیں فرمایا' کیونکہ ان میں توجہ کرنے سے دلائل قدرت پر نظر نہیں رہتی بلکہ خواہش نفس پر نظر رہ جاتی ہے۔ آگے نہیں

بڑھتی۔ بس اب جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم امارد و نسواں کو قدرت خدا دیکھنے کے لئے گھورتے ہیں۔ جھوٹے ہیں۔ اگر واقعی ان کو دلائل قدرت کا مطالعہ مقصود ہوتا تو ان چیزوں میں نظر کرتے جن کا مراقبہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

محقق ہما بیند اندر ابل

صاحبو! امارد و نسواں کو وہی گھورتا ہے جس کو خدا مطلوب نہیں۔ قدرت کے دلائل دیکھنے کے لئے زمین ہی کو دیکھ لو۔ جو سب کی ماں ہے کہ تم کیونکر کس طرح گیہوں، چنوں، شلجم اور مولی میں سے نکل کر نطفہ کی شکل میں آئے اور پھر کس حکمت کے ساتھ اس خوبصورت جسم کی طرف منتقل ہوئے کیسے پیدا ہوئے۔ کیسے پلے، جوان ہوئے پھر یہ بھی سوچ لو ایک دن اسی زمین کے نیچے بھی جانا ہے اس سے پہلے ہماری نزع ہے سب مال و دولت جائیداد یہاں رہ جائے گا۔ پھر دفن ہوں گے۔ فرشتے آئیں گے۔ سوال و جواب کیے ہوں گے۔

اصلاح کی فکر

فکر اصلاح کیسے ہوگی دو چیزوں کی ضرورت ہے بقدر ضرورت ''علم اور اس پر عمل، صحبت اہل اللہ'' پھر تم موتی بن جاؤ گے۔

حاصلِ طریق

اس طریق کا حاصل تو اپنے آپ کو مٹانا تھا مگر لوگ لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں اپنے کو عالم مقتدا اور مجتہد سب کچھ سمجھتے ہیں اور عمل کی یہ حالت ہے کہ رات دن گناہوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ جو دیندار بھی کہلاتے ہیں وہ کسی ایک کام کے اعتبار سے دیندار ہیں دوسرے کاموں میں وہ دینداری کی ذرا پرواہ نہیں کرتے جیسے آج کل ڈاکٹر ہوتے ہیں کوئی آنکھ کے علاج میں ماہر کوئی دانت کے علاج میں کوئی چیر پھاڑ کا مشاق ہے اسی طرح ہم نے دین کے کاموں میں انتخاب کر لیا ہے۔ کمال جامعیت ہی میں ہے لیکن وہ ایسے کرے تو چنداں مضائقہ نہیں مگر مریض کو تو انتخاب نہ کرنا چاہئے کہ اس کی آنکھ ناک اور ہاتھ پیر میں بیماری ہو تو ان میں سے صرف ایک کا علاج کرے اس کو سارے جسم کا علاج ضروری ہے لیکن آج کل انتخاب کا بازار گرم ہے ہر چیز کا ست نکالا جاتا ہے۔ دین کا بھی ست نکال لیا۔ اس انتخاب پر مجھے ایک حکایت یاد آئی۔

حکایت

کسی مسلمان بادشاہ کے زمانہ میں ایک ملحد نے قرآن پر اعتراض کیا تھا کہ اس میں مکرر

آیات بھی موجود ہیں اس لئے یہ خدا کا کلام نہیں بادشاہ نے گرفتار کر کے بلایا اور پوچھا جواب وہی۔ بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا کہ اس شخص کے اعضاء مکررہ میں سے ایک ایک کاٹ دو یہ خدا کا بنایا ہوا نہیں واقعی خوب سزا دی۔

اسی طرح آج کل ہمارے بھائیوں نے دین میں انتخاب کیا ہے کوئی نماز کو ضروری سمجھتا ہے باقی ندارد۔ کوئی روزہ کوئی حج کرتا ہے اور باقی اعمال اور طاعات کی پرواہ نہیں کرتا۔ معاملات خراب، سود رشوت سے پرہیز نہیں۔ نہ ظلم سے بچنے کا اہتمام ہے، نہ امانت میں خیانت سے، حج کرلیا جنت کے مالک بن گئے۔ بعض حاجی پاجی ہوتے ہیں۔ جو نماز کو ضروری سمجھتا ہے۔ وہ نماز کے وقت دیندار ہے۔ بہت گڑگڑا کر منہ بنا کر دعائیں مانگتا ہے جیسے بالکل فرشتہ ہیں۔ جہاں مسجد سے نکلے۔ شیطان بھی ان سے پناہ مانگتا ہے۔ حج کرلیا، تکبر، حسد، کینہ ریا میں مبتلا ہیں نماز پڑھ کر اپنے کو دوسروں سے اچھا سمجھتے ہیں۔ بے نمازیوں کو حقیر جانتے ہیں، علماء کو اپنے علم پر ناز ہے وہ جہلاء کو جانور سمجھتے ہیں۔ ذاکرین کو ذکر و شغل پر ناز ہے وہ غیر ذاکرین کو بیہودہ سمجھتے ہیں۔

رضا اور الم

فرمایا: منتہی کو اولاد کے مرنے پر آنسو ناگواری سے نہیں نکلتے بلکہ ترحم سے نکلتے ہیں کہ وہ اپنی آنکھوں سے اپنے بچے کی اس حالت کو دیکھ نہیں سکتا۔ اگر آنسوں نہ نکلتے تو بچے کا حق ادا نہ ہوتا کیونکہ ترحم بچہ کا حق ہے بعض بلا میں خاصیت ہے کہ آدمی روتا ہے آنسو نکلتے ہیں اور باوجود آنسو نکلنے کے وہ دل سے ناراض نہیں ہوتا۔ جیسے مرچ کھانے والے کا، آپریشن والے کا حال ہوتا ہے۔ پس رضا اور الم جمع ہو سکتے ہیں۔

طاعات اور تقاضائے معصیت

فرمایا: طاعات کے ساتھ تقاضائے معصیت موجب قرب ہے اور معصیت کے ساتھ عدم تقاضائے معصیت موجب قرب نہیں بلکہ ارتکاب سے پہلے جو اس تقاضا کی مخالفت کر رہا تھا۔ یہ مقابلہ نفس اور مجاہدہ کی ایک فرد ہے جو موجب قرب ہے۔

علم اور عمل

فرمایا: مقصود رضائے حق ہے اس کے بعد دو چیزیں ہیں طریق کا علم اور اس پر عمل طریق احکام ظاہرہ باطنہ کی پابندی اور اس طریق کا معین دو چیزیں ہیں۔ ایک ذکر جس پر دوام

ہو سکے دوسرے صحبت اہل اللہ اگر میسر ہو۔ اور کچھ بزرگوں کے حالات مقالات کا مطالعہ ہو اور دو مانع ہیں۔ معاصی اور فضول میں مشغولی اور ایک امر ان کے نافع ہونے کی شرط ہے یعنی اطلاع حالات کا التزام۔

غیر اختیاری خیالات

فرمایا: غیر اختیاری خیالات گناہ نہیں۔ جب گناہ نہیں پریشانی کیوں؟

علاج: بے التفاتی

ضروری مراقبہ

ایک ضروری مراقبہ یہ ہے کہ ہر کام کے وقت یہ سوچ لیا جاوے کہ جو کام ہم کر رہے ہیں یہ آخرت میں مضر ہے یا مفید۔ اس مراقبہ کے لئے کوئی وقت معین نہیں۔ ہر وقت اس کا وقت ہے چلتے پھرتے بھی اسے سوچتے رہو اور کھاتے پیتے بھی اور باتیں کرتے ہوئے بھی۔ رنج اور غصہ میں بھی کوئی حرکت اور کوئی سکون اس مراقبہ سے خالی نہ ہونا چاہئے اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ اول تو گناہ ہوگا ہی نہیں اور اگر بالفرض صادر ہو تو آپ اس وقت بیدار گنہگار ہوں گے۔ اور یہ بھی ایک بڑی دولت ہے کہ انسان کو گناہ کے وقت شبہ ہو جائے کہ میں نے یہ کام گناہ کا کیا اس سے دل پر ایک چرکہ لگتا ہے جس کے بعد معاً توبہ واستغفار کو دل چاہتا ہے۔

مراقبہ سفر آخرت

سفر میں معین مضر، معین کو حاصل کرنا مضر کو دفع کرتا ہے۔

رضائے حق

فرمایا: مجھ کو بحمد اللہ اپنے بزرگوں کی برکت سے اس کی پرواہ نہیں کہ کوئی معتقد رہے گا یا غیر معتقد ہو جائے گا جو جس کا جی چاہے کرے سارا عالم بھی ایک طرف ہو جائے مجھ کو بفضل خدا اس کی پرواہ نہیں۔ پراوہ کی چیز تو صرف ایک ہی چیز ہے وہ رضائے حق ہے اگر یہ حاصل ہے تو سارا عالم اس کے سامنے گرد ہے مسلمانوں کے لئے صرف یہی ایک چیز ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے میں لگا رہے اگر وہ راضی ہیں تو اس نے سب کچھ پا لیا اور اگر یہ نہیں تو اگر تمام دنیا اور مافیہا بھی اس کو مل جائے تو ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی۔

دو چیزیں

حضرت سالکین کے لئے تمام کیفیات انفعالات باطنی کونظر انداز کر کے دو باتوں کی طرف خاص طور پر تلقین فرماتے۔ ایک یہ کہ غایت طریق پر نظر رکھی جائے کہ وہ رضائے حق ہے جس کا حصول محض ادائے حقوق واجبہ پر منحصر ہے دوسرے معاملات وتعلقات میں اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے یہی شرافت نفس اور صحیح احساس انسانیت کی علامت ہے اور غایت سلوک ہے۔

متعلقین پر سختی

جن لوگوں سے اصلاحی تعلق تھا۔ معمولی غلطیوں پر سخت داروگیر فرماتے تھے کیونکہ اپنے متعلقین کی غلطیوں پر چشم پوشی کرنا طریق میں خیانت ہے اور جب تک وہ صحیح بات نہ سمجھ لیتا معاف نہ فرماتے۔ یہ بھی فرماتے کہ جب میں کسی سے خفا ہوتا ہوں برابر اس کی طرف متوجہ رہتا ہوں اور عین اس وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے مواخذہ سے پناہ چاہتا ہوں اور یہ بات میری عادت میں داخل ہو چکی ہے کبھی اس میں ذہول نہیں ہوتا۔ یہی سبب تھا کہ باوجود مورد عتاب ہونے اور ناراضگی کے ہر شخص یہ محسوس کرتا کہ حضرت کے غصہ سے دل روشن ہو جاتا ہے اور حضرت کے ساتھ عقیدت اور محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

تدوینِ ضوابط

حضرت فرمایا کرتے ہیں کہ فقط دوسروں ہی کو اصول صحیحہ کا پابند نہیں بناتا بلکہ اپنے آپ کو بھی پابند کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور اصول صحیحہ کی پابندی میرا مقتضائے طبعی بن گیا ہے گو اس میں کسی قدر تکلیف بھی ہو۔ میں نے یہ قواعد سوچ سوچ کر تجویز نہیں کئے۔ مگر جیسے جیسے معاملات لوگ میرے ساتھ کرتے گئے قواعد میں اضافہ ہوتا گیا باقی خدا نہ کرے مجھ کو شوق تھوڑا ہی ہے خواہ مخواہ قواعد بنانے کا بلکہ شرم آتی ہے کہ یہ عدالتوں کے سے ضابطے کیسے ہیں لیکن ضرورتوں نے مجبور کر دیا۔ مقصود صرف یہ ہے کہ نہ مجھے کوئی اذیت ہو نہ دوسروں کا کوئی کام اٹکے، میرے قواعد اپنی ذات میں سہل ہیں مگر ان کی پابندی سختی سے کرتا ہوں۔

بلا اجازت اہل خانہ۔ تبرک کی تقسیم میں مفاسد

فرمایا: کسی کے گھر میں جب بزرگ کی دعوت ہو تو ہمراہیوں کا بزرگ کے آگے سے

کھانا اٹھا کر تبرکاً خود کھانا یا باہمی تقسیم کرنا اس میں چند مفاسد ہیں ا۔ وہ صاحب خانہ کی طرف سے بطور امانت ہوتا ہے بطور تملیک نہیں ہوتا رہی اجازت حکمی سو یہ اسی لئے مقصود ہے کہ صاحب خانہ اور اس کے اہل اپنے لئے تبرک کے خواہشمند ہوا کرتے ہیں ۲۔ بزرگ مہمان کو عجب پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے کیونکہ یہ مدح فعلی ہے جیسے مدح قولی ممنوع ہے ایسے ہی مدح فعلی بھی ممنوع ہے ۳۔ بعض نفیس طبائع کو جھوٹے سے کراہت ہوتی ہے پھر مجلس میں ان کو کہنا کہ تبرک لے لو اس میں ان پر تنگی کرنا واضح ہے۔

بڑا مجاہدہ

غلطی کا اقرار بڑا مجاہدہ ہے۔ فرمایا یہ بہت بڑا مجاہدہ ہے کہ ایک بات غلط کہہ دے پھر غلطی پر متنبہ ہو کر صاف اقرار کرے کہ میں نے غلط کہا تھا صحیح یہ ہے۔

ھدی للمتقین کا مفہوم۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے تم کہا کرتے ہو یہ کورس بی اے کا ہے یعنی اس کے پڑھنے سے بی اے ہو جاتا ہے ایسے ہی یہ کورس تقویٰ کا ہے یعنی اس کی ہدایت اختیار کرنے سے متقی بن جاتا ہے۔

شیخ وولی کہنا

کسی بزرگ کو شیخ کہنا جائز ہے کیونکہ اس کے معنی کہ طریق تربیت باطن سے یہ واقف ہے البتہ ولی کہنا جائز نہیں کیونکہ اس کے معنی ہیں مقبول عنداللہ یہ اخروی حکم ہے پہلا دینوی تھا۔

رسول و نبی

ایک ہی ذات کو تعلق مع اللہ کے لحاظ سے نبی اور مع الخلق کے لحاظ سے رسول کہا جا سکتا ہے۔

ناشکری کا سبب

فرمایا وجہ ناشکری یہ ہے کہ انسان مقصود کی طرف نظر کرتا ہے موجود کی طرف نظر نہیں کرتا۔

شریعت کا خلاصہ

کسی نے حضور ﷺ سے عرض کیا احکام اسلام مجھ پر بہت ہو گئے کوئی ایسی بات بتلا دیں جسے میں یاد کرلوں فرمایا: ’’**قل امنت باللّٰہ ثم استقم**‘‘ حضور نے ساری شریعت اس میں جمع کر دی **امنت باللّٰہ** میں اجمالاً اعتقادات کو بیان فرمایا ثم استقم میں اعمال کے اند.

استقامت کی تعلیم دی۔

تسلیم

فرمایا حقیقت یہ ہے کہ اور عبدیت اسی میں زیادہ ہے کہ اپنی مشیت واختیار کو تسلیم کر کے اس کو مشیت حق کے تابع سمجھے۔ جبر کا قائل ہو جانا عبدیت نہیں۔ بادشاہ کے سامنے رعیت کا معمولی آدمی اپنے کو بے اختیار سمجھے' خوبی نہیں۔ کوئی نواب بااختیار اپنے کو بے اختیار سمجھے کامل عبدیت ہے۔

اسلام کی جامعیت

ہمارے دنیوی مقاصد بھی اسلام ہی کی طرف راجع ہیں مثلاً ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس وقت ایک اندھا آدمی کنویں پر آ رہا ہے اور کنویں میں گر جانے کا اندیشہ ہے۔ اس وقت نماز توڑ دینا فرض ہے گو نماز فرض ہی ہو اور اس اندھے کو بچائے کیونکہ حفاظت جان مسلم بھی دین ہے اس حکم میں نہ قرابت کی قید ہے نہ دوستی کی بلکہ ہر مسلمان کی جان بچانا فرض ہے حتیٰ کہ دشمن کی جان بچانا فرض ہے شریعت کا حکم ہے کہ اگر تمہارا کوئی دشمن بھی کنویں میں گرتا ہو یا کوئی اس کو قتل کرتا ہو تو اس کا بچانا حسب وسعت واجب ہے۔ اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کے لئے اپنی جان کی حفاظت دین ہے کیونکہ جان ہماری نہیں ہے یہ خدا کی امانت ہے اس کو حکم الٰہی کے موافق خرچ کرنا چاہئے۔ اگر کسی جگہ جان کو خطرہ میں ڈالنا جائز نہ ہو جان کی حفاظت فرض ہے۔

فریب نفسی

بعض دفعہ انسان کو اپنی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ جانتا ہے کہ بہت سے کام شریعت کے خلاف کر رہا ہوں مگر اس کی وضع اور نمازوں کی وجہ سے لوگ اس کے معتقد ہیں۔ تو وہ خود بھی دھوکہ میں آ جاتا ہے کہ جب اتنے آدمی مجھے نیک کہتے ہیں تو میں واقعی نیک ہوں قضا نمازوں کی فکر نہیں حج تاخیر سے ہے۔

ذکر خفی

حدیث میں ہے ذکر خفی جس کو نگہبان فرشتے بھی نہ سنتے ہوں ذکر قلبی سے ستر گنا افضلیت رکھتا ہے۔

ذکر میں نیند

حضرت مولانا گنگوہیؒ سے کسی نے عرض کیا ذکر میں نیند آتی ہے فرمایا: تکیہ سر کے نیچے رکھ کر سو رہو۔ مشائخ محققین کی عجیب شان ہے۔ جب کچھ نیند سے بوجھ ہلکا ہو جائے پھر کام شروع کر دو۔

نفس کُشی کا معنیٰ

حضرت حاجی صاحب نے لکھا ہے کہ ذاکر کو دودھ گھی کی تکثیر چاہئے تاکہ ذکر سے دماغ خشک نہ ہو جائے یہ کام تو ساری عمر کا ہے اس لئے دماغ کی حفاظت بہت ضروری ہے تو بھائی تم کو ذکر کرنا ہے یا نفس کو ہلاک کرنا ہے نفس کشی کے معنی یہ ہیں کہ اس کو تواضع کی ضرب سے ہلاک کرو۔ اس میں ذلت پیدا کرو، تکبر کو توڑو اور یہ بات پیدا ہوتی ہے کسی کی جوتیاں سیدھی کرنے سے تقلیل غذا سے یہ بات حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس سے تکبر بڑھتا ہے یہ شخص اپنے کو صاحب مجاہدہ سمجھنے لگتا ہے۔

عبادت کی حقیقت

مسلمان کی عبادت کی حقیقت کیا ہے۔ محض امتثال امر کہ جس وقت جو حکم ہو اس کو بجا لائے۔ ہمارا نفع کس قدر ہے کہ ہم کو سونے اور جاگنے اور قضائے حاجت کرنے اور بیوی کے پاس جانے میں بھی ثواب ملتا ہے۔ قدم قدم پر ثواب ہی ثواب ملتا ہے۔

فرمایا: نماز پڑھ کر اپنے کو نمازی ہی کہے مگر ساتھ یہ سمجھے کہ محض عطائے حق ہے۔ اللہ نے محض فضل سے دربار میں آنے کی اجازت دی ہے۔۔۔۔ صاحبو! اگر کسی چمار کو بادشاہ ایک بیش قیمت موتی دے دے وہ کیا کہے گا۔ موتی کہے گا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہے گا کہ بادشاہ کی بڑی عنایت ہے کہ ایک چمار کو ایسی نعمت دے دی۔

اب شکر اور تواضع جمع ہو گئے۔ اس طرح آپ نماز پڑھ کر بے نمازیوں کو حقیر نہ جانیں گے۔

مسلمانوں کی خیر خواہی

فرمایا ’’مسلمانوں کی موجودہ حالت اور اس کے نتائج کا تصور اگر کھانے سے پہلے آ جاتا ہے تو بھوک اڑ جاتی ہے اور سونے سے پہلے آجاتا ہے تو نیند اڑ جاتی ہے۔ لقمہ منہ میں رکھتا ہوں نگلا نہیں جاتا۔ مسلمانوں پر کوئی مصیبت آتی غم میں گھلنے لگتے شب و روز فکر علاج آخر رحمت خداوندی نے دستگیری فرمائی۔ اور ۲۰ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ کو نماز صبح میں قلب مبارک پر وارد ہوا

کہ بعض اعمال خاصہ ایسے ہیں جن کا التزام کرنے سے مسلمانوں کے یہ مصائب دور ہو سکتے ہیں ان اعمال خاصہ کا اہتمام شروع ہوا۔

حیات المسلمین کی تالیف میں بہت محنت فرمائی۔ سب تعلقات قطع کر کے مسلمانوں کی اصلاح اور خدمت کے لئے خانقاہ میں جا بیٹھے۔

حضرت کی شب و روز کی محنتیں، کتابیں، خط و کتابت ساری عمر اسی میں گزار دی۔ دین کی توجہ۔ حسب استعداد ہر ایک نے فائدہ اٹھایا۔ دنیا پر ظاہر کر دیا۔

تمہاری قوم کی تو ہے بنا ہی دین و ایماں پر　　تمہاری زندگی موقوف ہے تعمیل قرآں پر
تمہاری فتح یابی منحصر ہے فضل یزداں پر　　نہ قوت پر نہ شوکت پر نہ ساماں پر

حجاج کا فرمان

اسلامی فرماں رواؤں میں ظالم ترین حجاج بن یوسف ثقفی ہے اس کا ایک فرمان محمد بن قاسم کے نام جب راجہ داہر کی زبردست ہاتھیوں کی فوج سے مقابلہ ٹھن گیا۔ ''پنج وقتہ نماز پڑھنے میں سستی نہ ہو۔ تکبیر و قرات قیام وقعود اور رکوع و سجود میں خدا تعالیٰ کے روبرو تضرع وزاری کیا کرو زبان پر ہر وقت ذکر الٰہی جاری رکھو۔ کسی شخص کو شوکت اور قوت خدا تعالیٰ کی مہربانی کے بغیر میسر نہیں ہو سکتی۔ اگر تم خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھو گے۔

تاریخ اسلام

تاریخ اسلام کے ایک ہزار سال کس آب و تاب، شان و شوکت، عروج و اقبال کے ہیں کہ دشمن بھی معترف، پورا عالم لا الہ الا اللہ کے ماننے والوں کے زیر نگیں تھا۔

رکتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

پھر مسلمانوں میں افتراق، مسلسل فتنوں کا طوفان اس کے نتیجے میں اقوام یورپ کا عروج معلوم یوں ہوتا ہے کہ وہ کوئی اور قوم اور یہ دوسری۔

مے خانہ نے رنگ و روپ ایسا بدلا　　میکش میکش نہ رہا نہ ساقی ساقی

صالحین اور مصلحین سے امت کا کوئی دور خالی نہ رہا۔

ہندوستان میں ولی اللّٰھی خاندان، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی اٹھے۔ انگریزوں نے سکھوں سے جہاد کیا۔ ان سرفروشوں نے جانیں دے دیں۔

سوال میں جواب

فرمایا: ایک صاحب نے حدیث نفس کی شکایت لکھی تھی۔ میں نے اس پر یہ سوال کیا تھا کہ وہ حدیث نفس اختیاری ہے یا غیر اختیاری اور ہیں وہ شخص صاحب علم آج ان کا جواب آیا ہے کہ آپ کے اس سوال ہی سے سب شبہات رفع ہو گئے اگر ان کا جواب آتا کہ اختیاری ہے تو میں لکھتا کہ مت لاؤ اور اگر لکھتے کہ غیر اختیاری ہیں تو لکھ دیتا کہ اس پر کچھ گرفت نہیں مگر انہوں نے لکھا کہ سوال ہی سے شبہات رفع ہو گئے اور ایسے موقع پر میری غرض سوال کرنے سے جرح قدح نہیں ہوتی بلکہ جواب ہی دینا منظور ہوتا ہے۔

اصل کرامت

فرمایا: ایک شخص جنید کی خدمت میں دس برس رہے کہنے لگے کہ میں نے آپ میں کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ جنید بولے کہ تم نے جنید کو اس عرصہ میں کبھی حق تعالیٰ کی نافرمانی بھی کرتے دیکھا اس نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ کیا یہ تھوڑی کرامت ہے کہ دس برس تک اپنے مالک کو ناراض نہ کرے۔

قرآن بھولنے پر وعید

ایک صاحب نے پوچھا کہ قرآن کس درجہ کے بھولنے پر وعید ہے۔ فرمایا جس درجہ کا یاد تھا جب اس درجہ میں یاد نہ رہے تو داخل وعید ہے۔

زوجین میں عدل

ایک شخص حضرت کے لئے آم اور گھی ہدیہ میں لائے۔ حضرت معاملہ میں زوجین کے درمیان پورا عدل فرماتے ہیں۔ حضرت نے اپنے ملازم سے ترازو منگائی اور فرمایا کہ جو صاحب لائے ہیں وہی نصفا نصف کر دیں تو مناسب ہے۔ یہ بھی فرمایا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی چیز میرے مکان پر جائے اور وہاں سے تقسیم ہو۔ کیونکہ میں ایک کو محتاج اور دوسرے کو محتاج الیہ بنانا نہیں چاہتا اور اگر یہ صورت کروں کہ دونوں میں سے کبھی کوئی اور کبھی کوئی نمبر وار تقسیم کیا کریں تو اس کا یاد رکھنا مشکل ہے۔ اس لئے تقسیم لانے والے کے ذمہ اور یہ عدل کے خلاف ہے کہ ایک کو محتاج اور دوسرے کو محتاج الیہ بناؤں۔ لوگوں نے نکاح ثانی آسان سمجھ لیا ہے مناسب ایک ہی ہے

کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں "ذلک ادنی الاتعولوا" میں زیادہ پسندیدہ کو مروج کرنا چاہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ نکاح ثانی نہ کریں۔

فضول سوال

ایک خط میں کاتب نے بعض لوگوں کی نسبت تعریضاً یہ لکھا تھا کہ جو لوگ حرام کھاتے ہیں ان کا حشر کیا ہوگا۔ فرمایا مجھ کو فضول سوال سے گرانی ہوتی ہے۔ انسان پہلے اپنی فکر کرے میں نے جواب دیا۔ ''تجھ کو کسی کی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو'' بعض لوگوں کی عادت ہے کہ ایسے مضمون سے نصیحت کرنا منظور نہیں ہوتا بلکہ محض دوسرے کو چڑانا تو کہیں قیامت میں ان کا معاملہ یہ نہ ہو۔

گنہ آمرز رندان قدح خوار بطاعت گیر پیران ریا کار

آوارہ لوگوں میں ہزاروں عیب ہیں مگر اس کے ساتھ اعتراف بھی ہے اور آج کل کے عابدوں میں عجب اور پندار بہت کچھ ہیں۔

موقعِ امتحان

ایک مرید کا خط آیا اس میں لکھا تھا کہ مجھ کو بخار آیا جس میں لذت و تکلیف ملی ہوئی تھی۔ ارشاد فرمایا: لذت اور تکلیف ملی ہوئی تھی یعنی طبعی تکلیف تھی اور روحانی لذت جب یہ حالات پیدا ہونے لگیں تو معلوم ہوگا کہ اب دروازہ میں داخل ہوئے لوگ کشف و کرامت کو دیکھتے ہیں مگر یہ موقع ہیں امتحان کے موقع پر کیا کیا باتیں پیدا ہوتی ہیں۔

اشرافِ نفس

فرمایا: میں ایک جگہ گیا ہوا تھا وہاں مجھ سے ایک درویش عالم نے دریافت کیا کہ ہم لوگوں کو کبھی بلانے پر رئیسوں کے یہاں جانے کا اتفاق ہوتا ہے اور وہاں سے کچھ ملنے کی بھی امید ہوتی ہے تو یہ اشراف نفس ہے یا نہیں۔ میں نے کہا کہ یہ اشراف نہیں کیونکہ محض احتمال کو اشراف نہیں کہتے تاوقتیکہ اس پر یہ آثار مرتب نہ ہوں یعنی اگر وہ نہ دیں تو ناگواری اور شکایت پیدا ہو۔ غصہ آئے کہ پھر بلایا تو نہ آئیں گے۔ انہوں نے اس جواب کو بہت پسند کیا اور اس کے قبل مجھ کو بھی حقیقت اس کی معلوم نہ تھی مگر ان بزرگ کے دریافت کرنے سے معلوم ہوگئی تو یہ کمال ان بزرگ کا ہے جنہوں نے پوچھا تھا ان کے سوال کی برکت سے یہ میرے ذہن میں آ گیا میرا کوئی کمال نہیں۔

سمجھنے کی باتیں

فرمایا: کام کرنے والے کام کرتے ہیں اور نام نہیں چاہتے اور نام والے غل بہت مچاتے ہیں مگر کام کے صفر۔ بس آج کل ادعاء اور اظہار بہت ہے حالانکہ جو کام کرتے ہیں دو حال سے خالی نہیں یا تو اللہ کے لئے ہے یا نفس کے لئے اگر اللہ کے لئے ہے تو اللہ میاں کا علم کافی ہے اگر نفس کے لئے ہے تو کوئی نتیجہ نہیں پھر اظہار کس کا؟ حضرت کام کا اصل دوسرا مقصود ہونا چاہئے نہ کہ نام جس کی علامت یہ ہے۔ مثلاً ایک شخص کچھ کام کر رہا ہو اور دوسرا شخص اسی کام کا کرنے والا آجائے تو یہ خود چھوڑ کر بیٹھ جائے اور غنیمت جانے کہ اس نے میرا کام ہلکا کر دیا۔ آج کل تو یہ حالت ہے کہ اگر ایسا ہو تو ذبح ہو جائیں۔ نہ مولویوں میں اخلاص ہے نہ مشائخ میں۔ الا ماشاء اللہ اب تو عجیب حال ہے کہ پیر الگ اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور ان کے مرید الگ اپنے پیر کی طرف کھینچتے ہیں اس کا یہ نتیجہ ہے کہ لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ پیر صاحب نے اپنے گر گے چھوڑ رکھے ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ جتنے مقتدی زیادہ ہوں اتنا ہی بکھیڑا ہے اور یہ بھی ٹھیک نہیں کہ جو آیا اسی کو بیعت کر لیا۔ اگر پیر جلدی مرید کرنا چھوڑ دیں تو سارا ہندوستان ٹھیک ہو جائے۔ مصیبت تو یہ ہے کہ گیا اور مرید۔ بعض لوگ کو عیوب ہی تلاش کرنے آتے ہیں اور بیعت کی بھی درخواست کرتے ہیں۔ بھلا ان کو بیعت کرنے کا کیا فائدہ۔ ایک شخص میرے پاس آئے اور بیعت ہونا چاہا مگر آخیر میں انہوں نے دو عیب نکالے ایک یہ کہ اچھا کپڑا پہنتے ہیں، دوسرے یہ کہ لطائف کی تعلیم نہیں کرتے۔ جو کپڑے میں اس وقت پہن رہا ہوں ان کو بڑھیا کپڑوں میں شمار کیا تھا۔ حالانکہ میرے پاس جو مکلف کپڑے آجاتے ہیں۔ میں ان کو پہنتا تک نہیں۔ بس میں نے ان سے کہا کہ آپ تشریف لے جائیے جہاں لنگوٹے بند ہوں وہاں جائیے اور ایسے شخص کے پاس جائیے جہاں آپ سے پوچھ کر تعلیم کی جائے اگر میں لیپ پوت کرتا اور مختلف تدابیر سے ان کو اپنی طرف متوجہ کر کے مرید کرتا جیسا آج کل شائع ہے تو کیا نتیجہ ہوتا۔ حضرت اکثر پیری مریدی آج کل دوکانداری ہو رہی ہے اسی لئے مصلحت یہ ہے کہ پیری مریدی چھوڑ دے ہاں تعلیم کر دے یہی وجہ ہے کہ پیری مریدی کا سلسلہ مدت سے جاری ہے مگر خیالات نہیں بدلے۔ وجہ کیا ہے رسم پرستی ہے اور کچھ بھی نہیں۔ میں نے حضرت حاجی صاحب سے دو چار جملے سنے تھے اب اس کی قدر معلوم ہوتی ہے حضرت ایک جملہ فرماتے تھے کہ میرے پاس جتنا تھا' اس سے دریغ نہیں کیا اگر کسی کو اس سے زیادہ کا شوق

ہوتو دوسری جگہ سے لے لے۔ میں اپنا بندہ بنانا نہیں چاہتا دوسری جگہ بیعت کی اجازت ہے۔ خدمت کرنے کو تیار ہیں مگر کسی کو لپٹتے نہیں اپنے مریدین کو یہ اجازت تھی اور اگر کوئی دوسرے کا مرید ہوتا تو حاجی صاحب اس کو مرید نہ کرتے یہ ہے علامت سچے ہونے کی۔ یہی وجہ ہے کہ شیوخ تک مرید ہوتے تھے اور ایک بچہ تک وہاں سے دوسری جگہ نہیں جاتا تھا۔ یہ آزادی اپنے مریدوں کو دے رکھی تھی خریدار کو تو وہ پھنسائے گا جس کا سودا اچھا نہ ہو چونکہ حضرت کے سودا کھرا تھا اس لئے کوئی پھر کر نہ جاتا تھا اگر باوجود اس کے کہ سودا کھرا ہو پھر کر جائے تو اس خریدار کو کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں ایسے کا نکل جانا ہی بہتر ہے۔ فہیم کا رہنا اچھا اور بدفہم کا نکل جانا اچھا۔ سمجھ دار کہیں جا ہی نہیں سکتا۔ باوجویکہ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہاں کیا رکھا ہے نہ کشف ہے نہ کرامت ہے۔ صادق کو تو کوڑمغز داخل کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ جو فہم اور بصیرت سے آئے گا اگر اس کو دوسری جگہ کے لئے ترغیب بھی دے دی اگر چلا بھی جائے مگر چونکہ فہیم ہے اس لئے پھر صادق ہی کے پاس آئے گا۔ بعض جگہ اس کی کوشش ہے کہ امراء کو کھینچا جائے حالانکہ خاک نشینوں کا مرید ہونا یہ علامت ہے شیخ کے کامل ہونے کی اور دنیادار امراء کا متوجہ ہونا علامت ہے خود شیخ کے دنیادار ہونے کی کیونکہ "**الجنس یمیل الی الجنس**" اور اگر اہل حق کے یہاں امراء بھی آتے ہیں تو مٹ کر آتے ہیں۔ لہذا وہ بھی غرباء ہی رہے بڑا ہو کر چھوٹا ہو جائے یہ ہے کمال۔ یہ باتیں ہیں سمجھنے کی۔

عبادت بدنی کا ایصال ثواب بہتر ہے

ایک صاحب نے سوال کیا کہ کسی کو عبادت بدنی کا ثواب پہنچانا اچھا ہے یا عبادت مالی کا فرمایا عبادت مالی کا ثواب پہنچنا اہل حق کے نزدیک متفق علیہ ہے اس لئے افضل ہے۔ دوسرے اس میں نفع متعدی ہے تیسرے عبادت مالی میں نفس پر گرانی زیادہ ہوتی ہے اور عبادت بدنی کا ثواب دوسرے کو پہنچنے کے بارے میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔

کون سی امید معتبر ہے

فرمایا: رجاء وہ معتبر ہے جس میں اسباب بھی جمع ہوں اور جس میں وہ اسباب جمع نہ ہوں۔ وہ غرور ہے مثلاً جو شخص کھیتی کرنا چاہے اور اس کے تمام اسباب کو جمع کر کے پھر امیدوار ہو کہ حق تعالیٰ مجھ کو دیں تو یہ رجاء معتبر ہے اور ایک وہ شخص ہے جس نے اسباب جمع نہیں کئے اور

امیدوار ہے کہ اللہ میاں مجھ کو غلہ دیں گے تو یہ غرور ہے۔ بعض اہل لطائف نے بیان کیا ہے کہ رجاء مستلزم ہے عمل کو اگر عمل نہ ہو گا رجاء کا تحقق ہی نہ ہو گا۔

شکر اور کبر

فرمایا: اگر کسی نعمت پر بندہ میں خوف کی کیفیت ہے کہ کہیں مالک اس نعمت کو سلب نہ کرے تو یہ شکر ہے کہ یوں سمجھتا ہے کہ یہ اللہ میاں کا عطیہ ہے اور ایک یہ کہ اس پر ناز ہو یہ جہل ہے اور کبر ہے۔

اہل حق لرزاں و ترساں رہتے ہیں

ایک شخص حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں آیا کہ فلاں شخص فلاں کام شرک کا کر رہا ہے اور اس نے یہ بنظر تحقیر کہا تھا۔ حضرت نے فرمایا میاں بیٹھ بھی جس وقت اپنی حقیقت کھلے گی تو سب بھول جاؤ گے اور اپنے کو کافر سے بھی بدتر سمجھو گے۔ دوسرے کے عیوب کی طرف نظر ہی نہ ہو گی۔ بات یہ ہے کہ حال کی چیز قال سے سمجھ میں نہیں آتی جب حال کے درجے میں آئے تو سمجھ میں آئے اہل حق کو اہل باطل پر ترفع بے شک ہے مگر ان کو ترساں اور لرزاں رہنا چاہئے۔ اور ان کو حقیر اور اپنے کو بڑا نہ سمجھنا چاہئے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شہزادہ نے جرم کیا اور وہ سزائے بید کا مستحق ہوا بادشاہ نے بھنگی کو حکم دیا کہ اس کے بید لگائے۔ دیکھئے کہ وہ بھنگی باوجود بید لگانے کے اپنے کو حقیر اور شہزادہ کو بڑا سمجھتا ہے اور اس کی اہانت نہیں کرتا۔ بھنگی کو اپنی بڑائی کا گمان بھی نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ میں بھنگی ہوں اور ڈرتا ہے کہ اگر سیاست کے ساتھ شہزادہ کی اہانت کروں گا تو بادشاہ معلوم نہیں کیا کچھ کر ڈالے اسی طرح اہل حق کو چاہئے کہ لرزاں اور ترساں رہے اہل باطل کو حقیر اور اپنے کو بڑا نہ سمجھیں۔

حضرت علیؓ کی دانائی

فرمایا: ایک ملحد نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ انسان میں اختیار اور جبر کیسے جمع ہو سکتے ہیں۔ آپ نے ڈیڑھ بات میں اس کو سمجھا دیا۔ وہ کھڑا تھا اس سے کہا کہ اپنا ایک پاؤں اٹھاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ دوسرا بھی اٹھاؤ۔ وہ نہیں اٹھا سکا۔ آپ نے فرمایا کہ بس اتنا مجبور ہے اور اتنا مختار۔ اختیار بھی ہے اور جبر بھی ہے آپ نے کیسا مثال سے آسان کر دیا۔ ایک اور ملحد نے آپ سے سوال کیا تھا معاد کے بارے میں جس کا وہ منکر تھا۔ آپ نے فرمایا کم از کم حشر اجساد محتمل تو ہے

تو احوط یہی ہے کہ اس کے وقوع کا اعتقاد رکھیں کیونکہ اگر حشر نہ ہوا اور ہم اس کے قائل رہے تب تو کوئی پوچھنے والا نہیں کہ اس کے کیوں قائل ہوئے تھے اور اگر حشر ہوا تو پھر باز پرس ہوگی۔

عید کا مصافحہ

ایک صاحب نے سوال کیا کہ عید کے دن "عید مبارک جو ملنے کے وقت کہتے ہیں اور مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

فرمایا: عید مبارک کہنا درست ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے باقی مصافحہ سو اول ملاقات کے وقت تو باتفاق علماء اور وداع کے وقت باختلاف علماء مشروع ہے اور عید کا مصافحہ ان دونوں سے الگ ہے اس لئے بدعت ہے اور معانقہ اور بھی قبیح لوگوں کی یہ حالت ہے کہ نماز عید سے بیشتر تو باتیں کر رہے تھے نماز ختم ہوئی اور مصافحہ کرنے لگے۔

حضور اقدس ﷺ کی شان

فرمایا: مثنوی میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے حضورؐ کی مدح کی۔ حضورؐ نے فرمایا ٹھیک کہتے ہیں۔ ابو جہل نے گستاخی شروع کی فرمایا کہ ٹھیک کہتا ہے اور فرمایا میں آئینہ ہوں صدیق کو اپنی صورت اس میں نظر آئی اور ابو جہل کو اپنی میں دونوں کے ادراک سے عالی ہوں۔

لعنتِ یزید کا مسئلہ

فرمایا: مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ یزید پر لعنت کرنا کیسا؟ میں نے کہا کہ ہاں اس شخص کو جائز ہے جس کو یہ یقین ہو جائے کہ میں اس سے بہتر ہو کر مروں گا۔ اس نے کہا کہ یہ مرنے سے پہلے کیسے ہو سکتا ہے میں نے کہا کہ بس مرنے کے بعد جائز ہوگا۔

امور طبعیہ اور اختیاریہ

فرمایا: امور طبعیہ مضر نہیں ہوتے۔ مضرت کا مدار اختیار پر ہے اس سے بہت سے عقدے حل ہوتے ہیں اور بہت سہولتیں ہو جاتی ہیں اور اس کے نہ جاننے سے بہت سے مغالطے لگتے ہیں۔ یہ اصول بالکل صحیح ہے اور سیدھا سا ہے۔ مگر حقیقت اس کی پاس رہنے سے معلوم ہوتی ہے نہ کہ سننے سے اس کی حقیقت کا انکشاف اس طرح ہوتا ہے کہ چند روز آدمی کسی کے پاس رہے اور ایک الجھن پیش آئے اور اس کو بتایا جائے کہ یہ مضر نہیں کیونکہ امر طبعی ہے اور ایک دوسری الجھن

پیش آئے اور اس میں بتایا جائے کہ یہ مضر ہے کیونکہ اختیاری ہے۔ بار بار وقت پر اس طرح بتانے سے یہ مضمون ذہن میں آتا ہے ایک دفعہ بتانے سے بھی نہیں آتا۔ اس کی قدر بھی کسی الجھن میں پڑنے کے وقت معلوم ہوسکتی ہے کہ کس قدر کام دینے والا ہے اور اس کا حال ایسا ہے جیسے بعض دوائیں مشترک النفع ہوتی ہیں گو ایک مرض میں دی اور نفع ہوا تو مریض نے سمجھا کہ یہ دوا اس مرض کے لئے مفید ہے۔ پھر دوسرے مرض میں دی اور تیسرے میں دی اور سب میں اکسیر کا کام کیا تب معلوم ہوا کہ یہ دوا چٹکلہ ہے کہ اتنے مرضوں میں کارآمد ہے۔

دو بڑی نعمتیں

فرمایا: دو نعمتیں بہت بڑی ہیں فہم اور محبت۔

عدم علم

حضرت کے پاس ایک بچہ لایا گیا کہ اس پر دم کر دیجئے وہ رونے چیخنے لگا تو فرمایا عدم علم بھی عجب چیز ہے جس سے مفید چیز بھی مضر معلوم ہونے لگتی ہے۔ دیکھئے اس کو لایا گیا اس کے نفع کے لئے اور یہ اس سے گھبراتا ہے یہی مثال ہے حق تعالیٰ کے برتاؤ کی ہمارے ساتھ کہ حقیقت میں رحمت ہوتی ہے اور ہم اس سے گھبراتے ہیں اور چیختے چلاتے ہیں۔ اس سے ہم کو سبق لینا چاہئے۔

بے تکلفی

فرمایا: امام مالک صاحب نے امام شافعی صاحب کی دعوت کی۔ جب امام شافعی صاحب آکر بیٹھے تو غلام نے اول ان کے ہاتھ دھلوانا چاہا تو امام صاحب نے روکا اور اپنے ہاتھ پہلے دھلوائے پھر اس نے مہمان کے سامنے اول کھانا رکھنا چاہا تو اس سے بھی اس کو روکا اور اپنے سامنے رکھوایا۔ اس میں حکمت ہے کہ مہمان کو معلوم ہو جائے کہ یہاں تکلف نہیں اور نہ کوئی بناوٹ ہے تو وہ بے تکلف ہو کر کھانا کھائے۔ دیکھئے اتنی ذرا سی باتوں کا اہتمام کرتے تھے اور آج کل تو دوسرے کی ایذا تک کا خیال نہیں کرتے۔

طاعت کر کے بھی ڈرو

فرمایا: باوجود اعمال صالحہ کے بھی ڈرنا چاہئے۔ طاعت کر کے ڈرنا ان لوگوں کا طریقہ ہے جو خدا سے محبت رکھتے ہیں۔

صاحبِ کیفیت کا معاملہ

فرمایا: ایک صاحب کیفیت نے قبلہ کی طرف تھوک دیا۔ اس سے بے ادبی کی وجہ سے سب کیفیت سلب ہوگئی۔ واقعی بے ادبی بہت بری چیز ہے۔

تقویٰ کا اعلیٰ معیار

فرمایا: ایک شخص نے خالی جھولی کی صورت سے گھوڑے کو اپنی طرف بلایا۔ ایک باخدا بزرگ نے دیکھ کر فرمایا۔ یہ کذب اور فریب ہے۔

سنت کا اہتمام

فرمایا: ایک دفعہ حضرت شیخ الہند نے فرمایا۔ ایک شخص ایک مشہور اور معروف بزرگ کی تلاش میں نکلا۔ راستہ میں اس کی نماز کی جگہ کو دیکھا۔ کف دست کا نشان سجدہ میں خلاف سنت لگا ہوا تھا۔ یہ سمجھ کر کہ وہ مخالف سنت ہے وہیں سے واپس ہوگیا اور ارادہ زیارت فسخ کیا کہ جو شخص سنت نبوی کا تارک ہو وہ بزرگ اور ولی نہیں ہوسکتا۔

تقوی کا اثر

فرمایا: متقی شخص کا ذرا سا ارشاد موثر ہوتا ہے کیونکہ اس کے اخلاص وللہیت کا اثر سامعین تک پہنچتا ہے چنانچہ مولانا شاہ اسماعیل شہید کے ذرا سے ارشاد سے اثر ہوتا ہے۔

حاجی صاحبؒ کا عشق خدا

فرمایا: حاجی صاحب میں عشق خدا اور عبدیت اس قدر تھی کہ ایک مرتبہ شریف مکہ کے لنگر سے کچھ نقدی خدا کے واسطے تقسیم ہورہی تھی۔ آپ نے خود مانگ کر تین پیسے لئے خدا واسطے کہنا ایک محاورہ ہے کہ یہ چیز کسی غرض خاص سے نہیں دی جاتی۔

طریقت کی رشوت

فرمایا: تجربہ سے معلوم ہوا کہ زیادہ تر نیت خدمت میں یہ ہوتی ہے کہ میں مقرب ہوجاؤں میں اس کو رشوت طریقت کی سمجھتا ہوں۔ اس کو جائز نہیں سمجھتا۔

مصروف آدمی کیلئے نصیحت

فرمایا: کثیر المشاغل شخص کو ضرورت ہے کہ اس کے پاس یادداشت کے لئے کوئی کتاب ہونی چاہئے، میں تو راتوں کو لالٹین روشن کر کے رکھتا ہوں میری جیب میں کتاب اور پنسل پڑی رہتی ہے۔ جہاں کوئی بات یاد آئی اور لکھ لیا پھر لیٹ گیا پھر یاد آئی پھر اٹھ کر لکھ لیا۔ اس سے کام میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ بعض روز اٹھا بیٹھی میں نیند بھی نہیں آتی۔ اس میں رہتا ہوں ایک بار فرمایا۔ میں دل کے بوجھ کو کاغذ پر اتار دیتا ہوں اور لیٹ جاتا ہوں۔

حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہی کا ارشاد ہے کہ جس کو تمام عمر کام کر کے ساری عمر میں یہ بات حاصل ہو جائے کہ مجھے کچھ حاصل نہیں ہوا اس کو سب کچھ حاصل ہو گیا۔ مبارک ہے وہ شخص جو عمر بھر اسی ادھیڑ بن میں لگا رہے کہ میری حالت اچھی ہے یا بری؟

طلب ہی مطلوب ہے

صاحبو! طلب ہی مطلوب ہے بس عمر بھر طلب ہی میں رہو۔ وصول مطلوب نہیں کیونکہ وہ تمہارے اختیار میں نہیں جس نے اپنے کو فارغ اور کامل سمجھ لیا اور وہ اپنی حالت پر مطمئن اور بے فکر ہو گیا وہ برباد ہو گیا مگر اس کے ساتھ یہ بھی سمجھے کہ اس وقت جو کچھ میری عادت ہے جیسی کچھ بھی ہے یہ سب خدا کا فضل ہے تاکہ تواضع اور شکر دونوں جمع ہو جائیں۔

نماز مقبول ہونے کی علامت

فرمایا: حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ اگر ایک حاضری میں بادشاہ ناراض ہو جائے تو کیا دوسری حاضری میں وہ دربار میں گھسنے دیگا؟ ہرگز نہیں۔ بس جب تم ایک مرتبہ نماز کے لئے مسجد میں آ گئے اس کے بعد پھر توفیق ہوئی تو سمجھ لو کہ پہلی نماز قبول ہو گئی اور تم مقبول ہو۔

طاعت کی جزاء

فرمایا: طاعات (نیکیاں) کی جزا نقد بھی ہے اور ادھار بھی اللہ تعالیٰ نے ساری طاعات کی جزا ادھار نہیں رکھی۔ آخرت میں تو ان کی جزاء ملے گی ہی۔ دنیا میں بھی جزا ملتی ہے وہ یہی راحت واطمینان اور عزت وعظمت ہے۔

اعمال کا مغز

فرمایا: تمام اعمال کا مغز یہ ہے کہ نفس کو جانوروں کی طرح آزاد نہ چھوڑا جائے بلکہ اس کو پابند کیا جائے۔ اسی کو صبر کہتے ہیں اور اس کی تاکید وتواصوبالصبر میں ہے۔

تکرارِ عمل

فرمایا: تکرار عمل سے ہر عمل صعب (مشکل) سہل ہو جاتا ہے۔

دین ودنیا

فرمایا: دین میں محنت کم ہے اور ثمرہ زیادہ ہے۔ برخلاف اس کے کہ دنیا میں محنت زیادہ ہے اور ثمرہ کم۔

نفس کا علاج

فرمایا: حزن اور غم علاج ہے نفس کا۔ اگر انسان پر غم نہ ہو تو فرعون ہو جائے بڑی نعمت ہے خدا تعالیٰ کی حزن وغم۔ تربیت میں بڑا دخل ہے حزن وغم کو۔

اللہ کا ایک خاص انعام

فرمایا: اللہ تعالیٰ کا یہ مجھ پر انعام ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ وہ نعمت یہ ہے کہ میرے سب احباب مجھ سے افضل ہیں ورنہ مستفیدین کم درجہ میں ہوتے ہیں مستفاد منہ سے' میرے یہاں مستفیدین بڑھے ہوئے ہیں افضل ہو کر پھر اتباع کرتے ہیں یہ بڑی بات ہے۔ جیسا حضرت مرزا جان جاناں فرمایا کرتے تھے اگر مجھ سے قیامت میں سوال ہوا تو میں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب کو پیش کردونگا میں کہتا ہوں کہ میں اپنے مستفیدین کو پیش کردونگا۔

ایک عجیب خیال

فرمایا: ایک صاحب نے لکھا تھا کہ جب نماز پڑھتا ہوں آپ کی صورت سامنے آجاتی ہے یہاں تک کہ آپ کی آواز تک سنائی دیتی ہے۔ آج کل کے مشائخ اس کو بڑا کمال سمجھتے ہیں حالانکہ کمال نہیں اور خط کا جواب یہ لکھا تھا قابل التفات نہیں ہے کام میں لگے رہیے ہرگز التفات نہ کیجئے۔ رہزن ہے یہ خیال۔

عجیب سبب

فرمایا: اکثر مسببات کی یہی حالت ہے کہ خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں کبھی ایسی صورت سے سبب پیدا ہو جاتا ہے کہ گمان بھی نہیں ہوتا۔ ایک شخص بیان کرتے تھے کہ غدر کے زمانے میں ایک شخص کی کنپٹی پر ایسی حالت میں گولی لگی کہ اس کا زور گھٹ چکا تھا اس لئے پار نہ ہو سکی۔ دماغ میں بیٹھ گئی۔ نور کی آمد بند ہو گئی وہ شخص اندھا ہو گیا۔ ایک مصیبت یہ کہ گولی بیٹھ گئی دوسرے اندھا ہو گیا۔ عقلاء حیران تھے کہ کونسا اوزار ہے جس سے گولی نکالیں کسی کی سمجھ میں نہیں آیا سخت تکلیف تھی اس شخص کو کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ تھوڑی دیر میں ایک گولی اور آئی اور اسی جگہ لگی مگر زور میں آئی اور پہلی گولی کو لے کر دوسری طرف نکل گئی۔ اب صرف زخم ہی زخم رہ گیا اس کا علاج ہو گیا۔ کوئی یہ تدبیر نہ سوچ سکتا تھا کہ لاؤ اس کو ایک گولی اور ماریں۔ حق تعالیٰ کی شان ہے اس قسم کے ہزاروں واقعات ہیں بلکہ زیادہ واقعات دنیا میں عجیب ہی ہیں۔

عجیب ہدیہ

فرمایا: ایک شخص نے ہدیہ میں چار آنہ کے ٹکٹ بھیجے۔ یہ ہدیہ اچھا معلوم ہوتا ہے نہ بار دینے میں نہ لینے میں۔ یہ خلوص کی بات ہے متکبر ہوں تو یوں کہے کہ چار آنہ کیا بھیجیں۔

حضرت کی عجیب شفقت

ایک وکیل صاحب حضرت والا کی خدمت میں آئے ہوئے تھے جن کے پاؤں میں فالج کے اثر سے لنگ ہو گیا تھا۔ حضرت ایک جگہ تشریف لے جانے لگے۔ کمرہ مقفل کیا گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ مونڈھے کرسی باہر رکھدو شاید وکیل صاحب آئیں اور ان کو تکلیف ہو اور بعد واپسی فرمایا مجھے تو چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رہتا ہے پھر بھی لوگ کہتے ہیں بڑا سخت ہے۔

ہدیہ لینے کا اصول

ایک صاحب نے ایک روپیہ ہدیہ پیش کیا جو بیعت تھے اور مبلغ پندرہ روپیہ کے نوکر تھے۔ اس پر فرمایا آپ کی حیثیت سے بہت زیادہ ہے۔ مجھے تو چار آنہ دیدیئے جاتے کافی تھے۔ پھر ان کے اصرار پر لے لیا اور فرمایا میں تو اس انداز کو پسند کرتا ہوں کہ ایک روز کی آمدنی سے زیادہ نہ دے چاہے برس ہی روز میں دے۔ مختصر ہدیہ سے راحت ہوتی ہے قلب پر۔

عجیب جواب

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ایک زمانہ میں مطبع مجتبائی میں دس روپے کے مشاہرہ پر کام کرتے تھے جب حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ حضرت اگر آپ مجھے مشورہ دیں تو ملازمت چھوڑ دوں حضرت حاجی صاحب نے فرمایا مولانا ابھی تو آپ مشورہ ہی لے رہے ہیں مشورہ دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خام کو ترک اسباب نہ چاہئے یہ جواب وہی دے سکتا ہے جس کے سامنے حقائق پورے طور سے حاضر ہوں۔ اہل درس اپنے ذہن کو ٹٹول کر دیکھ لیں ان سے ہرگز یہ جواب نہ بن سکے گا۔ اور قیامت تک وہ ایسے مقدمات مرتب نہ کر سکیں گے۔

حرام نوکری

فرمایا: بعض مشائخ حرام نوکری کے ترک کا اس لئے مشورہ نہیں دیتے کہ بعض اوقات گناہ کفر کا وقایہ ہو جاتا ہے مگر گناہ کو برا سمجھے۔ گناہ کو چھوڑ کر کفر میں مبتلا نہ ہو جاوے۔

عجیب مکالمہ

فرمایا: سفر حج میں ایک مالدار اور ایک غریب کا عجیب مکالمہ ہوا غریب کو ناداری سے کچھ تکلیف پہنچی اسے دیکھ کر امیر نے کہا ناخواندہ مہمان کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے اور جب تم کو بلایا نہیں گیا تو آئے کیوں۔ ہمیں دیکھو اللہ میاں نے بلایا ہے تو کس طرح کام آرام پہنچایا ہے غریب نے کہا کہ تم سمجھے نہیں ہم تو گھر کے آدمی ہیں تقریبات میں گھر والوں کی رعایت نہیں ہوا کرتی جیسی براتی مہمان کی ہوتی ہے مگر وہ اجنبی ہوتا ہے اس لئے اس کی خاطر کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو جو کہ سب سے زیادہ مقرب ہیں ظاہری ساز و سامان کم ملتا ہے اس لئے پوچھ کم ہے تمہاری زیادہ ہے۔

مجنون سے ہدیہ لینا

فرمایا: جس شخص کا دماغ درست نہ ہو اس سے ہدیہ لینا درست نہیں۔ کیونکہ مجنوں کے تصرفات درست نہیں۔

تحنیک:

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہی سے کسی نے دریافت کیا کہ تحنیک کا (یعنی بچہ کے منہ

میں کوئی چیز چبا کر ڈالنا جب بچہ پیدا ہو) کیا حکم ہے۔ فرمایا کوئی دیندار عالم متبع سنت ہو تو مسنون ہے ورنہ بدعتی کا تھوک چٹانے میں کیا فائدہ؟

جن مواقع میں سلام ممنوع ہے

فرمایا: فقہا نے تین موقعوں پر سلام منع کہا ہے۔ جب کوئی طاعت میں مشغول ہو اس کو سلام نہ کرنا چاہئے اسی طرح جب کوئی معصیت میں مشغول ہو تیسرا موقع یہ کہ حاجت بشریہ میں مشغول ہو۔

داڑھی منڈوں کو سلام

فرمایا: داڑھی منڈوں کو سلام کرنے کے متعلق ایک تو طریق ہے دوسرا علاج ہے۔ طریق تو یہ ہے کہ ان کو سلام نہ کرے اور علاج یہ ہے کہ اگر اپنے آپ کو ان سے اچھا خیال کرے تو سلام کرنا واجب ہے (بغرض علاج)

کام اور علاج

حضرت کے زانو میں درد تھا) فرمایا معالجہ کا وقت نہیں ملتا۔ کام کو طبعاً معالجہ سے مقدم کرتا ہوں۔

تصور شیخ

کسی نے خط میں لکھا کہ اگر آپ کی صورت کا تصور کرلوں تو نماز میں جی لگتا ہے فرمایا جائز ہے دو شرط سے ایک یہ کہ اعتقاد میں مجھے حاضر ناظر نہ سمجھے۔ دوسری شرط یہ کہ اس کی کسی کو اطلاع نہ دے یہ تصور فطرت کے علاج کے درجہ میں ہیں کیونکہ یہ بھی توجہ الی اللہ ہونے کا ایک ذریعہ ہے اس سے توجہ اور یکسوئی الی اللہ ہوگی۔ پس مقصود کا مقدمہ ہے خود مقصود نہیں۔

عہدہ اور محبوبیت

عرض کیا گیا کہ کیا قطب تکوین کے لئے ضروری ہے کہ اس کو اپنے قطب ہونے کا علم ہو کیونکہ وہ ایک عہدہ ہے فرمایا حسن میمندی جو سلطان محمود کا وزیر تھا اس کو تو اپنے وزیر ہونے کا علم تھا مگر ایاز کو اپنے محبوب ہونے کا علم ضروری نہیں کیونکہ محبوبیت کوئی عہدہ نہیں ایک قسم ہے قرب کی پس قطب الارشاد کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اپنے قطب ہونے کی جان بھی ملے۔

جاہلوں کا علاج

فرمایا: حاجی محمد اعلیٰ انبھٹوی مکہ شریف سے واپس آئے تو کہا کہ حضرت حاجی صاحب نے مجھ کو سماع کی اجازت دیدی ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی دیو بند تشریف لائے ہوئے تھے اور بہت بڑا مجمع تھا۔ مولانا سے اس کا ذکر کیا گیا فرمایا محمد اعلیٰ غلط کہتا ہے اور اگر یہ صحیح کہتا ہے تو حاجی صاحب غلط کہتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب مفتی نہیں ہیں یہ مسائل حضرت حاجی صاحب کو ہم سے پوچھنے چاہئیں۔ واقعی اس کلام سے کہ جو حضرت مولانا نے اس زور سے فرمایا مقصود جاہلوں کو گمراہی سے بچانا تھا۔

آیت کا لطیف مفہوم

فرمایا: حضرت حاجی صاحب "یبدل اللہ سیئا تھم حسنات" کے یہ معنی فرماتے تھے کہ یہ ہماری موجودہ نیکیاں ہیں جو دربار خداوندی کے اعتبار سے معاصی اور سیئات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرما کر حسنات میں داخل فرمائیں گے۔

شعر کی تشریح

فرمایا: مثنوی میں ہے۔

ہرچہ گیرد علتی علت شود کفر گیرد کاملے ملت شود

اس کی توجیہ میں حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ پہلے مصرعہ کا مصداق منافق ہے کہ کلمہ توحید پڑھنا اس کے لئے سب سے نیچے کے درجہ نار یعنی "الدرک الاسفل من النار" تک پہنچنے کا سبب ہو گیا اور دوسرے کی مثال حضرت عمار ابن یاسر جنہوں نے کفار کے مجبور کرنے سے اپنی زبان پر کلمہ کفر جاری کر لیا۔ اس کے بعد آیت اکراہ نازل ہونے سے ان کا فعل قانون شریعت بن گیا کیونکہ اس واقعہ کے بعد آیت کا نزول ہو گیا کہ جب کوئی شخص خوف کے وقت بحالت مجبوری اپنی زبان پر کلمہ کفر جاری کر لے تو جائز ہے۔

دعاء

فرمایا: اب تو بس مسلمانوں کو چاہئے کہ سب لگ لپٹ کر اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہو گیا ہے کہ اللہ میاں دعاء قبول نہیں کرتے اور یہ محض خلاف

واقعہ ہے مسلمانوں کی دعاء تو در کنار اللہ تعالیٰ نے تو شیطان کی دعاء کو بھی رد نہیں فرمایا۔ منظور فرمائی اور ایسی حالت میں جبکہ وہ مردود کیا جا رہا تھا۔ ”قال انظرنی الی یوم یبعثون قال انک من المنظرین“ اور پھر دعاء بھی اتنی بڑی کی کہ کسی نبی نے بھی آج تک نہیں کی۔

حُب جاہ کا مرض

فرمایا: پہلے اکابر علماء جس میں حب جاہ کا مرض دیکھتے تھے اس کو اپنے حلقہ درس سے نکال دیتے تھے اب اس کا کوئی اہتمام ہی نہیں۔

عارف وغیر عارف کا فرق

فرمایا: حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ عارف کی دو رکعت غیر عارف کی دو لاکھ رکعت سے افضل ہیں کہ عارف میں بصیرت اور اخلاص زیادہ ہوتا ہے اور ان کو عمل کی فضیلت میں خاص دخل ہے۔ چنانچہ بصیرت کے دو نمونے نقل کرتا ہوں کہ مثنوی شریف کے درس کے بعد حضرت خفیہ دعاء فرمایا کرتے تھے ہم نے دل میں کہا کہ معلوم نہیں کیا دعاء کرتے ہونگے۔ ایک دن فرمایا دعاء کرو کہ اس کتاب میں جو باتیں لکھی ہیں۔ اے اللہ ہم کو نصیب فرما۔ سبحان اللہ کیسی جامع دعاء فرمائی ایک دن یہ دعاء فرمائی اے اللہ تعالیٰ ایک ذرہ محبت ہم کو بھی نصیب فرما پھر بشارت فرمائی کہ الحمدللہ سب کے لئے دعا قبول ہوئی۔

بدعت اذان

فرمایا: طاعون کے دفع کرنے کے لئے اذانیں کہنا بدعت ہے اسی طرح قبر پر دفن کے بعد بھی اسی طرح بارش اور استسقاء کے لئے بھی بدعت ہے۔

احکام دان اور عربی دان

فرمایا: مولوی احکام دان کو کہتے ہیں۔ عربی دان کو نہیں کہتے ہیں۔ عربی دان ابوجہل بھی تھا مگر لقب تھا ابوجہل نہ کہ عالم۔

طاعون میں موت

فرمایا: طاعون سے جو موت ہوتی ہے۔ اس میں عین مرنے کے وقت آثار بشاشت اور انبساط کے نمایاں ہوتے ہیں اور کتاب شوق وطن میں تو مسلمان کے لئے جہنم کو بھی رحمت کیا

ہے کیونکہ وہ مسلمان کے لئے میل کچیل دور کرنے کا گویا حمام ہے جیسا کہ آیت ولایز کیھم سے معلوم ہوتا ہے۔

قبر پر قرآن پڑھنا

فرمایا: قبر پر قرآن شریف پڑھنے سے مردہ کوانس ہوتا ہے۔

زیارتِ قبور کا قصد

فرمایا: قبور کی زیارت سے یہ قصد ہونا چاہئے کہ موت یاد آتی ہے اور یہ کہ میری دعاء سے اہل قبور کو فائدہ پہنچے گا۔

خلوت وجلوت

فرمایا: مولانا رومی نے ایک عجیب بات لکھی ہے کہ جو لوگ خلوت کو جلوت پر علی الاطلاق ترجیح دیتے ہیں ان کا یہ ترجیح دینا بھی تو جلوت ہی کے بدولت ہوا ہے ورنہ خلوت سے یہ علوم کیسے حاصل ہوئے پھر خلوت کو علی الاطلاق کس طرح جلوت پر ترجیح ہو سکتی ہے۔

وساوس

فرمایا: سلوک میں وساوس کا آنا بھی بڑی رحمت ہے کیونکہ اپنے علم سے یا شیخ کی تعلیم سے اس کا غیر مضر ہونا تحقیق ہو جاتا ہے پھر ہمیشہ کے لئے مطمئن ہو جاتا ہے کیونکہ جب کبھی وسوسہ آوے گا وہی تعلیم رہنما بن جائے گی ورنہ اگر موت کے وقت آ گھیرا اس پریشانی میں ان کا جواب اور ان سے نجات مشکل ہو جاتی ہے۔

سفر عشق

فرمایا: مدینہ کے سفر کا خرچ حساب میں نہ لاوے کیونکہ وہ عاشقانہ سفر ہے۔ پیدل ہو سکے تو پیدل ہی جاؤ مگر ہر شخص کے لئے نہیں بلکہ عاشق کے لئے بعض عشاق گنبد خضراء پر نظر کرتے ہی گر کر مر گئے ہیں۔

تکبر

فرمایا: اگر دل میں تکبر نہ ہو تو جی کو یہی لگتا ہے کہ مسلمان جنت ہی میں جائے گا اور

معاصی بہ نسبت کبر کے اقرب الی العفو ہیں۔

عالمگیر کی نکتہ گیری

فرمایا: عالمگیر خود اپنے ہاتھ سے قرآن شریف لکھا کرتے تھے ایک دفعہ ایک شخص نے دیکھ کر کہا یہ حرف غلط لکھا گیا اس کو بنا دیا مگر چونکہ وہ شخص خود غلطی پر تھا اس لئے اس کے جانے کے بعد ورق کو نکال دیا اور دوبارہ صحیح لکھا کسی نے کہا اس وقت غلط کیوں لکھ دیا تھا عذر فرما دیا جاتا۔ فرمایا اس سے اس کا حوصلہ پست ہو جاتا پھر آئندہ وہ کبھی مشورہ نہ دیتا۔ میں اپنے مصلحین کی تعداد کم نہیں کرنا چاہتا۔

عالمگیرؒ صاحب نسبت تھے

فرمایا: رقعات عالمگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر صاحب باطن اور صاحب نسبت تھے۔ واقعی امر ہے کہ کورے آدمی کے ذہن میں ایسے مضمون نہیں آسکتے۔ آخیر وقت عالمگیر نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا کفن دستکاری کے روپوں سے مہیا کرنا گو قرآن کی لکھائی کی اجرت بھی کچھ ہے اور علماء نے اس کے جواز کا فتویٰ بھی دیا ہے مگر بظاہر الفاظ اشتراء بآیات اللہ ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے کفن میں جا کر ملوں جس میں شبہ ہے۔

شر و آفت

فرمایا: آج کل طبیعتوں میں شرافت نہیں رہی صرف شر و آفت باقی رہ گئی۔

عالمگیر کا ادب اور خادم کی سمجھ

فرمایا: عالمگیر کا ایک خاص خادم تھا جس کا نام محمد قلی تھا۔ عالمگیر نے ایک بار اس کو آواز دی اور کہا قلی۔ وہ فوراً اپنا لوٹا لے کر حاضر ہوا۔ بادشاہ نے وضو کیا۔ اس وقت ایک شخص حاضر تھا حیران ہوا کہ بادشاہ نے وضو کا پانی طلب نہ کیا تھا نہ یہ وقت وضو کرنے کا تھا تو نوکر کہاں سے سمجھ گیا کہ بادشاہ کو وضو کے لئے پانی کی ضرورت ہے۔ آخر اس نے محمد قلی سے دریافت کیا کہ تو کیسے سمجھا کہ اس وقت بادشاہ کو وضو کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا کہ میرا نام محمد قلی ہے اور بادشاہ نے غایت تہذیب کی وجہ سے مجھ کو کبھی آدھے نام سے نہیں پکارا۔ ہمیشہ پورا نام لیا کرتے ہیں۔ آج جب محمد کے لفظ کو انہوں نے ذکر نہیں فرمایا تو میں سمجھ گیا کہ بادشاہ اس وقت بے وضو ہیں اس واسطے محمد کو

ادب کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔ سبحان اللہ عالمگیر کا ادب اور ملازم کا فہم عدیم النظیر ہیں۔

مجلسِ شیخ کا ادب

فرمایا: بزرگوں نے یہاں تک کہا ہے کہ مجلس شیخ میں ذکر بھی نہ کرے نہ لسانی نہ قلبی مگر میں یہ کہتا ہوں کہ جب میں خطوط کے جواب میں مشغول ہوں اس وقت ذکر کرتے رہیں اور جب میں بات کروں تو پھر ذکر چھوڑ کر بات کی طرف توجہ کرنا چاہیۓ۔

ذکاءِ حس

فرمایا: ذکاءِ حس سے مجھ کو مفید شے کا فائدہ فوراً معلوم ہو جاتا ہے اور مضر شے کا ضرر بھی فوراً معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مدنیؒ

فرمایا: مولانا حسین احمد صاحب بہت شریف طبیعت کے ہیں باوجود سیاسی مسائل میں اختلاف رکھنے کے کوئی کلمہ خلاف حدود ان سے نہیں سنا گیا۔

تلاوت کا جامع ادب

فرمایا: آداب تلاوت تو بہت ہیں مگر میں ایک ہی ادب بیان کرتا ہوں جس میں سب آجائیں یوں خیال کر کے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمائش فرمائی ہے کہ تم پڑھو ہم سنتے ہیں۔ سنوار کر پڑھے گا۔

حضور ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو فرمایا تھا تم رات قرآن پڑھتے تھے میں سن رہا تھا۔ عرض کیا اگر معلوم ہوتا اور بنا سنوار کے پڑھتا۔ حضور نے منع نہیں فرمایا۔

بڑا بننے کا طریقہ

فرمایا: بڑے بننے کا طریقہ یہ ہے کہ چھوٹا بنے پھر خود بخود اس اثر سے بڑا بن جائے گا۔
ذلت کی حقیقت صرف عرض حاجت ہے بوجھ اٹھانا' گاڑھا پہننا ذلت نہیں۔

سفید جھوٹ

فرمایا: جھوٹ تو سیاہ ہوتا ہے خدا جانے اس محاورہ کی کیا وجہ ہے کہ یہ سفید جھوٹ ہے

کیونکہ معاصی سب ظلمات ہیں۔

صوفی کی حقیقت

صوفی کی حقیقت عالم باعمل ہے بڑی جامع تفسیر ہے۔

عذاب ابدی اور رحمتِ حق

خواجہ صاحب نے سوال کیا کہ عذاب ابدی اور رحمت حق کو جب موازنہ کر کے خیال کریں تو سمجھ میں نہیں آتا فرمایا یہ استبعاد اپنے انفعال سے پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً انسان جب اپنے دشمن کو سزا دیتا ہے تو اس کی حالت زار کو دیکھ کر رحم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ انفعال سے پاک ہیں اور قہر ارادی ہے۔ اور اختیاری ہے جو ان کے کفر پر تجویز کیا گیا ہے۔ تو یہ لوگ خود اپنے ہاتھوں سے جہنم میں گرتے ہیں اور خلاف رحم تب ہوتا ہے کہ جب پہلے سے پتہ نہ دیا ہوتا۔

وہ علوم جن میں زیادہ غور نا مناسب ہے

باقی ایسے علوم میں زیادہ غور کرنا مناسب نہیں کیونکہ یہ علوم واجب کے ارادہ اور علم سے تعلق رکھتے ہیں اور ارادہ وعلم کا صفات واجب میں سے ہے اور ان کا ادراک بالکل محال ہے۔ اس لئے ایسے علوم کی حقیقت حاصل ہو نہیں سکتی اسی واسطے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے مسائل کی تحقیق مزید سے منع فرمایا ہے۔ اور ان کے سمجھنے کو کوئی قرب حق میں دخل ہے۔ بلکہ ان کے عدم فہم میں قرب حق ہے۔ کہ ہمارے روکنے سے ہمارا بندہ رک گیا اور جن جن مسائل کی تحقیق مزید سے منع فرمایا۔ مثلاً قدر وغیرہ وہ سب ایسے ہی ہیں۔ گو ایسی تعلیمات حاکمانہ ہیں۔ مگر قرآن کا طرز زیادہ حاکمانہ ہی ہے چنانچہ شیطان کے دلائل میں فرمایا ''اخرج'' اخرج فرمانا اور اس کے مقدمات اور دلائل کا جواب نہ دینا اس کی دلیل ہے اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ حکیمانہ جواب سے یہ طریق حاکمانہ زیادہ مفید ہے۔

تصوف کا بگڑنا

فرمایا: تصوف جب بگڑتا ہے تو یا جنون ہو جاتا ہے یا زندقہ بن جاتا ہے کوئی لطیف شے جب بگڑتی ہے تو اتنی ہی زیادہ خراب اور فاسد ہو جاتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا کمال

فرمایا: شاہ عبدالعزیز صاحب سے کسی نے دریافت کیا کہ ہندوستان میں جمعہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے۔ فرمایا جیسے جمعرات کی نماز پڑھنا، کسی اور نے یہ پوچھا کہ فاحشہ عورت کا جنازہ پڑھنا کیسا جائز ہے، فرمایا اس کے آشناؤں کا کیسے جائز سمجھتے ہو۔ حضرت شاہ صاحب کو سائل کے فہم کے مطابق جواب دینے میں اللہ تعالیٰ نے کمال عطا فرمایا تھا۔

حضرت ابو طالب

فرمایا: میں ابو طالب کو بلا لفظ حضرت ذکر نہیں کرتا بوجہ تلبس حضورؐ حضرتؐ کے والدین کے بارے میں گفتگو کرنے کو بہت خطرناک سمجھتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا کہنا

فرمایا: حضرت علیؓ کو مشکل کشا بمعنی اشکال علمی حل کرنے والا جائز، مگر مشکلات تکوینیہ کے اعتبار سے جائز نہیں ہے جیسے اہل بدعت لیکن چونکہ لفظ مبہم ہے اس سے بچنا چاہئے۔

وقت کی اہمیت

حضرت فرمایا کرتے تھے۔ وقت زندگی کا بڑا قیمتی سرمایہ ہے۔ اس کی بہت قدر کرنا چاہئے اسے ضائع نہ کرو۔ مجمعوں میں حویلیوں میں بیٹھ کر لایعنی باتوں میں وقت گزارنا بہت بڑا خسارہ ہے۔ ہمارے حضرت کو وقت کی بہت قدر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت کی فطرت ہی میں وقت کی اہمیت کو مضمر کر دیا تھا۔ حضرت کو ابتداء ہی سے وقت کے ایک ایک لمحہ کو صحیح اور برمحل استعمال کرنے کا اہتمام تھا۔ چنانچہ اسی کی برکت سے کہ حضرت نے رشد و ہدایت اور علوم دین کی تبلیغ اور اشاعت کا ایک بہت گرانقدر اور بہت بڑا ذخیرہ ہمارے لئے اور آئندہ نسلوں کے لئے مہیا فرما دیا ہے۔ ہر وقت حضرت کی نظر گھڑی پر رہتی تھی اور نہایت سہولت اور بے تکلفی سے ہر کام کو وقت پر انجام دیتے تھے ساری عمر اپنے تمام معمولات اور ضروریات زندگی کو مقررہ اوقات میں ایک ہی انداز میں ڈھال لیا تھا۔ فرماتے کسی ضروری کام کو اس امید پر ملتوی کرنا کہ پھر کسی فرصت کے وقت اطمینان سے پورا کریں گے، سخت غلطی ہے اس کو اسی وقت انجام دینا چاہئے۔ کام کو وقت پر پورا نہ کرنے سے اکثر ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے۔ وقت بڑے قدر کی چیز ہے۔ دین

اور دنیا کی دولت یہی ہے۔ حضرت کو فراغت قلب بہت عزیز تھی۔ فرماتے مجھے وقت کی ناقدری سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ نہ میں کسی کو کسی معاملہ میں منتظر رکھتا ہوں نہ انتظار کی تکلیف برداشت کرسکتا ہوں میں ہر کام سے وقت پر فارغ ہو جاتا ہوں۔

فرماتے میں یہ نہیں کہتا کہ میں ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہتا ہوں مگر دل یہ چاہتا ہے کہ قلب فارغ ہو اگر ذکر اللہ کرنا چاہوں تو موانع تو نہ ہوں۔ میں جو بعض لوگوں سے الجھتا ہوں وجہ یہ ہے کہ لوگ بات صاف نہیں کرتے وقت ضائع ہوتا ہے۔ مجھے ایک لمحہ کا ضائع ہونا سخت ناگوار ہے۔ مجھے فراغت قلب بہت عزیز ہے۔ میری طبیعت میں گرمی ہے اور یہ گرمی انجن کا کام دیتی ہے۔ ہر وقت تقاضا ہوتا ہے کہ جلدی کرو جلدی کرو کام کو ختم کرو۔ جب میں کسی کام کو شروع کرتا ہوں اسی وقت سے تقاضا شروع ہوتا ہے کہ کام کو ختم کرو۔ متواتر کام پر لگا رہتا ہوں اور ختم کے قریب تو میرا یہ حال ہوتا ہے کہ ساری رات لکھتا رہتا ہوں ایک منٹ بھی نہیں سوتا' کام ختم کر کے ہی دم لیتا ہوں۔

ہر روز کی ڈاک اسی دن ختم کرتا ہوں اس کی دو وجہ ہیں اپنے قلب کو فارغ کرنا چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ ہر ایک کو اس کا خط وقت پر ملے اسے انتظار کی تکلیف نہ ہو۔

ایک ایک لمحہ کی اہمیت

فرمایا: مجھے ذرا سی بات بھی اگر فضول ہو تو اس سے نہایت انقباض ہوتا ہے یہ عمر راس المال ہے کہ ہر سانس ایک بیش قیمت جواہر اور گویا بھرپور خزانہ ہے جس سے ابدی سعادت حاصل ہوسکتی ہے اور جب عمر پوری ہوگئی تو تجارت ختم ہوگئی پھر غفلت میں گزرے ہوئے وقت پر حسرت ہوگی مگر یہ حسرت کام نہ آئے گی۔ اب دار العمل نہیں اب دار الحساب ہوگا۔ اس لئے فرصت کو غنیمت جانو اور حساب کی تیاری کرلو۔

مُردوں کی تمنا:

جب آدمی مرجاتا ہے تو ایک ایک نیکی کے لئے ترستا ہے۔ اہل قبور پاس سے گزرنے والوں سے تمنا کرتے ہیں کہ کوئی ایک دفعہ سبحان اللہ یا الحمد پڑھ کر ثواب بخش دے۔

؎ اے کہ بر ما مے روی دامن کشاں　　　از سر اخلاص الحمدے بخواں

جب ایک ایک نیکی کے لئے آدمی ٹکریں مارے گا تو اب وقت ہے جتنی چاہو نیکیاں کمالو۔ مرے بعد اگر حسرت کرے گا تو اس سے کیا نفع ہوگا۔ ایک ایک سانس غنیمت اور بے بہا

موتی ہے اس کی قدر پہچانو۔ آج کا کام کل پر کبھی نہ ڈالو آج ہی کرو۔

''گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں''

جو کچھ ہونا تھا ہو چکتا ہے غفلت میں گزرے ہوئے وقت پر حسرت ہوگی مگر یہ حسرت نفع نہ دے گی۔

فضول جھگڑے بے فکروں کا کام ہے

جس کو مقصود حضرت حق ہوں اس کو اور فضول خرافات سے اور فضول جھگڑوں کی کہاں فرصت۔ یہ تو انہیں کا کام ہے جو آخرت سے بے فکر ہیں۔ دوسرے کی فکر تو وہ کرے جو اپنے سے فارغ ہو۔

ہر سوال کا جواب ضروری نہیں

فرمایا: کہ جب کسی سوال کے جواب میں شرح صدر و شفاء قلب نہ ہو صاف جواب دیدے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ ہر سوال کے لئے ضروری نہیں کہ جواب دیا جائے۔ نیز یہ بھی تو جواب ہے کہ ہم کو معلوم نہیں لیکن لوگ جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں خواہ شفاء قلب ہو یا نہ ہو یہ جائز نہیں۔ جب تک شفاء قلب نہ ہو کسی مسئلہ کا جواب نہ دیا جاوے۔

طلب مقصود ہے نہ کہ وصول

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے سنا ہے کہ طلب مقصود ہے وصول مقصود نہیں یعنی سالک کے اختیار میں طلب ہے وصول نہیں اور حضرت حاجی صاحب اس مضمون میں یہ اشعار پڑھا کرتے۔

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم حاصل آید یا نہ آید آرزوئے میکنم
آب کم جو تشنگی آور بدست تا بجو شد آب از بالا و پست
تشنگاں گر آب جو یندر جہاں آب ہم جوید بعالم تشنگاں

سو طلب کئے جائے جو اپنے اختیار میں ہے اور وصول کو اس پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ اختیار میں نہیں ہے۔ اور طلب کے بعد تو وصول ہو ہی جاتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا رنگ

ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ صحابہ کا رنگ یہ تھا کہ اگر وہ تمہیں دیکھتے تو کافر کہتے اگر تم

انہیں دیکھتے تو مجنوں کہتے۔

ایک بزرگ کا واقعہ

فرمایا: ایک بزرگ معلم تھے ان کے ایک شاگرد مجھ سے کہتے تھے کہ ہم لوگ جب چھٹی لینا چاہتے ان کے حجرے میں چھڑکاؤ کر دیتے اور بوریئے اٹھا کر کھڑے کر دیتے جب وہ آتے تو شاگرد کہتے آج مینہ برسا ہے وہ فرماتے اللہ کی قدرت دیکھو کہ باہر خشک ہے اور اندر مینہ برسا ہے اور یہ کہہ کر چھٹی دے دیتے' اس قدر بھولے تھے۔

اپنے نفس پر تشدد

فرمایا: کہ لوگ کہتے ہیں ان کے مزاج میں تشدد بہت ہے سو میں اپنے نفس پر بھی تو تشدد کرتا ہوں کہ نذرانہ بہت مشکل سے قبول کرتا ہوں۔ کوئی ہوگا جس کی کل نذر قبول ہو جاتی ہو ورنہ بہت تحقیقات اور تفتیشات کرتا ہوں۔ یہ تشدد سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے جو میں نے اپنے اوپر اختیار کیا ہے۔

محبت

فرمایا: کہ جب محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس پر شکایت بھی ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو کفار کس قدر ستاتے تھے مگر حضور کو کبھی ناگوار نہ ہوا اور مسلمانوں کی ذرا ذرا سی بات پر ناگواری ہوتی تھی۔

حضور ﷺ کی محبت

فرمایا: کہ اگر شیخ سے قطع تعلق کر دے تو سب فیوض بند ہو جائیں اور رسول اللہ ﷺ کم تعلقی کر کے تو پھر بالکل واردات و فیوض کچھ بھی نہ رہیں گے۔

ایک اہم ادب

فرمایا: کہ یہ بھی آداب میں سے ہے کہ جو چیز جہاں سے لے وہیں رکھے۔ صرف دوسرے کی چیز ہی نہیں بلکہ اپنی بھی جہاں سے لے وہیں رکھے میں نے تو اپنے مکان میں تمام چیزیں مقرر جگہ پر رکھی ہیں۔ اس میں پریشانی نہیں ہوتی۔ فرض کرو دیا سلائی کا بکس ہے اگر مقررہ جگہ پر رکھا ہوگا تو آدھی رات کو بھی ہاتھ پڑے گا تو فوراً مل جائے گا ورنہ کس قدر پریشانی ہوگی۔

ناراضگی بھی توجہ ہی کی ایک قسم ہے

فرمایا: کہ ناراضگی بھی توجہ ہی کی ایک قسم ہے۔۔۔ایک صاحب کا جن کے معاملات خراب ہیں ذکر ہوا کہ حضرت ان سے ناراض ہیں ان کی حالت بہت خراب ہوتی جاتی ہے۔ حضرت کی توجہ کی ضرورت ہے۔

فرمایا: یہ بھی تو توجہ کی ایک قسم ہے کہ میں ناراض ہوگیا۔اگر محبت ہوتو اپنے معاملات درست کریں۔ جب حال بگڑتا دیکھا اس وقت تو چاہئے کہ اصلاح کریں۔

قریب والوں کا معتقد ہونا زیادہ معتبر ہے

فرمایا: کہ قریب والوں کا معتقد ہونا زیادہ معتبر ہے بمقابلہ دور والوں کے کیونکہ دور والوں کی نسبت تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ میاں دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں اور پاس والے چونکہ تمام حالات سے واقف ہوتے ہیں اس لئے بہت مشکل سے معتقد ہوتے ہیں۔

چھوٹا کام اور بڑا کام

فرمایا: کہ دو کام ہیں ایک چھوٹا دوسرا بڑا چھوٹا کام تو تعلیم اخلاق ہے اور بڑا نسبت باطنی کی تحصیل ہے میں چونکہ چھوٹا ہوں اس لئے میں نے چھوٹا کام اپنے ذمہ لیا ہے۔ جیسے کہ میاں جی اول بچوں کو قاعدہ بغدادی پڑھاتے ہیں۔ پھر جب وہ پڑھنے لگتے ہیں تو بڑے بڑے مدرسوں میں چلے جاتے ہیں مگر بڑے بڑے عالموں کا کام بغیر میاں جی کے چل نہیں سکتا۔اگر میاں جی قاعدہ نہ پڑھائیں تو اس طالب علم میں بڑے مدرسہ میں جا کر پڑھنے کی قابلیت نہیں ہوسکتی۔

بڑی تنخواہیں

ایک قاری صاحب کا خط آیا کہ اگر حضرت کے قرب و جوار میں کوئی ملازمت مل جائے تو مناسب ہے۔

فرمایا: قرب و جوار میں تو جوار ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ پراٹھے ملیں۔ پھر فرمایا کہ بڑی تنخواہوں نے بھی مولویوں' قاریوں اور حافظوں کو مارلیا۔ پھر فرمایا کہ جتنے لوگ یہاں سے محض ترقی کی وجہ سے ملازمت چھوڑ کر گئے انہیں اطمینان تو نصیب ہوا نہیں۔ جب انسان کا گزر کافی طور پر ہو رہا ہو تو ایک جگہ سے محض زیادتی کی وجہ سے تعلق چھوڑ دینا یہ ناشکری ہے البتہ اگر گزر کے

لائق بھی نہ ہوتو وہ اور بات ہے اس وقت مضائقہ نہیں۔

توجہ تام

فرمایا: میں توجہ متعارف کو حرام تو نہیں کہتا مگر مجھے تو اس سے غیرت آتی ہے کہ جو توجہ تام حق تعالیٰ کا حق ہے وہ اور کی طرف کی جائے۔

امراضِ روحانی کے معالج

فرمایا: کہ بعض انگریزی خواں طلباء یہ کہتے ہیں کہ علماء ہمارے پاس آ کر ہدایت کریں۔ میں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس میں ان کی حاجت مندی کا شبہ بھی ہو سکتا ہے۔ بس یہی مناسب ہے کہ علماء اپنے مکان پر رہیں اور لوگ ان سے دینی باتیں دریافت کریں۔ سول سرجن پر کبھی آپ نے اعتراض نہ کیا کہ سول سرجن غیر شفیق ہے۔ ہمارے پاس کمروں میں آ کر علاج نہیں کرتا حالانکہ اس کو پاس آنا آسان بھی ہے مگر آپ خود اس کے پاس جاتے ہیں اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ آپ امراض جسمانی کو تو مہلک جانتے ہیں اور امراض روحانی کو اس قدر مہلک نہیں سمجھتے۔

ایک عذرِ لنگ

بعضے شبہ نکالتے ہیں کہ بعضے ان میں خود مدعی ثابت ہوتے ہیں تو کس پر اعتماد کریں مگر میں کہتا ہوں کہ کیا مدعیان طب میں کوئی جھوٹا نہیں ہوتا مگر جس طرح ان میں سے آپ چھانٹ لیتے ہیں۔ اس طرح کیا علماء میں نہیں چھانٹ سکتے۔ میرے ساتھ چلئے میں دکھلاؤں یہ شبہات تو سب ڈھکوسلے ہیں اصل چیز یہ ہے کہ جس چیز نے فرعون کو اتباع موسیٰ سے روکا اسی نے اس کو اتباع علماء سے روکا یعنی تکبر اور خاص طور پر یہ نئی تعلیم کا اثر ہے کہ ذلیل سے ذلیل آدمی بھی اپنے آپ کو والیان ملک سے بڑھ کر جانتا ہے۔ پرانے لوگوں میں شان انکسار اور شکستگی کی ہے گو گنہگار ہوں۔

عجیب قصہ

فرمایا: کہ ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ چنے کے دانے کھا رہا تھا۔ کسی صاحب کشف نے اس سے کہا کہ ان دانوں میں سے اس دانہ پر لکھا ہوا ہے کہ اس کو کلکتہ کی مرغی کھائے گی۔ اس نے یہ سن کر کہا کہ دیکھیں کیسے کلکتہ کی مرغی کھائے گی اور خود کھا گیا۔ وہ دانہ دھسک کے ساتھ دماغ

کو چڑھ گیا۔اس کے بعد اس شخص کا ڈاکٹری علاج ہوا۔ بڑھتے بڑھتے کلکتہ گئے۔ وہاں علاج ہوا اور چھینک کے ساتھ وہ دانہ نکلا وہاں مرغی پھر رہی تھی اس دانہ کو کھا گئی۔

اپنے ملفوظ خود لکھنے والے مولانا

ایک مولوی صاحب نے جو کہ حضرت والا سے مجاز ہیں اپنے ملفوظات خود جمع کئے تھے اور ملفوظات کا آغاز اس لفظ سے تھا کہ فرمایا۔اس کی اطلاع حضرت والا کو ہوئی وہ مولوی صاحب حضرت والا کی خدمت میں موجود تھے۔۔۔حضرت والا نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ ہمارے سامنے سے اٹھ جاؤ اور ہمیں صورت مت دکھاؤ اور نہ کسی کو بیعت کرو۔ پھر فرمایا بڑائی تو وہ کرے جس کا کمال ذاتی ہو جب یہ نہیں تو بیچا ہی ہے۔ دیکھئے حضور سرور عالم کہ آپ کے سامنے لوح وقلم کے علوم بھی ہیچ ہیں۔آپ کی نسبت حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔"ولئن شئنا لنذ هبن بالذی او حینا الیک" جس کا حاصل یہ ہے کہ ہمارا عطیہ ہے ہم چاہیں تو ابھی سلب کرلیں۔ ناز تو وہ کرے جس کا کمال اپنے قبضہ کا ہو جب رسول اللہ ؐ تواضع کریں تو ہمیں کیا حق ہے ناز کا۔میرے دوستوں نے فتاویٰ کا نام فتاویٰ اشرفیہ رکھ دیا تھا اس سے بہت شرم معلوم ہوتی ہے۔ آخر امداد الفتاویٰ نام بدلا۔ پس اپنے ملفوظ اپنی رائے سے ضبط کرنا کیا معنی۔مرید کو چاہئے کہ اپنے واردات کو شیخ کے سامنے پیش کرے۔ان افعال کی بدولت احوال سلب ہو جاتے ہیں پھر فرمایا کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر مرید سے کوئی لغزش ہو تو سب مجمع میں اس کو آگاہ کرے۔جس وقت آدمی اپنے کو اچھا لگتا ہے اس وقت خدا کے نزدیک مبغوض ہوتا ہے اب ہر شخص سوچ لے کہ دن میں کتنی مرتبہ اس کی یہ حالت ہوتی ہے۔ بعد عصر حضرت والا نے اعلان فرمایا کہ فلاں مولوی صاحب سے کوئی بات نہ کرے اور اگر کوئی کرے گا تو اس کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا جائے گا۔ پھر فرمایا کہ میں نے یہ کوئی نئی بات نہیں کی۔ بلکہ عین سنت کے مطابق کیا ہے کیونکہ رسول اللہؐ نے حضرت کعب بن مالکؓ کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا۔اگر میں پچاس دن تک بھی ایسا ہی کروں تو بھی کچھ حرج نہیں۔ پھر ان مولوی صاحب نے حضرت والا کی خدمت مبارک میں معافی کی درخواست کی لیکن چونکہ بے ڈھنگے طور سے معافی چاہی گئی تھی۔ اس لئے حضرت والا نے یہ سزا اس پر تجویز فرمائی کہ بعد نماز مغرب روزانہ اس مضمون کا اعلان کیا کیجئے کہ صاحبو میں چونکہ فلاں قوم کا ہوں اس لئے کم حوصلگی کے سبب اپنے مربی کی عنایتوں پر اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگا جس کی وجہ سے سزا میں گرفتار ہوں۔

اس لئے آپ لوگوں کو چاہئے کہ تکبر سے بہت پرہیز کریں پھر اس کے بعد ۲۴ رجب کو بعد ظہر حضرت والا نے ان مولوی صاحب سے سب کو گفتگو کرنے کی اجازت دیدی اور یہ فرمایا کہ عنقریب اور معاملات بھی طے ہو جائیں گے۔

غیبت گناہ سے کیوں اَشَد ہے

فرمایا: کہ حضرت حاجی صاحب نے "الغیبة اشد من الزنا" کی وجہ میں فرمایا کہ زنا گناہ باہی ہے اور غیبت گناہ جاہی ہے اور کبر شہوت سے اشد ہے پھر فرمایا کہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ یہ تو قافیہ بھی ہو گیا۔ فرمایا کہ ہمارے تو ایسے ہی چٹکلے ہوا کرتے ہیں۔

طرفداروں کی مہربانیاں

ایک صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ فلاں آپ کو ایسا کہہ رہے تھے اور میں نے ان کو یہ جواب دیا۔ اس پر فرمایا کہ جس طرح مجھے اس بات سے کلفت ہوتی ہے کہ فلاں نے مجھے برا بھلا کہا۔ ایسی ہی اس بات سے بھی کلفت ہوتی ہے کہ فلاں نے طرفداری کی۔ یہ طرفدار لوگ ہی اور زیادہ برا بھلا کہلواتے ہیں اور اگر انہوں نے عاقبت کے واسطے یہ کام کیا تو مجھ پر اس کا اظہار کیوں کیا۔

تصرف

فرمایا: لوگ تصرف کو بڑی چیز سمجھتے ہیں۔ اگر مشق کی جائے تو کچھ مشکل نہیں۔ تصرف سے آدمی اس طرح سلوک میں چلتا ہے جس طرح کہ کوئی کسی کا ہاتھ پکڑ کر دوڑا دے جہاں ہاتھ چھوڑا بس رہ گیا۔

جائز اور ناجائز محبت

فرمایا: جو حب مطابق سنت کے ہو وہ بڑھتی ہے اور جو خلاف سنت ہو وہ گھٹتی ہے۔ امرد بازوں کو آخر میں ان ہی محبوبوں سے سخت نفرت اور عداوت ہو جاتی ہے غیر اللہ کے لئے جو محبت ہوتی ہے وہ آخر میں ہرگز قائم نہیں رہتی۔

قابلِ افسوس شخص

فرمایا: کہ افسوس ہے جس شخص کو دوام فی الذکر۔ اتباع شریعت۔ اتباع سنت نصیب ہو

پھر وہ لذتوں کا طالب ہو۔

کھانا نہ دینے کی بات

فرمایا: کہ مولوی عبدالکریم دیو بندی میرے بچپن کے دوست ہیں۔ انہوں نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا کہ ہم نے سنا ہے تمہارے یہاں جو ۱۲ بجے کے بعد آتا ہے اسے تم روٹی نہیں دیتے۔ ایسا نہ کرو لوگ آنا چھوڑ دیں گے۔ میں نے کہا کہ اشتہار دے دو کہ اس کے یہاں کوئی مت جانا۔ میرے یہاں آٹے پانی کا کام نہیں۔ زیادہ سے زیادہ لوگ زبان سے تکلیف دیں گے۔ اللہ میاں تو ایسے کاموں سے ناراض نہیں ہیں۔ پھر فرمایا کہ جہاں لنگر جاری ہے وہاں دینے کے ساتھ لینا بھی تو ہے۔ ہم کسی کو کھانا کھلا دیں دو آنہ کا اور لیویں دو روپیہ تو ایسی حالت میں جب کہ ہم کھانا نہیں کھلاتے اس شخص کا ۱۴ کا فائدہ کیا۔ لوگوں نے ایک بات دیکھ لی ہے کہ کھانا نہیں دیتے یہ نہیں دیکھتے کہ آنے والوں پر بار بھی تو نہیں ڈالتا۔

دین کی حاجت والے

فرمایا: کہ اگر کوئی دین کی حاجت لے کر آئے تو سبحان اللہ اور جو دنیا کی حاجت لے کر آتا ہے وہ نظروں سے گر جاتا ہے۔

مصلحت

پھر فرمایا کہ امیروں کو جس خاص اکرام کی عادت ہوتی ہے اگر ان کا وہ اکرام نہ کیا جائے تو ان کو رنج ہوتا ہے اس لئے ان کے ساتھ معاملہ غرباء سے ذرا ممتاز ہونا مصلحت ہے۔

عبد کا کام

فرمایا: کہ عبد کا کام یہ ہے کہ جس حال میں رکھیں رہوں۔ ہاتھی پر چڑھا دیں چڑھوں گدھے کے پیروں میں روندوائیں تو ایسے ہی رہو۔

پنشن کی حقیقت

ایک پنشن دار کا خط آیا تھا۔ ایک مولوی صاحب نے پوچھا کہ پنشن کی حقیقت کیا ہے فرمایا کہ پنشن کی حقیقت احسان ہے کہ اب یہ معذور ہو گیا ہے۔ اب کہاں جائے بس یہ ہبہ ہے۔

واپس کئے ہوئے ہدیئے کی طلب

فرمایا: کہ حاتم اصم ایک بزرگ تھے۔ سنا ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں کچھ نذر پیش کی۔ اس کے مال میں شبہ تھا۔ آپ نے عذر فرما دیا۔ اس نے پھر کہا۔ آپ نے لے لیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی۔ فرمایا کہ نہ لینے میں اس کی ذلت تھی اور لے لینے میں میری ذلت تھی اور اس کی عزت تھی۔ میں نے اس کی عزت کو اپنی عزت پر اختیار کیا لے لیا کہ اس کی بے عزتی نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ لوگوں نے دنیا کو مال ہی میں منحصر سمجھ رکھا ہے۔ بعض مرتبہ طاعات دنیا ہو جاتے ہیں۔ ذوق سلیم سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے۔

تکبر بصورتِ تواضع

پھر فرمایا کہ کبھی تکبر بصورت تواضع بھی ہوتا ہے اور علامت اس کی یہ ہے کہ جو تواضع بقصد تکبر ہوتی ہے اس کے بعد فخر ہوتا ہے اور اس تواضع کے بعد اگر کوئی تعظیم نہ کرے برا مانتا ہے اور جو تواضع بقصد تواضع ہو اس میں خوف ہوتا ہے اور کسی کی تعظیم نہ کرنے سے اپنے کو اس عدم تعظیم ہی کا مستحق سمجھتا ہے۔

ایک حکیم صاحب کا قصہ

پھر فرمایا کہ ایک حکیم صاحب ہمارے دوست ہیں ان کی کسی شخص نے دعوت کی انہوں نے عذر کر دیا۔ پھر سوچا کہ اگر بجائے اس کے فلاں دولت مند دعوت کرتا تو آیا اس وقت بھی عذر کیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ نہ کیا جاتا۔ بس متنبہ ہوا۔ ان صاحب نے طالم علموں کی بھی دعوت کی تھی۔ حکیم صاحب نے اس کا یہ تدارک کیا کہ طالب علموں کے ساتھ خود چل دیئے۔ پھر خیال ہوا کہ نہ معلوم اس طرح بغیر بلائے جانا جائز بھی ہے یا نہیں۔ اس کے بعد خود یہ خیال ہوا کہ اگر میں جاؤں گا تو وہ خوش ہوگا اور ناراض نہ ہوگا۔ یہ خیال کر کے چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ "**والذین جاهد وافینا لنهدینهم**" اگر آدمی خیال رکھے تو اللہ پاک مدد فرماتے ہیں۔ بزرگوں نے بعض ہدیوں کو واپس کر کے پھر خود مانگا ہے۔

نفس پر آرہ چلانا

فرمایا: ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی۔

ان بزرگ نے دریافت فرمایا کہ تیرے پاس کچھ مال بھی ہے انہوں نے عرض کیا کہ ہاں سو روپیہ ہیں۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ اسے نکال۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت خیرات کر دوں گا۔ فرمایا کہ نفس کو حظ حاصل ہوگا کہ ہم نے اتنے روپیہ خیرات کئے ان کو سمندر میں پھینک دے۔ اس نے منظور کیا پھر فرمایا کہ مگر ایک ایک روپیہ کر کے پھینکنا۔ تا کہ ذرا نفس پر آرہ تو چلے۔ اور ایک دم پھینکنے میں تو بس ایک ہی بار مجاہدہ ہوگا۔

فانی فی الحق کی حالت

فرمایا: کہ جو عشاق اور فانی فی الحق ہوتے ہیں۔ ان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ آخر میں دوائی میں حرکت بھی نہیں رہتی وسوسے بھی نہیں رہتے۔

ذکر اللہ کے لئے ابتداءً نیت کی ضرورت ہے

فرمایا: کہ جب آپ چلتے ہیں تو ہر قدم پر ارادہ ہوتا ہے۔ مگر وہ ارادہ معلوم نہیں وہتا۔ کیونکہ چلنے کا برابر سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ارادہ کی طرف توجہ بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح ذکر اللہ کے لئے ابتداء میں قصد اور نیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ آخر میں نیت اور قصد کچھ بھی نہیں رہتا۔ اگر کوئی کہے کہ صاحب جب نیت اور قصد نہیں تو ثواب نہ ملنا چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ پہلا ارادہ برابر چلا جا رہا ہے۔

ذکر اللہ کا مزہ

فرمایا: کہ بعض لوگ ایسے دیکھے کہ کسی اہل اللہ کے پاس رہ کر ذکر اللہ کیا پھر دنیا میں پھنس گیا تو ہونٹ سے چاٹتے رہ جاتے ہیں۔ وہ مزہ ان کو یاد رہتا ہے۔

اعتقاد میں غلو

ایک صاحب کا خط آیا کہ ریل میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کو فلاں مولوی صاحب فلاں مفتی صاحب کا فتویٰ یہ نقل کیا ہے کہ سر گھومنے کے عذر سے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں کہ حضرت والا کا یہ فتویٰ ہے کہ درست ہے تو ان مفتی صاحب نے کیوں ایسا کیا۔ اس پر فرمایا کہ اعتقاد میں ایسا غلو بھی ٹھیک نہیں۔ جہاں جس کا فتویٰ صحیح سمجھ جاوے اس پر عمل کرو۔

ہم کوئی موسیٰ اور عیسیٰ تو نہیں کہ وحی میں اختلاف ہو جائے گا۔ جیسے ہم جیسے نالائق امام

اعظم کے بعض فتووں کو غلط کہہ دیتے ہیں تو ہمارے فتوے کیا ہیں۔

اپنے بزرگوں کے متعلق یہ عقیدہ کہ ان سے غلطی نہیں ہوتی بہت غلو ہے البتہ اگر وحی ہو تو دوسرے حکم سے پہلا منسوخ ہو جاتا۔ میں تو ہمیشہ ریل میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہوں۔ نہ گرا نہ چکرایا البتہ سنتیں بیٹھ کر پڑھتا ہوں۔ ایک بزرگ کو دیکھا تھا۔ بیٹھ کر پڑھتے جب سے میں بھی سنتیں بیٹھ کر پڑھنے لگا پھر ہنس کر فرمایا بزرگوں کی صحبت سے کبھی ہمت بڑھتی ہے اور کبھی گھٹتی ہے یعنی آسانی معلوم ہو جاتی ہے۔

انتظام کی رعایت

عشاء کی اذان کے تقریباً ایک گھنٹہ بعد خانقاہ کا دروازہ بند ہو جاتا تھا اور پھر فجر کی اذان سے پہلے کسی کے لئے نہیں کھلتا تھا۔ ویسے حضرت نے سٹیشن پر اور بڑے گھر کی بیٹھک میں مہمانوں کے ٹھہرنے کا انتظام کیا ہوا تھا۔ بعض اوقات حضرت فجر کی اذان سے پہلے خانقاہ پہنچ جاتے تو حضرت کے لئے بھی دروازہ نہ کھلتا۔ اذان ہوتی دروازہ کھلتا پھر حضرت اندر تشریف لاتے دیوار میں ایک کرسی سی بنی ہوئی تھی۔ اذان سے پہلے حضرت اس میں بیٹھ کر دروازہ کھلنے کا انتظار فرماتے۔

ایک قاری صاحب حضرت کے سر مبارک پر مالش کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ خانقاہ جانا ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ زیر عتاب ہیں۔ نہ مجلس میں آنے کی اجازت ہے اور نہ ہی مالش کرتے ہیں۔ کبھی کبھی حضرت کی جگہ نماز بھی پڑھایا کرتے تھے مگر اب نماز بھی نہیں پڑھاتے۔ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ ان کا قصور یہ تھا۔ ان کے حجرہ کا ایک دروازہ باہر کھلتا تھا۔ رات کو ایک بزرگ مہمان تشریف لائے انہوں نے دروازہ کھول کر ان کو داخل کر لیا تھا۔ اور یہ بات حضرت کے اصول کے خلاف تھی۔ میں تو واپس وطن آ گیا معلوم نہیں انہیں معافی کب ملی۔

شب برأت کا حلوہ اور برادری کا کھانا

فرمایا: کہ شب برات کے دن ایک شخص فلاں بزرگ کی خدمت میں حلوہ لائے انہوں نے لے لیا۔ مولوی مظفر حسین صاحب نے فرمایا کہ آپ نے کیسے لے لیا۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ پکانا ناجائز ہے کھانا تو ناجائز نہیں۔ (فی نفسہ تو جائز ہی ہے) مولوی مظفر حسین صاحب نے فرمایا کہ جب تم لینے سے نہیں رکو گے تو عوام الناس پکانے سے کس طرح رکیں گے پھر حضرت نے فرمایا کہ میں شادیوں میں برادری کا کھانا نہیں لیتا۔ جنہیں محبت ہے۔ وہ بعد میں دعوت کرتے

ہیں۔ بعض اپنے مکان پر بلاتے ہیں اور یہ کھانا ہنگامہ کے کھانے سے بہتر ہوتا ہے۔ بعض گھر بھیج دیتے ہیں۔ دین میں دنیا کا بھی فائدہ ہے۔

موذی آدمی

فرمایا: کہ مجھے سمجھدار آدمی بڑا اچھا معلوم ہوتا ہے یا وہ شخص جو بالکل سمجھ نہ رکھتا ہو۔ بین بین کا جو اپنی رائے چلائے موذی ہے۔

جو جتنا زیادہ محبوب اس میں اتنا زیادہ خوف

فرمایا: خدا تعالیٰ کا ایسا کوئی محبوب نہیں کہ جو چاہے کئے جائے اور وہ کچھ نہ کہیں بلکہ جن سے انہوں نے مغفرت کا وعدہ بھی کیا ہے وہ تو اور زیادہ ڈرتے ہیں۔

پیر مرید کی حالت کا آئینہ ہے

فرمایا: ایک بزرگ کی خدمت میں ان کے ایک معتقد حاضر ہوئے بس مل کر مرجھا گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے عرض کیا کہ یہاں آ کر ایک عجیب بات دیکھی کہ آپ کی سور کی سی شکل نظر آتی ہے۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ تم جا کر ایک چلہ کھینچو پھر جب آئے تو کتے کی شکل نظر آئی۔ اسی طرح پھر بلی کی پھر انسان کی سی نظر آئی تب ان بزرگ نے فرمایا کہ یہ خرابی تمہارے اندر تھی۔ میں تو آئینہ ہوں۔ جیسی تمہاری حالت تھی ویسی تمہیں میرے اندر نظر آئی۔

حالتِ استغراق

فرمایا: کہ استغراق کی حالت مشابہ نوم کے ہے مگر لوگ خواب کو تو وقیع نہیں سمجھتے لیکن استغراق کو بہت بڑا سمجھتے ہیں۔ حضرت عبید اللہ احرار فرماتے ہیں کہ استغراق میں ترقی نہیں ہوتی۔ کیونکہ ترقی عمل سے ہوتی ہے اور اس حالت میں عمل ہوتا نہیں۔

اہل اللہ کی معیت

دوران درس مثنوی میں فرمایا کہ اہل اللہ کی معیت رسول اللہ کی معیت ہے۔

شراب سے نفع جائز نہیں

فرمایا: کہ خمر سے کوئی انتفاع جائز نہیں۔ اس کی طرف دل خوش کرنے کے لئے دیکھنا

بھی نا جائز ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے۔

تقیہ

فرمایا: کہ تقیہ کا حاصل ہے ضرر کے خوف سے مذہب کا چھپانا مگر ہمارے یہاں ضرر شدید کا خوف ہو جائز ہے۔

روح کا آنا

فرمایا: کہ مردوں کے روح آنے کا خیال غلط ہے کیونکہ جو نیک ہیں وہ تو دنیا میں آنا نہیں چاہتے اور جو بد ہیں انہیں اجازت نہیں مل سکتی۔

ڈاکو

فرمایا: کہ راہزن اسی طریق کا کبر ہے مثلاً برا ماننا اصلاح سے اور فرمایا کہ تعلیم بدوں صحبت کے کافی نہیں ہوتی زیادہ تر صحبت کی ضرورت ہے۔

فنائے علمی

فرمایا: کہ غیر اللہ سے توجہ ہٹا کر حق تعالیٰ کی طرف لگانا اس کو فنائے علمی کہتے ہیں۔

دوام

فرمایا: کہ مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے کہ کبھی ہو اور کبھی نہ ہو یہ تسلی کے واسطے فرمایا یعنی مجبوری کو ایسا ہی دوام کرلے۔

حق تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ

فرمایا: کہ یہی راستہ ہے حق تعالیٰ تک پہنچنے کا کہ اخلاق رذیلہ جاتے رہیں۔ حمیدہ پیدا ہو جائیں۔ معاصی چھوٹ جائیں۔ اطاعت کی توفیق ہو جائے۔ غفلت عن اللہ جاتی رہے اور توجہ الی اللہ پیدا ہو جائے۔

مولانا محمد حسن امرتسریؒ کی محبت

مولوی محمد حسن صاحب امرتسری نے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو تو بہت وقت مجالست کے لئے دیا جاتا ہے کہ جو حضرت والا کی شفقت اور محبت پر مبنی ہے۔ اگر یہ حکم دیا جائے کہ سال بھر تک

دروازہ پر کھڑے رہو ایک سال کے بعد ملاقات کی اجازت ہوگی اس پر بھی ہم لوگوں کی خوشی قسمتی ہے اور حضرت والا کا احسان ہے۔ فرمایا یہ آپ کی محبت کی بات ہے۔

قواعد کا مقصد

فرمایا: کہ بہت سے تجربوں کے بعد یہاں پر قواعد مرتب ہوتے ہیں ان قواعد سے طرفین کی راحت مقصود ہوتی ہے۔ خدانخواستہ حکومت تھوڑا ہی مقصود ہے اور جیسا مجھے دوسروں کی اصلاح کا اہتمام ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اپنی اصلاح کا بھی خاص اہتمام ہے اور صاحب کون بے فکر ہوسکتا ہے کس کو خبر ہے کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔

جماعت اور ماحول

فرمایا: کہ جماعت سے جدا ہو کر وہ حالت ہی نہیں رہتی یہ سب ملے جلے رہنے کی برکت ہوتی ہے کہ آدمی اپنے کام میں لگا رہتا ہے۔ اور اسی میں عافیت ہے بڑوں کے لئے بھی اور چھوٹوں کے لئے بھی یعنی جیسے چھوٹوں کو بڑوں کی ضرورت ہے اسی طرح بڑوں کو ضرورت ہے کہ چھوٹوں کی صحبت ہو۔ اس پر کہ اپنی جماعت سے جدا ہو کر وہ حالت نہیں رہتی یاد آیا کہ ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بھائی ہماری مثال روڑ کی گودام کے کاریگروں جیسی ہے جب تک گودام کے اندر ہیں سب کچھ ہیں اور جہاں گودام سے باہر ہوئے نہ مستری، مستری ہیں اور نہ کاریگر کاریگر ہیں اس لئے وہاں تو مشینیں کام کرتی ہیں اور وہ محض چلانے والے ہیں اس لئے جب احاطہ سے باہر ہوئے کچھ بھی نہیں۔ سب کاریگری ختم۔ اسی طرح جب تک ہم اپنی جگہ پر ہیں سب کچھ ہیں سب کام ہو رہے ہیں درس وتدریس بھی ہے تہجد بھی ہے۔ ذکر وشغل بھی ہے۔ باہر نکل کر کچھ بھی نہیں رہتا۔ یہ منتہا ہے ہمارے کمالات کا میں تو اس کو بہت ہی بڑا فضل خداوندی سمجھتا ہوں کہ جس کو اپنوں کی معیت نصیب ہو جائے۔ ورنہ یہ زمانہ بہت ہی پرفتن ہے دوسری جگہ جا کر وہ حالت رہتی ہی نہیں اکثر تجربہ ہو رہا ہے۔

اپنی فکر کرو

فرمایا: کہ بڑی ضرورت اس کی ہے کہ ہر شخص اپنی فکر میں لگے اور اپنے اعمال کی اصلاح کرے۔ آج کل یہ مرض عام ہوگیا ہے عوام میں بھی اور خواص میں بھی کہ دوسروں کی تو اصلاح کی فکر ہے اپنی خبر نہیں۔ میرے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا دوسروں کی جوتیوں

کی حفاظت کی بدولت اپنی گٹھڑی نہ اٹھوا دینا۔ واقعی بڑے کام کی بات فرمائی۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ فلاں مولوی صاحب مرید ہونے کو کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے تھے کہ ارادہ تو بہت دنوں سے ہے مگر حضرت مولانا کے جلال کی وجہ سے پورا نہیں ہوا تھا اب یہ ارادہ کرلیا ہے کہ چاہیں ماریں پیٹیں اب تو ضرور ہی جاؤں گا فرمایا خدا معلوم لوگ کیا سمجھتے ہیں۔ میں بلا وجہ تھوڑا ہی کچھ کہتا ہوں۔ تبسم فرما کر بطور مزاح فرمایا کہ لوگ تو مجھ کو حلال (ذبح) کرتے ہیں۔ میں جلال بھی نہ کروں۔ میرے جلال تو دیکھتے ہیں اپنے جمال کو نہیں دیکھتے۔ معلوم نہیں یہاں کونسا سامان جلال اور ہیبت کا ہے۔ بعض لوگ قلیل الکلام ہوتے ہیں اس سے بھی رعب ہوتا ہے اور میں اس قدر بکی ہوں کہ ہر وقت بولتا ہی رہتا ہوں مگر پھر بھی نا معلوم لوگ کیوں اس قدر مجھ کو ہوا بنائے ہوئے ہیں۔

ایک بدّو کی حکایت

فرمایا: کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ کے عام دستر خواں پر ایک بدوی بھی بیٹھا وہاں کھانا کھا رہا تھا۔ دیہاتیوں کی طرح بڑے بڑے لقمے بنا کر کھا رہا تھا حضرت معاویہؓ نے بوجہ خیر خواہی کے فرمایا کہ اے شخص اپنی جان پر رحم کر اور چھوٹا لقمہ بنا کر کھا کہیں گلے میں نہ اٹک جائے۔ یہ کہنا تھا کہ فوراً دستر خوان سے وہ بدوی اٹھ گیا اور چلدیا حضرت معاویہؓ نے اس کو روکا اس نے کہا زیبا نہیں کہ کوئی شریف آدمی آپ کے دستر خوان پر کھانا کھائے آپ مہمانوں کے لقمے تکتے ہیں کہ کون بڑا لیتا ہے اور کون چھوٹا۔ آپ کو اس سے کیا تعلق کہ کوئی کس طرح کھاتا ہے آپ کو دستر خوان پر مہمانوں کو بٹھلا کر اس طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا چاہئے البتہ کھانے کی کفایت کی نگرانی ضروری ہے۔ یہ کہہ کر چلتا ہوا۔ حضرت معاویہؓ نے بے حد اس کی کوشش کی کہ کھانا کھا کر جائے مگر وہ نہیں مانا۔ فرمایا آداب میزبانی کے خلاف ہے مہمان کو کھاتے ہوئے تکنا اس سے اس پر شرم دامنگیر ہوتی ہے اور وہ پیٹ بھر کر کھانا کھا نہیں سکتا۔ کیا ٹھکانہ ہے اس وقت کے بدوی بھی ایسے ہوتے تھے آج کل یہ مدعیان تمدن میں بھی نہیں معمولی لوگ تو بیچارے کس شمار میں ہیں۔

صحابہ سے محبت

فرمایا: کہ حضرت معاویہؓ کے واقعہ پر یاد آیا ایک شخص نے ایک کم علم ذہین مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جو جنگ ہوئی اس میں

حضرت معاویہؓ کا یہ فعل کس درجہ کا ہے مولوی صاحب نے فرمایا کہ بھائی حضرت معاویہ کی اجتہادی خطا ہے اور اس لئے وہ امر خفیف ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ ہی ہمارے بزرگوں کا عقیدہ ہے یہ سن کر وہ شخص کہتا ہے کہ جس درجہ کا شخص ہوتا ہے اسی درجہ کی اس کی خطا ہوگی۔ اس لئے اس خطاء پر شدید سزا ہونی چاہئے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ارے یہ کیا تھوڑی سزا ہے کہ ایک صحابی پر ہم نالائق یہ حکم کریں کہ انہوں نے خطا کی ورنہ ہمارا کیا منہ تھا ہم گندے ناپاک اور وہ صحابی۔ فرمایا واقعی عجیب وغریب جواب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

ان ہی مولوی صاحب کا دوسرا واقعہ جس سے ان کی حالت حب رسول کا پتہ چلتا ہے جب پہلا واقعہ حب صحابہ پر دال ہے یہ ہے کہ اول انہوں نے یہ قصہ لکھا ہے کہ باوجود حضورؐ کی کوشش کے ابو طالب ایمان نہیں لائے اس کے بعد لکھا ہے کہ اگر بجائے ابو طالب کے مجھ کو حق تعالیٰ دوزخ میں بھیج دیں اور ابو طالب کو جنت میں تو میں راضی ہوں کیونکہ میرے نبی کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں۔ یہ ان کی حالت ہے جن کا شمار بڑے لوگوں میں نہیں مگر محبت کا اثر ہے بزرگوں کی۔ یہ لوگ خشک انہیں کو وہابی کہتے ہیں۔

پیر کے نام کا وظیفہ

فرمایا: ایک پیر کے نام کا مریدین وظیفہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کا نام ہے یا وارث میں نے کہا ہاں ایک ہی تو نام ہے خدا کا یا وارث اور تم اس ہی نیت سے تو پڑھتے ہو۔

جاہل پیر

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حیدرآباد میں ایک پیر آئے تھے فلاں مقام پر۔ جب حلقہ کرتے تھے تو اس میں یا بھیک یا بھیک کا نعرہ لگاتے تھے۔ تبسم فرما کر بطور مزاح حضرت والا نے فرمایا کہ لا بھیک لا بھیک ہی کا نعرہ کیوں نہ لگائے مقصود بھی حاصل ہوتا اور جائز بھی ہوجاتا یعنی کچھ مل بھی جاتا۔ فرمایا ان ہی شرکیات میں مبتلا ہیں اس کا سبب جہل ہے۔

فرمایا: کہ بزرگوں نے لکھا کہ کفر سے سلطنت کو زوال نہیں ہوتا ظلم سے زوال ہوتا ہے۔

شریعت میں تحریف

فرمایا: کہ شورش کے زمانہ میں یہاں تک نوبت آگئی تھی کہ ایک بہت بڑے علامہ نے

اسی زمانہ میں مجھ سے بیان فرمایا کہ ہمارے یہاں ایک فتویٰ آیا کہ ولایت کپڑا پہننا جائز ہے یا نہیں اب اگر یہ لکھا جاتا ہے کہ جائز ہے تو اپنے مقاصد میں خلل آتا ہے اور ناجائز کیسے کہیں کیونکہ واقع میں تو جائز ہی ہے اس لئے اس کے خلاف بھی نہیں کر سکتے تو اب کیا کریں فرماتے تھے کہ یہ جواب دیا گیا کہ ولایت کپڑا پہننا قابل مواخذہ ہے اور کہنے لگے کہ اس لکھنے میں حکمت یہ تھی کہ وہ یہ سمجھیں کے خدا کے یہاں مواخذہ ہوگا اور ہم سمجھیں کہ اپنے دوستوں میں مواخذہ ہوگا۔ میں نے کہا مولانا توبہ کیجئے یہ تو شریعت مقدسہ میں تحریف ہے اور مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے۔ فرمایا کہ ایسی ایسی باتیں سن کر دل کانپ جاتا تھا کہ اے اللہ دین کا ان لوگوں کے دلوں سے احترام ہی جاتا رہا۔ حضرت عوام کی کیا شکایت کی جائے وہ تو بوجہ جہل کے ایک درجہ میں معذور بھی سمجھے جا سکتے ہیں لیکن ان لکھے پڑھے جنوں کو کوئی کیا سمجھائے۔

مسلمانوں کی خیر خواہی

فرمایا: کہ کس طرح دل میں ڈال دوں جی چاہتا ہے کہ سب اس طرح راہ پر آجائیں کہ ان کی ہر ادا سے اسلام کی شان ظاہر ہو جیسے حضرات صحابہ کرام کو لوگ دیکھ کر اسلام قبول کرتے تھے یہ ان کا نمونہ بن جائیں۔ دین ودنیا کی فلاح اسی میں مضمر ہے۔ یہ امر واقعی ہے کہ اگر مسلمان اپنی اصلاح کرلیں اور دین ان میں راسخ ہو جائے تو دین تو وہ ہے ہی لیکن دنیوی مصائب کا جو کچھ آج ان پر ہجوم ہے ان شاءاللہ چند روز میں کایا پلٹ ہو جائے اور گو اس پر دلائل بھی ہیں مگر اس کا جو حصہ ذوقی ہے چاہتا ہوں کہ اس کو ظاہر کروں مگر ان کے اظہار پر قدرت نہیں۔

شجرۂ بے ثمرہ

مضمون: شجرہ بھی بھیجیں۔ جواب: اگر ثمرہ نہ ہو۔

جوابِ خط

فرمایا: کہ میری عادت ہے کہ جو خط آتا ہے اسی مضمون پر حط کھینچ کر جواب لکھ دیتا ہوں۔ اس پر ایک شخص نے لکھا تھا کہ میرے ہی خط پر آپ نے لکھ دیا میری بڑی اہانت کی۔ فرمایا کہ بندہ خدا میں نے تو اعانت کی اہانت نہیں کی ایسے ایسے خوش فہم دنیا میں موجود ہیں۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو اپنے متعلقین سے بے حد محبت ہے امید ہے کہ حضرت آخرت میں اسی طرح یاد رکھیں گے اور پہچان لیں گے فرمایا محبت کا دعویٰ تو بہت بڑی

چیز ہے یوں بھی تو آپ پوچھ سکتے ہیں کہ اپنے دوستوں کے لئے دعاء بھی کرتا ہے۔ مجھ کو اپنے دوستوں کی حالت کی معرفت ہی نہیں اور محبت فرع ہے معرفت کی اور معرفت اس لئے نہیں کہ اپنی حالت خود ہی کو خوب معلوم ہوتی ہے اس لئے میں محبت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ یہ بڑی چیز ہے ہاں خیر خواہی کا دعویٰ کرتا ہوں کہ اپنے دوستوں کا خیر خواہ ضرور ہوں۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی تواضع

ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آئے اور عرض کیا کہ ایسا وظیفہ بتلا دیجئے گا کہ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے فرمایا کہ آپ کا بڑا حوصلہ ہے، ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ روضہ مبارک کے گنبد شریف ہی کی زیارت نصیب ہو جائے اللہ اکبر کس قدر شکستگی اور تواضع کا غلبہ تھا اس پر حضرت والا نے فرمایا یہ سن کر ہماری آنکھیں کھل گئیں حضرت کی عجیب شان تھی اس فن کے امام تھے ہر بات میں شان محققیت و حکمت ٹپکتی تھی یہ ہی وجہ ہے کہ حضرت کی خادموں میں سے کوئی محروم نہیں رہا ہر شخص کی اصلاح اور تربیت اس کی حالت کے مطابق فرماتے تھے اسی تواضع کو مولانا فرماتے ہیں۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ   جز شکستہ مے نگیرد فضل شاہ
ہر کجا پستی است آب آنجا رود   ہر کجا دردے شفا آنجا رود

وہاں تو مٹ جانے اور فنا ہو جانے کا سبق ملتا تھا حضرت کی خود یہ حالت تھی کہ اپنے ہر ہر خادم کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آنے والوں کے قدموں کی زیارت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں حضرت پر شان عبدیت کا غلبہ رہتا تھا وہ عبدیت ہی اس ارشاد کا منشاء تھا۔ مطلب یہ تھا کہ اپنی اہلیت کا اعتقاد نہ رکھے باقی تمنا کی ممانعت نہیں۔

عجیب

فرمایا: ایک بدوی نے مجھے کہا کہ مدینہ میں سیلاب آیا ۱۶ لاشیں کھل گئیں۔ بدن میں فرق نہ تھا کپڑے بھی گلے نہ تھے۔

راحت طلبی

فرمایا: باوجود جی نہ لگنے کے کام میں لگا رہنا سخت مجاہدہ ہے اور مجاہدہ ہی اصل طریق ہے پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے کام میں بھی راحت ڈھونڈتے ہیں پھر دنیاداروں اور اللہ والوں میں کیا فرق ہوا۔

طالب علم کی شان

فرمایا: خدا نہ کرے کہ طالب علموں کی حاجات امرا کے سامنے پیش کی جائیں۔ دل چاہتا ہے کہ طالب علم بادشاہ بن کر رہیں تا کہ ان میں استغناء کی شان پیدا ہو اور دوسرے لوگ ان کو دیکھ کر سبق حاصل کریں۔

اصل معیار

فرمایا: اصل معیار سنت معتبرہ کا سنت کی متابعت ہے کہ ظاہر اقوال وافعال اور اخلاق سب سنت کے مطابق ہونے لگیں ورنہ کچھ بھی نہیں۔

حق کی طاقت

فرمایا: حق وہ چیز ہے کہ تمام عالم میں اگر ایک شخص صاحب حق ہو اس کو کسی کی پرواہ نہیں ہوتی۔ دیکھو جب حضرت ابوبکرؓ نے مانعین زکوٰۃ پر جہاد کا مشورہ کیا تو سب کی یہ رائے ہوئی کہ اس وقت میں تالیف قلوب مناسب ہے اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ تم میں سے اگر کوئی میرے ساتھ نہ ہوگا تو میں اکیلا قتال کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ان اللّٰه معنا" حضور سرور عالم ﷺ کے ہمراہ میں ہی تھا اس لئے معنا میں ضمیر میری طرف راجع ہے جب میرے ساتھ خدا ہے میں خود سب کام کرلوں گا۔ حق کی معیت ہوتے ہوئے مجھ کو کسی معیت کی حاجت نہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کا عہدۂ قضاء قبول نہ کرنا

فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کے عہدہ قضاء قبول نہ فرمانے کا قصہ اس طرح ہے کہ خلیفہ نے اپنی کوئی جائیداد کسی کے نام ہبہ کی تھی اور سب نے تو دستخط کردیئے اس لئے کہ ہم بادشاہ کو تو پہنچاتے ہی ہیں۔ جب امام صاحب کے پاس کاغذ دستخطوں کے لئے گیا تو آپ نے فرمایا کہ بادشاہ میرے سامنے اقرار کریں تب دستخط کرونگا۔ لوگوں نے کہا کہ اس کاغذ پر بادشاہ کے دستخط ہورہے ہیں۔ فرمایا کہ دستخط حجت شرعیہ نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ سامنے اقرار دو صورت سے ہوسکتا ہے یا تو وہ میرے پاس آئے یا میں ان کے پاس جاؤں اور میرا کوئی کام نہیں جو میں جاؤں۔ ان کا کام ہے وہ یہاں آئیں۔ بادشاہ کو اس بات کی خبر ہوئی انہوں نے اپنے قاضی سے پوچھا کہ آیا یہ

مسئلہ شرعی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں مسئلہ تو یہی ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم نے دستخط کیوں کئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے لحاظ سے بادشاہ نے کہا جو شریعت کے مقابلہ میں لحاظ کرے وہ قاضی ہونے کے قابل نہیں اس لئے امام صاحب کو قاضی بنانا چاہئے۔ امام صاحب نے منظور نہ کیا بس بادشاہ نے ان کو جیل خانہ بھیج دیا وہاں آپ کے سوتازیانہ روز لگا کرتے تھے اور اسی میں انتقال فرمایا۔

اہل اللہ کی کشش

فرمایا: کہ یہ تجربہ کرلیا ہے کہ دو شخص برابر حسن کے ہوں اور ایک ان میں سے اللہ والا ہو تو اللہ والے کی طرف زیادہ دلکشی ہوگی اگرچہ حسن میں وہ اللہ والا کم بھی ہو تب بھی اسی کی طرف دل کھنچتا ہے۔

گرم مزاج

فرمایا: کہ میرا مزاج گرم ہے یہ انجن کا کام دیتا ہے اس سے ہر کام کا تقاضا ہوتا ہے کہ جلدی کرو جلدی کرو۔

اللہ کی غلامی

فرمایا: جب سے اپنے اللہ کی غلامی اختیار کی ہے تب سے اور کسی کی غلامی نہیں ہوسکتی ہے۔

قبولیت دعاء کی صورتیں

دعاء قبول ہونے کے متعلق فرمایا کبھی جو کچھ آدمی مانگتا ہے اس سے بہتر چیز اسے مل جاتی ہے مثلاً کوئی سو روپے اللہ میاں سے مانگے اور دو رکعت آخر شب میں نصیب ہو جائیں اور سو روپیہ نہ ملیں تو دعاء قبول تو ہوگئی کیا دو رکعت سو روپے سے بھی کم ہیں۔

فرمایا: کہ مولوی فضل حق صاحب کو قطرہ کا عارضہ تھا اس وجہ سے وہ ڈھیلا نہ لیتے تھے صرف پانی سے استنجا کر لیتے تھے کسی متعصب شیعی نے طعن کے طور پر کہا کہ اب تو آپ بھی پانی سے استنجا کرنے لگے ہیں اس کا سبب دریافت کیا۔ مولوی صاحب نے فی البدیہہ جواب فرمایا کہ جب سے مجھے سلسل بول کا مرض ہوگیا ہے تب سے میں شیعوں کے مذہب پر پیشاب کرنے لگا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اہل علم کے دل میں کسی کی ہیبت نہیں ہوتی یوں کسی مضرت کی وجہ سے ڈر جائیں وہ اور بات ہے ایسے تو آدمی کٹ کھنے کتے سے بھی ڈرتا ہے مگر ان کے دل میں کسی کی ہیبت نہیں ہوتی۔

حضرت گنگوہی کی شان

فرمایا: کہ ایک مرتبہ مولانا رشید احمد صاحب کو ایک صاحب سے ایذاء پہنچی۔ مولانا خلیل احمد صاحب نے اس احتمال سے کہ کہیں بدعاء نہ کردیں۔ حضرت سے عرض کیا کہ بددعاء نہ کیجئے مولانا بہت گھبرائے اور فرمایا کہ توبہ توبہ مسلمان کہیں بددعاء بھی کیا کرتے ہیں۔ استغفر اللہ۔

قلبی لگاؤ

فرمایا: اکثر دیکھا ہے جس کی طرف میرے قلب کو التفات ہوا اس کے امتحان کی کبھی ضرورت نہیں ہوتی وہ اچھا ہی نکلتا ہے۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ

ایک ضلع میں ایک شخص ترکی ٹوپی پہن کر کچہری میں گئے۔ صاحب کلکٹر ان پر بہت ناراض ہوئے کہ تم سرکار کے مخالفوں کی ٹوپی اوڑھ کر کیوں آئے ہو اور سپرنٹنڈنٹ کو بلایا کہ ان کو گرفتار کرلیا جائے فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں "من تشبه بقوم فهو منهم" مسئلہ عقلی ہے دیکھو صاحب بہادر کو بھی ناگوار ہوا کہ یہ انور بے کی ٹوپی ہے مگر ہمارا کہنا تو کوئی سنتا ہی نہیں جب صاحب بہادر کہہ دیں تب صحیح ہے۔

مال کی قدر اور مال سے بچاؤ

فرمایا: مال کی قدر کرو۔ مال دنیا کی زندگی کا سہارا ہے۔ ہوش اور عقل کے ساتھ خرچ کرو اگر خرچ کرنے میں جوش ہو تو اللہ کی راہ میں دو عافیت بڑی نعمت ہے۔ مگر بہت زیادہ مال جمع کرنے کی فکر میں نہ پڑو۔ جتنا مال زیادہ اتنے بکھیڑے ہزاروں فکریں۔

نعمت کی قدر

فرمایا: اگر حق تعالیٰ کھانے پینے کو اچھا دیں اس وقت خستہ حالت میں رہنا ناشکری ہے نعمت کی بے قدری ہے شریعت نے حکم دیا ہے کہ اپنی جان کو راحت دو۔ جان بھی اللہ کی مخلوق اور مملوک ہے عارف اس اعتبار سے حقوق نفس ادا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے۔

کمالِ عبدیت

ایمان اور عمل کے کمال کا نام عبدیت ہے یا غلامی ہے اللہ اور رسول کی ہر بات کو بے چون وچرا ماننا اور عمل کرنا اور ان کی رضا اور خوشی میں اپنی خواہش اور مرضی کو فنا کر دینا۔ انسان کو جس بات کو حاصل کرنے کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے وہ یہی عبدیت ہے اور کمال عبدیت یہ ہے کہ بندہ اپنے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور حق تعالیٰ جو تصرف اس کے اندر کرے اس پر راضی رہے۔

باب۱۳

دو ماہ قیام کی اجازت کے سلسلہ میں حضرت کی عجیب وغریب تعلیمات

میرا مضمون: خط نمبر ۷۰: حضرت والا۔

تین چار ماہ تک دو ماہ قیام کی نیت سے معہ اہلیہ حاضر خدمت اقدس ہونا چاہتا ہوں۔ اجازت فرماویں تا کہ حصول رخصت اور دیگر انتظامات کی کوشش شروع کروں۔

جواب حضرت والا: مہینہ کا نام لکھنا چاہئے تھا اور اس مدت کی آغاز کی تاریخ۔ تیسرے چوتھے مہینے کا میں کہاں حساب کرتا پھروں اور نام اور تاریخ بھی اسلامی ماہ کے مطابق اور ایک یہ لکھنا ضروری ہے کہ کوئی بچہ بھی ہمراہ ہوگا یا نہیں اور کتنا بڑا۔

مضمون: حضرت اقدس یہ ناچیز انشاء اللہ تعالیٰ ایک ماہ کی رخصت لے کر شروع شروع ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ میں مع اہلیہ حاضر خدمت ہوگا۔ دو بچیاں ایک ساڑھے سات سالہ اور ایک صرف ایک سالہ ہمراہ ہونگی اور ذیعقدہ کا مہینہ تھانہ بھون رہ کر شروع ذی الحجہ میں ایک ہفتہ کے لئے تنہا اسکول واپس آ جائے گا اور اہلیہ تھانہ بھون ہی رہیں گی۔ پھر ایک ماہ کی سرکاری تعطیلات میں واپس حاضر خدمت ہو جائے گا۔ اگر حضرت والا اہلیہ اور بچوں کو اکیلا چھوڑنا پسند نہ فرمائیں تو ان کو ساتھ ہی وطن لیتا آؤں گا اور ساتھ ہی دوبارہ تھانہ بھون لے آؤں گا حضرت اقدس اجازت فرماویں تا کہ رخصت حاصل کرنے کی کوشش کروں۔

جواب حضرت والا: اب ہوا مکمل مضمون۔ اس وقت تو سب اجزاء منظور ہیں۔ ایک ہفتہ کے لئے وہ بیچاری کہاں جائے گی اگر ان کو پسند ہو ہمارے گھر رہیں۔ باقی بہتر یہ ہے کہ نصف شوال پر پھر معہ اس خط کے دوبارہ بھی تحقیق کر لیا جاوے۔

مضمون: حسب اجازت حضرت اقدس یہ ناچیز مع اہلیہ اور دو بچیوں ساڑھے سات سالہ دوسری ایک سالہ کے انشاء اللہ ذیعقدہ ۱۳۵۱ھ کو پونے گیارہ بجے تھانہ بھون اترے گا۔ دو ماہ قیام

ہوگا۔ ایک ماہ بعد ایک ہفتہ کے لئے وطن واپس آئے گا اور بچے وہیں رہیں گے کرایہ کے مکان کا حضرت انتظام فرمادیویں۔

جواب حضرت والا: بہتر، یہاں آکر اول ہمارے چھوٹے مکان میں زنانہ سواری اتاریں پھر اطمینان سے مکان کرایہ کا تجویز کرلیا جائے گا اور جب آپ ایک ہفتہ کے لئے وطن جاویں گے اس ہفتہ میں اگر آپ دونوں آدمی کی مرضی ہوگی وہ ہمارے گھر میں مقیم رہیں گی۔

مضمون: حضرت اقدس اگر مناسب خیال فرماویں۔ دوران قیام مکاتبت اور مخاطبت کی اجازت فرماویں۔

جواب حضرت والا: اجازت ہے یہ پرچہ دکھلا دیا جائے۔

مضمون: حضرت اقدس! اہلیہ بھی مکاتبت کی اجازت چاہتی ہے۔

جواب حضرت والا: اجازت ہے مگر دونوں آدمی ایک پرچہ میں نہ لکھیں۔

مضمون: اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج وہ دن نصیب ہوا جس کے لئے دل ترس رہا تھا۔ آج ہم اپنے آپ کو حضور کے دولت خانہ میں پاتے ہیں حضور کی جوتیوں میں پڑے رہنا بہت ہی بڑی سعادت ہے اور یہ اتنی بڑی دولت مل گئی۔ اللہ تعالیٰ حضور کو جزائے خیر دیں۔

جواب حضرت والا: یہ آپ کی محبت ہے یہ رقعہ جس وقت ملے اسی وقت دس منٹ کے لئے مجھے ملیں۔ مکان کے متعلق ضروری مشورہ دوں گا۔

میں حاضر خدمت اقدس ہوگیا۔

حضرت اقدس نے فرمایا: آزادی اس میں رہے گی کہ آپ کرایہ کا مکان لے لیں اور کرایہ کا مکان آسانی سے مل سکتا ہے لیکن ہمارے چھوٹے گھر کی بیٹھک کے اوپر کا بالا خانہ اتفاق سے ان دنوں خالی ہے اگر دل چاہے وہ مل سکتا ہے۔ میں نے عرض کیا دل یہ چاہتا ہے کہ اہلیہ حضرت پیرانی صاحبہ کے قریب رہیں۔

فرمایا۔ بخوشی اجازت ہے ہمارے بالا خانہ میں رہیں۔

یہ بھی فرمایا کہ بیٹھک کے اندر ہی سے سیڑھیاں بالا خانہ میں پہنچ جاتی ہیں۔

یہ بھی فرمایا کہ ہمارے گھر کی بھنگن ہی آپ کا بیت الخلاء صاف کردیا کرے گی۔ پھر دریافت فرمایا آپ ہمارے مہمان ہونگے یا خورد ونوش کا خود انتظام کریں گے۔ میں نے عرض کیا ہم سب سامان اپنے ساتھ لائے ہیں ہم خود انتظام کریں گے فرمایا، بہت اچھا، پھر فرمایا، اوپر پانی کا انتظام

نہیں ہے صرف بڑے بڑے دو مٹکے پانی ڈالنے کے لئے ہیں اگر تمہاری بیوی خود نیچے سے اوپر پانی لے جانا چاہے لے جایا کرے ورنہ کسی خادمہ کا انتظام کر دیا جائے۔ میں نے عرض کیا حضرت میری اہلیہ کام کی عادی ہے۔ وہ خود پانی لے جایا کرے گی فرمایا، بہت اچھا، پھر فرمایا، اپنی اہلیہ کو کہہ دینا کہ جب بھی دروازہ پر آتا ہوں۔ ہمیشہ ایک ہی انداز سے دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں۔ ممکن ہے کہ جب میں دروازہ پر آؤں میری اہلیہ گھر میں موجود نہ ہوں اور تمہاری اہلیہ پانی لینے اتری ہوئی ہوں تو وہ بالکل جلدی نہ کریں اطمینان سے پانی بھریں اور اطمینان سے سیڑھیاں چڑھیں جلدی بالکل نہ کریں ایسا نہ ہو کہ گر گرا جائیں۔ بولیں نہیں۔ جب اوپر پہنچ جائیں تو سیڑھیوں کے خاتمہ پر ٹین کا ایک دروازہ لگا ہوا ہے اس کو زور سے کھٹکھٹائیں یہ علامت ہوگی اس بات کی کہ مجھ کو اندر آنے کی اجازت مل گئی ہے۔ مجھے دروازہ پر خواہ کتنی ہی دیر کھڑا ہونا پڑے بالکل بار نہیں ہوگا۔

ہمیں رہنے کے لئے حضرت کا بالا خانہ سب سہولتوں سمیت مفت مل گیا۔ بھنگن کی اجرت وغیرہ بھی پیرانی صاحبہ نے ادا فرمائی۔

ایک دن میں اہلیہ کو بیٹھک کے اندرونی دروازہ پر بلا کر اس سے بات کر رہا تھا کہ حضرت والا تشریف لائے۔ مجھے مشغول گفتگو دیکھ کر حضرت بیرونی دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ میں سمجھ گیا کہ حضرت تشریف لائے ہیں اور اہلیہ کو کہا کہ اندر چلی جاؤ حضرت تشریف لائے ہیں۔ اہلیہ اندر چلی گئیں۔ میں واپس مڑا۔ حضرت نے ناراضگی کے لہجہ میں فرمایا، بیٹھک کا بیرونی دروازہ بند کر کے اندر سے کنڈی لگا کر اپنے گھر والوں سے بات کرنا چاہئے تھا۔ موٹی باتوں پر غلطیاں کرتے ہو میں اپنی حماقت پر ندامت میں ڈوبا ہوا خانقاہ کو جا رہا تھا۔

حرف آخر

آج ۹ ذیعقدہ ۱۴۰۲ھ ہے۔ یہ قصہ ختم کر دینے کا ارادہ کیا۔ قلب پر شدید تقاضا ہوا کہ لکھوں جو شخص حضرت سے ناراض ہو کر بھی چلا گیا اس کی سیری کہیں اور ہوئی نہیں آیا پھر بھی وہ حضرت ہی کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کے دل میں مسلمانوں کے لئے دلسوزی بھر دی تھی۔ مسلمانوں کی دینی دنیوی کامیابی اور آرام کے حریص تھے کسی مسلمان کو تکلیف میں نہ دیکھ سکتے تھے ہر ایک کو راحت میں دیکھنا چاہتے تھے۔ حضرت کی ہر سختی میں شفقت تھی۔ حضرت کے ہر عتاب پر اصلاح کی فکر زیادہ ہوتی تھی۔ نکالے جاتے تھے پھر وہیں آتے تھے۔ حضرت کی دلسوزی

کھینچ لاتی تھی اور پھر دامن مراد بھر کر جاتے تھے۔

میخانے کا محروم بھی محروم نہیں ہے۔ لیکن جس نے کسی چیز کو دیکھا نہیں، چکھا نہیں وہ اس چیز کی لذت نہیں جان سکتا۔

یہ مضمون ذہن میں تھا۔ آج ختم کرنے کا ارادہ تھا جب میرے ایک مخلص دوست حاجی فضل الرحمٰن خان صاحب ملنے آ گئے۔ آتے ہی انہوں نے کہا۔ ہمیں تو بڑی امیدیں ہیں کہ جس نے خانقاہ کے کنوئیں کا پانی بھی پی لیا وہ محروم نہیں رہے گا۔ یہ فقرہ خوشی اور ندامت کی ایک کائنات لے کر آیا خوشی تو اس بات کی کہ پھر حضرت کا دامن مبارک کتنی بڑی نعمت ہوگی۔ ندامت اس بات کی کہ ہم نے اس نعمت کی قدر نہ پہچانی۔ موتی قیمتی تھا اس کی قدر کوئی جوہری جانتا۔ اس میدان کا نادان کو دک کیا جانے۔ ہم نے تو دیکھا ہے کہ حضرت سے تعلق رکھنے والوں کو دنیا میں جنت کی بہاریں ملی ہیں۔ آخرت میں بھی بڑی امیدیں ہیں۔ کاش یہ دامن تا دم آخر تالب گور ہاتھ میں رہے ہماری ناقدری کی وجہ سے نسبت ٹوٹ نہ جائے۔ دامن چھوٹ نہ جائے چاہئے یہ تھا کہ ہم اس تعلق کی لاج رکھتے۔ کوئی دیکھتا تو کہہ اٹھتا کہ یہ حضرت کا آدمی ہے۔ حضرت تھانویؒ کا اس میں رنگ نظر آتا ہے لیکن ہم کو دیکھ کر کوئی حضرت کی شان کو کیا پہچانے گا۔ خانقاہ کے کنوئیں کا ذکر آیا۔ دل چاہتا ہے لکھ دوں کہ اس کنوئیں کا پانی کھارا تھا حضرت نے دعائیں مانگیں۔

نماز عصر کے بعد ختم خواجگان میں ہر روز دعاء ہوتی تھی اے اللہ اس کنوئیں کا پانی شیریں کر دے۔ دعائیں قبول ہوئیں پانی بہت لذیذ شیریں ہو گیا اور ہم برسوں اس متبرک پانی سے سیراب ہوئے اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں دینی دنیوی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔ دیکھنا یہ باقی ہے کہ ہم ان نعمتوں کا حق کس قدر ادا کرتے ہیں۔ اے اللہ یہ نعمتیں تو نے عطاء فرمائیں۔ ان کی قدر کی بھی توفیق عطاء فرما۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو بالکل بے تکلف کر رکھا تھا ہر شخص شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے معاملہ اور رائے میں آزاد تھا کوئی شخص دب کر معاملہ نہیں کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک انصاری صحابیؓ جن کے مزاج میں کسی قدر خوش طبعی تھی۔ ایک مجمع میں بات چیت کر کے لوگوں کو ہنسا رہے تھے حضورؐ نے مزاحاً ان کے پہلو میں ایک چھوٹی سی لکڑی جو آپ کے دست مبارک

میں تھی چھبو دی۔ انہوں نے کہا میں انتقام لوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ لو انتقام لے لو۔ انہوں نے عرض کیا آپ تو پیراہن پہنے ہوئے ہیں اور میرے بدن میں پیراہن نہیں اور میں برہنہ ہوں (یعنی آپ بھی پیراہن اٹھائیے) حضورؐ نے یہ سن کر اپنا پیراہن اوپر کو اٹھایا۔ یہ دیکھ کر وہ انصاری حضورؐ سے لپٹ گئے اور پہلوئے مبارک کو بوسے دینے لگے اور عرض کیا میرا تو یہ مقصود تھا (یعنی میری کیا مجال تھی کہ میں حضورؐ سے انتقام لینے کا وسوسہ بھی دل میں لاتا۔ میرا مقصود تو یہ تھا کہ اس طور پر حضورؐ کے پہلوئے اقدس کے چومنے کی سعادت حاصل کرلوں) دیکھئے اگر معاملات میں صحابہؓ کو آزادی نہ ہوتی تو وہ یہ لفظ کہ انتقام لوں گا کیسے زبان پر لا سکتے تھے۔۔۔۔۔۔ گو انہوں نے اس کو پہلو بوسی ہی کا حیلہ بنایا۔ اور حضور ﷺ کا کمال تو محتاج بیان ہی نہیں کہ کس طرح بے تکلف ان کے مطالبہ پر انتقام دینے کو تیار ہو گئے۔ (سبحان اللہ)۔ (از حکیم الامت حضرت تھانوی) (اسعد الابرار)

دین کیا ہے

فرمایا جن کاموں کا وقت آ گیا ہو ان کو استقلال اور پابندی سے ادا کیا جائے اور جن کا وقت نہیں آیا ان کے لئے تیار اور مستعد رہے۔ کسی وقت بے فکر ہو کر نہ بیٹھے۔ بس دین یہ ہے کہ آدمی کو ہر دم ایک دھن لگی رہے یا تو کسی کام میں لگا ہوا ہو یا کسی کام کی تیاری میں مشغول ہو۔

متروک الدنیا نہ بنو

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب ڈپٹی کلکٹر کے امتحان کے مصیبت میں تھے چونکہ دلچسپی نہ تھی اس لئے کامیابی نہایت دشوار تھی۔ ایک عریضہ میں پریشانی کا اظہار کیا تو تحریر فرمایا: ہمت نہ ہاریئے دلجمعی کیساتھ گوناگوار ہو کوشش کیجئے۔

ع حیف باشد دل دانا کہ مشوش باشد

امتحان کو ضرور پاس کر لینا چاہئے، تارک الدنیا ہونا چاہئے نہ کہ متروک الدنیا۔

وقت ضائع نہ کرو

فرمایا: بے کار باتوں میں کیا رکھا ہے کام میں لگو اور اپنے وقت کو خدا کی نعمت سمجھ کر اس کی قدر کرو۔ آنکھ بند کرتے ہی وقت ضائع کرنے کا پتہ چل جائے گا۔ تمام تحقیقات تدقیقات دھری رہ جائیں گی۔

فرمایا: جو شخص فضولیات میں مبتلا ہو گا وہ کبھی ضروریات کی طرف توجہ نہیں ہو سکتا۔

تجربہ کی بات ہے۔

فرمایا: جس کو مقصود حضرت حق ہوں اس کو فضول خرافات اور قصوں جھگڑوں کی کہاں فرصت یہ تو انہی کا کام ہے جو آخرت سے بے فکر ہیں۔

فرمایا: جس بات میں کوئی فائدہ نہ ہو اس کو ترک کر دینا چاہئے جس کا عمل اس پر ہوگا اس کی زندگی بڑی حلاوت کی ہوگی خیر عقبیٰ خیر دنیا دونوں اس کو حاصل ہوں گی۔ لایعنی باتوں میں بڑا وقت ضائع ہوتا ہے۔

اپنی نبیڑ تو

کسی نے بذریعہ خط معلوم کیا تھا کہ جو لوگ حرام مال کھاتے ہیں ان کا کیا حشر ہوگا؟

فرمایا کہ مجھ کو فضول سوال سے سخت گرانی ہوتی ہے جو بات دوسروں کے متعلق دریافت کی ہے اس کا جواب یہ ہے۔

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

دین کی لذّت

فرمایا: اگر کسی کو یہ ڈر ہو کہ ہم متقی بن جائیں گے تو دنیا کے مزے جاتے رہیں گے، تو میں یہ کہتا ہوں کہ تم یہ نیت کرلو کہ متقی نہ بنیں گے۔ مگر خدا کے لئے علماء اور مشائخ کی صحبت میں رہ کر ایک دفعہ دین کو سمجھ تو لو۔ اس کا یہ اثر ہوگا کہ تمہیں متقی بننے کے لئے کوئی دقت پیش نہ آئے گی بلکہ تم خود بخود عمل کے مشتاق ہو جاؤ گے اور تم کو اس وقت اعمال دینیہ میں وہ حظ اور لذت آئے گی کہ دنیا کی تمام لذتوں کو بھول جاؤ گے۔

طالبِ دنیا اور طالبِ حق

فرمایا: بہت سے لوگ ادنیٰ درجہ کے کام کے لئے تمام عمر برباد کرتے ہیں اور ذرا بھی دل برداشتہ نہیں ہوتے اور تمام عمر اسی دھن اور طلب میں مبتلا رہتے ہیں اور افسوس ہے کہ ہم مطلوب اعلیٰ اور اشرف کی طلب میں چند ہی روز میں گھبرا جاتے ہیں۔

سب غموں کا ایک غم

فرمایا: جس نے سب غموں کا ایک غم بنالیا اور وہ ہے غم آخرت تو اللہ تعالیٰ اس کے

دنیوی غموں کے لئے بھی کافی ہو جاتے ہیں اور جس نے سب غموں کو اپنے اوپر سوار کر لیا حق تعالیٰ کو کوئی پروا نہیں کہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔

ایک اصول

فرمایا: ایسی خدمت جس میں اپنے دین کا ضرر ہو مذموم ہے اپنے ذاتی احتیاج پر دوسروں کے نفع کو مقدم کرنا اسی وقت ہے جبکہ اپنے دین کا ضرر نہ ہو۔

دین پر عمل کا طریقہ

فرمایا: اگر دین کو سنبھالنا چاہتے ہو تو ہر شخص کو اس کی ضرورت ہے کہ کسی عالم متقی کا اتباع کرے۔

دوسروں پر نہ ہنسو

فرمایا: دوسروں پر ہنسنا نہ چاہئے اکثر دیکھا ہے جو جس پر ہنسا خود اسی عیب یا معصیت میں مبتلا ہوا۔

قہر الٰہی

فرمایا: جب خدا کا قہر ہوتا ہے معصیت پر افسوس بھی نہیں ہوتا۔ یہ بھی قہر کی علامت ہے۔ چنانچہ ابلیس کو افسوس بھی اپنی مردودیت پر نہیں ہوتا۔

کام کی لگن

فرمایا: جب میں کسی کام کو شروع کر دیتا ہوں تو قلب کو فارغ کرنے کا تقاضا ہوتا ہے جب تک ختم نہیں کر لیتا چین نہیں آتا اور ختم کے قریب تو رات بھر بیٹھا لکھتا رہتا ہوں ایک منٹ آرام نہیں کرتا۔ ختم کر کے ہی دم لیتا ہوں۔

ایک منٹ کا ضائع ہونا گوارا نہیں

فرمایا: میں یہ نہیں کہتا کہ میں ہر وقت ذکر کرتا ہوں مگر دل یہ چاہتا ہے کہ قلب فارغ ہو اگر ذکر کرنے کو دل چاہے تو موانع تو نہ ہوں لوگ صاف بات نہیں کرتے۔ گول غیر واضح باتوں میں الجھاتے ہیں وقت ضائع ہوتا ہے مجھے ایک منٹ کا ضائع جانا ناگوار ہوتا ہے۔

اپنی کمتری

فرمایا: اگر کوئی میری برائی کرتا ہے تو یقین جانئے مجھے کبھی وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں بلکہ اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو واللہ تعجب ہوتا ہے کہ مجھ میں بھلا کونسی تعریف کی بات ہے اس کو دھوکہ ہوا ہے حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب کو پوشیدہ کر رکھا ہے۔ اس لئے مجھے کسی کا برا کہنا بالکل ناگوار نہیں ہوتا۔

حُسن ظن و حُسنِ تربیت

فرمایا: عام لوگوں میں تو ننانوے عیب ہوں اور ایک بھلائی تو میری نظر ان کی بھلائی پر جاتی ہے اور جس نے تربیت کے لئے اپنے آپ کو میرے سپرد کر رکھا ہو اس میں اگر ننانوے بھلائیاں ہو اور ایک عیب تو میری نظر عیب پر جاتی ہے۔ نوٹ: سبحان اللہ عوام کے ساتھ حسن ظن اور اپنوں کے ساتھ حضرت کا حسن تربیت ملاحظہ ہو۔

شریعت اصل ہے

فرمایا: میں شریعت کے مقابلہ میں اپنے تقویٰ کی ادنیٰ حیثیت نہیں سمجھتا اہل علم سے مشورہ کر کے عمل کرتا ہوں۔

آسان زندگی کا اصول

فرمایا: یہ قاعدہ کلیہ عمر بھر کے لئے یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو امور اختیار میں ہوں اور فضول نہ ہوں ان کا تو قصد کرے اور جو اختیاری نہ ہوں ان کا ہرگز قصد نہ کرے۔ اسی طرح اگر زندگی بسر کرے تو اس کا دین اور دنیا دونوں درست ہو جائیں پریشانی تو ایسے شخص کے پاس بھی نہیں پھٹکتی۔ خدا تعالیٰ سے اپنا دل لگائے اور جس کو پریشانی نہ ہوگی دل بھی اسی کا خدا تعالیٰ کی طرف لگ سکتا ہے۔ جمعیت قلب بڑی دولت ہے مگر پریشانی بھی وہی مضر ہے جو اپنے اختیار سے لائی جائے اور جس پریشانی میں اپنے اختیار کو دخل نہ ہو وہ ذرا بھی مضر نہیں بلکہ مفید ہے۔

اللہ کے فضل کے بغیر کچھ نہیں

فرمایا: کہ حضرت ایمان پر خاتمہ ہو جائے چاہے ادنیٰ درجہ کا ایمان سہی بڑی دولت ہے۔ پھر خوف کے لہجہ میں فرمایا۔ اللہ کے سپرد ہے بدوں ان کے فضل کے کچھ نہیں ہو سکتا۔

نالائق اولاد

فرمایا: نالائق اولاد کی مثال ایسی ہے جیسے زائد انگلی نکل آتی ہے اگر رکھا جائے تو عیب اور کاٹا جائے تو تکلیف۔

اسلاف کی خوبی

فرمایا: ہائے وہ لوگ کہاں گئے جن کو باوجود کمال کے اپنے نقص کے اقرار میں ذرا پس وپیش نہ تھا اب تو وہ زمانہ آ گیا کہ ناقصوں کو بھی اقرار سے عار ہے بلکہ وہ اپنے لئے کمال کے مدعی ہیں۔

دَور کا تقاضا

فرمایا: دین کی حفاظت کے لئے آجکل یہ ضروری ہے کہ مسلمان اپنے پاس کچھ رقم جمع رکھے۔

پردہ اور پردہ دری:

فرمایا: پردہ کی وجہ سے جو نقائص رہ جاتے ہیں ان کی اصلاح آسان ہے اور پردہ دری میں جو نقصان ہیں ان کی اصلاح بہت دشوار ہے۔

طبیعت کی حساسیت

فرمایا: میں جس پر خفا ہوتا ہوں اپنے سامنے سے ہٹا دیتا ہوں تاکہ قلب جلدی صاف ہو جائے کیونکہ میری طبیعت ضعیف ہے۔ جلد متاثر ہو جاتی ہے اور یہ فطری چیز ہے۔ چنانچہ بعض اکابر کو نماز میں پنکھا جھلا جاتا تھا۔ مگر میں نے ضعف کی وجہ سے منع کر رکھا ہے۔ ان اکابر سے پوچھا کہ دل تو نہیں مانتا۔ فرمایا ہمارا تو اور بھی دل لگتا ہے مگر میری طبیعت اس قدر کمزور ہے کہ اگر نماز کے وقت کوئی پاس بھی بیٹھ جاتا ہے اور مجھے معلوم ہو جائے کہ میرا منتظر ہے تو نماز بھی آئی گئی ہو جاتی ہے۔

نئی روشنی کی تاریکی

فرمایا: جدید تعلیم جس کو نئی روشنی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس نے بڑی گمراہی کا دروازہ کھول دیا ہے ایک صاحب نے حضور ﷺ کی سیرت لکھی ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ انبیا علیہم السلام کی کامیابی کا بڑا راز یہ ہے کہ ان میں استقلال تھا اور اس کی نظیر گاندھی موجود ہے۔ (**استغفر اللہ. نعوذ باللہ**) سیرت نبوی ﷺ پر کتاب اور نبی کو ایک مکذب نبوت سے تشبیہ کیا آفت ہے۔ نہ معلوم کتنے مسلمانوں نے یہ مضمون دیکھا ہوگا اور گمراہی میں پھنسے ہوں گے اور اکثر بدعقل مسلمان

ایسوں ہی کا اتباع کر۔ تم ہیں اوران کو اپنا رہبر اور پیشوا مانتے ہیں۔ میرے پاس بھی وہ کتاب بھیجی گئی۔ میں نے یہ لکھ کر واپس کر دی کہ میں ایسی کتاب کو اپنی ملک میں رکھنا نہیں چاہتا جس میں نبوت کے مکذب کی مدح ہو۔

نیند! بہت بڑی نعمت

فرمایا: نیند بھی خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ بعض اوقات تمام شب نیند نہیں آتی تکان ہوتا ہے سونے کو دل چاہتا ہے مگر احیاناً ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ صبح کو بیٹھ گیا۔ دفعتہً آنکھیں بند ہوگئیں پھر جو آنکھ کھلی تو معلوم ہوتا ہے کہ غبار دماغ سے نکل گیا تکان ختم ہوگیا۔

حزب البحر

فرمایا: اکثر لوگ حزب البحر اس لئے پڑھتے ہیں کہ غنا حاصل ہو۔ ایک صاحب نے مجھے لکھا کہ اس نے تو مجھے مفلس بنا دیا۔ میں چھوڑ رہا ہوں۔ میں نے ان کو لکھا کہ اس سے افلاس تو نہیں ہوتا لیکن اس نیت سے پڑھنے سے اخلاص بھی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا نام اخلاص سے لینا چاہیئے۔

دشمن سے مقابلہ کی شرط

فرمایا: دشمن سے مقابلہ کے وقت مشروع تدبیر کی شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک امام ہو۔ بدوں اس کے تنظیم اور حفاظت حدود کی کوئی صورت نہیں۔ یکسوئی تبھی ہو سکتی ہے جب ان کے سر پر کوئی بڑا ہو، اگر یہ نہیں تو یکسوئی بھی نہیں، یعنی ایک سوئی بھی نہیں۔

ملت کا غم

فرمایا: کس طرح دل میں ڈالدوں جی چاہتا ہے کہ سب اس طرح راہ پر آجائیں کہ ان کی ہر ادا سے اسلام کی شان ظاہر ہو جیسے صحابہ کرام کو لوگ دیکھ کر اسلام قبول کرتے تھے۔ ان کا نمونہ بن جائیں۔ دنیا و دین کی بہبود اسی میں مضمر ہے۔

ذکر میں لذت

فرمایا: ذکر میں لطف اور لذت کا حاصل ہونا ایک نعمت ہے اور نہ ہونا دوسری نعمت ہے یہ اول سے انفع ہے گو الذ نہ ہو۔

دین کی خدمت انعام ہے

فرمایا: دین کے جتنے کام حق تعالیٰ ہم سے لے رہے ہیں خود انعام ہیں۔ انعام پر اور انعام مانگنا کیا معنی لیکن اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ انعام لے لینے پر مزید انعام دیتے ہیں۔

عجیب جواب

ایک صاحب کا خط آیا لکھا تھا کہ معمولات سب جاری ہیں لیکن حالت بدستور ہے ترقی کچھ نہیں۔

جواب حضرت والا: اگر دونوں وقت کھانا ملے اور صحت بحال رہے گو ترقی نہ ہو تو کیا یہ نعمت نہیں؟

ایک صاحب کا خط آیا لکھا تھا کہ میں صرف عادت کے طور پر عبادت کرتا ہوں حاصل کچھ نہیں۔

جواب حضرت والا: کیا اچھی چیز کی عادت اچھی بات نہیں؟

راحت

فرمایا: میں نے اپنے معمولات میں راحت کی تدابیر اختیار کر رکھی ہیں میرا مذاق یہی ہے اور اپنے بھائیوں کے لئے بھی میں یہی پسند کرتا ہوں دل چاہتا ہے کہ وہ دنیا میں بھی آرام سے رہیں اور آخرت بھی ان کی اچھی ہو۔

فرمایا: نعمت پر فخر کرنا کبر ہے اور اس کو عطائے حق سمجھنا اور اپنی نااہلی کو مستحضر رکھنا شکر ہے۔

افلاس

فرمایا: اس وقت جو مسلمان کمزور نظر آتے ہیں اس کا ایک قوی سبب افلاس بھی ہے جس نے سب کے سامنے جھکا دیا اور پہلے بزرگوں پر قیاس نہ کرنا چاہئیے۔ ان میں قوت ایمانیہ تھی۔ وہ افلاس سے پریشان نہ ہوتے تھے اور اس وقت دین کی قوت تو مسلمانوں میں ہے نہیں اگر مال بھی نہ ہو تو سوائے ذلت کے اور کیا ہوگا۔

سالک کی شان

فرمایا: حافظ صاحب کہتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب شاید تھوڑی ہی دیر آرام فرماتے ہوں کیونکہ جب آنکھ کھلی حضرت کو مسجد میں بیٹھے ہوئے ذکر میں مشغول ہی پاتا اور کوئی دن ناغہ نہ جاتا

تھا کہ روتے نہ ہوں اور بڑے درد سے بار بار یہ شعر نہ پڑھتے ہوں؟

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گو بدم سر من پیدا مکن

تو حضرت جس کو منزل پر پہنچنا ہوگا وہ رات ہو یا دن جب وقت ملے گا چل پڑے گا۔

رعایت اور بے غیرتی

دینا اور چیز ہے رعایت اور چیز ہے۔ استاد ہو کر شاگرد سے دبے۔ خاوند ہو کر بیوی سے دبے، بے غیرت ہے۔ ہاں رعایت اور چیز ہے اس کو محبت اور شفقت کہتے ہیں۔ سکون کا بہترین اور سہل طریقہ تسلیم وتفویض اور وانکسار ہے۔

تعلق باللہ

آدمی کو چاہئے کہ خدا سے صحیح تعلق پیدا کرے پھر اللہ تعالیٰ بڑے بڑے متکبروں اور فرعونوں کی گردنیں اس کے سامنے جھکا دیتے ہیں۔

توکل

آدمی تدابیر کرے۔ دوا کرے اور پھر خدا پر بھروسہ رکھے یہ ہے اصل توکل۔

اعتقاد کو حال بناؤ

دنیا کے فانی ہونے اور آخرت کے باقی ہونے کا جیسا اعتقاد ہونا چاہیئے اس کا دھیان کرو تا کہ یہ اعتقاد حال بن جائے۔

کوتاہی کا سبب

اعمال میں کوتاہی کا سبب حب دنیا اور عدم اعتماد آخرت ہے۔

دعاء

آدمی کو چاہئے کہ حق تعالیٰ سے دعاء کرے اپنے مقاصد میں کامیابی کی یا رفع پریشانی کی اس طرح کہ حتی الامکان حضور قلب اور عاجزی کے ساتھ مانگے کہ یا اللہ میرا یہ کام کر دے اور ایک ایک مضمون کو تین تین بار کہے کام ہو یا نہ ہو، دعا کو سکون قلب میں عجیب تاثیر ہے۔

علم اور صُحبت

علم بھی بلا صحبت کے بیکار ہے۔ صاحب صحبت بلا علم کی اصلاح زیادہ ہوتی ہے صاحب علم بلا صحبت کے صحابہ سب کے سب عالم نہ تھے صرف صحبت سے پایا جو کچھ پایا اور ہمیشہ اہل اللہ نے صحبت ہی کا التزام رکھا۔ اتنی توجہ علم کی طرف نہیں کی جتنی صحبت کی طرف۔

مسلمان کو ایذاء۔ دین نہیں

حدیث میں ہے، المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ.

(ترجمہ) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں۔ جس فعل سے مسلمان کو ایذا ہو وہ دین نہیں بلکہ ترک دین ہے بعض موقعوں پر نماز کا قطع کرنا اور توڑ دینا واجب ہے مثلاً تمہارے سامنے کوئی کنوئیں میں گرا جاتا ہو اور تم نماز میں ہو تو واجب ہے کہ نماز توڑ کر اس کو بچاؤ اور نہ کرو گے تو نماز کا ثواب نہیں بلکہ گناہ ہوگا۔

زائد از کار باتیں

بعض مہمان زائد از کار باتیں سنانے لگتے ہیں۔ میں جو ایسی باتوں میں لوگوں کے ساتھ ہو جاتا ہوں تو اس کی وجہ مدارات مخاطب ہے کوئی میرے پاس آکر بات کرے اور میں منہ موڑ لوں تو اس کو صدمہ ہوگا۔ بالخصوص مہمان جو دور سے آتے ہیں ان کی دل شکنی بہت زیادہ بری معلوم ہوتی ہے۔ زائد از کار باتوں کی برائی میرے نزدیک دل شکنی سے کم ہے ورنہ میرا دل ان باتوں سے بہت الجھتا ہے۔ مگر کیا کروں اس ضرورت سے صبر کرتا ہوں۔

حضرت والا کی یہ ملاطفت صرف مباح کاموں میں تھی۔ گناہ کی باتوں سے حضرت والا منع فرما دیتے۔ چنانچہ حضرت والا کو کبھی اخباری قصوں اور غیر ضروری باتوں کی ابتداء کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

تربیت

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا میں اپنے نفس پر اور اپنے خاص لوگوں پر شدید ہوں اور غیروں پر نہایت درجہ نرم ہوں۔

مسافر امام کے پیچھے مقیم مقتدی کی قرأت

اگر مقیم مقتدی ہو اور مسافر امام تو امام کی نماز ختم ہونے کے بعد مقتدی اپنی نماز میں قرات نہ کرے صرف بقدر فاتحہ کھڑے ہو کر یا اس سے بھی کم صرف تین تسبیح کی مقدار کھڑا رہ کر رکوع کرے اور اگر الحمد فقط یا سورت بھی پڑھ لی تو اگر سہواً ہے تو نہ گناہ ہوا نہ سجدہ سہو۔ اور اگر عمداً پڑھا تو احناف کے نزدیک گناہ ہوا۔ سجدہ سہو نہیں ہے۔

قدرت کے کرشمے

علی گڑھ جانا ہوا تو کالج والوں نے سائنس کے کمرہ کی بھی سیر کرائی اور بجلی کے تصرفات دکھلائے تو قدرت کے کرشمے نظر آتے تھے حق تعالیٰ نے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں اور انسان کو سب پر غالب کیا ہے۔

دعاء میں تصنع نہ ہو

ایک صاحب نے عرض کیا جناب نے مناجات مقبول کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے کہ حتی الامکان دعاء میں وہی الفاظ ہونا بہتر ہیں جو مطلب کو ادا کرنے والے ہوں۔ تصنع سے بچنا چاہئے آپ اپنا مطلب عرض کیجئے خواہ اردو میں یا عربی میں۔

فرمایا: کہ ایک مرتبہ مولانا رشید احمد صاحبؒ کو ایک صاحب سے ایذا پہنچی مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے اس احتمال سے کہ کہیں مولانا بددعا نہ کردیں حضرت سے عرض کیا کہ حضرت بددعا نہ کیجئے مولانا بہت گھبرائے اور فرمایا کہ توبہ توبہ مسلمان کہیں بددعا بھی کیا کرتا ہے۔ (استغفر اللہ)

فرمایا: کہ نفس کی باگ چھوڑنا غضب ہے جب چھوڑ دی پھر نہیں رکتی بالکل کچھ نہ کہنا تو آسان ہے مگر کہنا اور موقع پر رک جانا سخت مشکل ہے اس لئے بس اسلم یہی ہے کہ اس نفس کو روکے ہی رکھے۔

بدعتی کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا

اہل بدعت کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا قلعی کھل جاتی ہے۔ ایک شخص مکہ معظمہ میں تھے ان کا میلان بدعت کی طرف تھا مرتے وقت وہ ہندوستان کو بہت یاد کرتے تھے کہ مجھے ہندوستان لے چلو۔ دل میں ان کے ہندوستان کی محبت تھی حالانکہ زندگی میں انہوں نے کبھی ہندوستان کا خیال بھی نہیں کیا۔

آنحضرت ﷺ کی شان

حق تعالیٰ کی عظمت کے سامنے بزرگان دین کے مٹنے کے حالات عجیب وغریب ہیں۔ خود آنحضرت ﷺ کو بوجہ تواضع کے اپنے لئے لوگوں کا کھڑا ہونا گوارا نہ تھا مجلس میں کوئی امتیازی شان نہ تھی فرماتے ہیں اسی طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام کھایا کرتے ہیں اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح غلام بیٹھتا ہے۔ ایک شخص آپ کی ہیبت اور رعب سے کانپنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا گھبراؤ نہیں میں کوئی بادشاہ نہیں میں تو ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو معمولی خوراک قدید یعنی سوکھا گوشت کھایا کرتی تھیں۔

دارالعلوم کا حال

ہمارے دیوبندی اکابر کی شان کا تو کیا کہنا۔ مدرسہ کے نگہبان چوکیدار تک اہل اللہ اہل نسبت تھے۔ دن کو یہ مدرسہ تھا رات کو خانقاہ تھا۔ ہر حجرہ سے آہ و بکا رونے گڑگڑانے کی آوازیں بلند ہوتی تھیں۔ مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ نے مدرسہ کی تاریخ بھی ''در مدرسہ خانقاہ دیدم'' میں نکالی۔

حضرت نانوتویؒ کی انکساری

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر چار لفظوں کی تہمت نہ لگی ہوتی تو میں ایسا اپنے کو غائب کرتا کہ کوئی یہ بھی نہ جانتا کہ میں دنیا میں پیدا بھی ہوا ہوں۔ مگر اس غائب نہ کر سکنے پر بھی آپ کی یہ حالت تھی کہ ایسی وضع سے رہتے تھے کہ کوئی نہ پہچانتا تھا کہ یہ کوئی عالم ہیں۔ بس ایک لنگی گاڑھے کی کندھے پر ڈالے ہوئے رہا کرتے تھے۔

لطیفہ

غدر میں مولانا کے پیچھے پولیس پھرتی تھی مگر کسی نے بھی آپ کو نہ پہچانا۔ ایک بار ایسا اتفاق ہوا مولانا مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پولیس آئی اور خود مولانا ہی سے پوچھا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ مولوی محمد قاسم کہاں ہیں؟ تو آپ ذرا سا اپنی جگہ سے کھسک کر فرماتے ہیں کہ ابھی تو یہاں تھے پولیس چلی گئی۔ سفر میں جب کبھی جاتے تو ساتھیوں کو نام بتانے کی ممانعت تھی آپ کا تاریخی نام خورشید حسن بتلایا جاتا۔ اگر وطن پوچھتا تو الہ آباد بتلایا جاتا۔ فرماتے نانوتہ بھی تو اللہ ہی کا آباد کیا ہوا ہے سبحان اللہ کیا اخفائے حال تھا۔ لیکن سورج چھپ تھوڑا ہی سکتا ہے عشاق نے پہچان ہی لیا۔

عیسائیوں سے مناظرہ

عیسائیوں سے مناظرہ ہوا۔ایسی عجیب تقریر فرمائی کہ تمام جلسہ محو حیرت تھا۔تقریر میں عجیب شوکت تھی۔ایک ہندو کہتا پھرتا تھا وہ نیلی لنگی والا مولوی جیت گیا۔

حضرت حکیم الامت کی تواضع

حضرت تھانویؒ بار ہا قسم کھا کھا کر فرماتے ہیں کہ میں اپنے آپ کو کسی مسلمان سے حتیٰ کہ ان مسلمانوں سے بھی جن کو لوگ فساق فجار سمجھتے ہیں فی الحال اور کفار سے بھی احتمالاً فی المال افضل نہیں سمجھتا اور آخرت میں درجات حاصل ہونے کا کبھی مجھے وسوسہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ درجات تو بڑے لوگوں کو حاصل ہوں گے مجھے تو جنتیوں کی جوتیوں میں بھی جگہ مل جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہو۔اس سے زیادہ کی ہوس ہی نہیں ہوتی اور اتنی ہوس بھی بر بناء استحقاق نہیں بلکہ اس لئے کہ دوزخ کے عذاب کا تحمل نہیں اور یہ جو میں بضرورت اصلاح زجر و توبیخ کیا کرتا ہوں تو اس وقت یہ مثال پیش نظر رہتی ہے جیسے کسی شہزادے نے جرم کیا ہو اور بھنگی جلاد کو حکم ہوا ہو کہ اس شہزادے کو درے لگائے تو کیا اس بھنگی جلاد کے دل میں درے مارتے وقت کہیں یہ بھی وسوسہ ہو سکتا ہے کہ میں اس شہزادے سے افضل ہوں۔غرض کوئی مومن کیسا ہی بد اعمال ہو میں اس کو حقیر نہیں سمجھتا بلکہ فوراً یہ مثال پیش نظر ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی حسین اپنے منہ پر کالک مل لے تو اس کو جاننے والا کالک کو برا سمجھے گا لیکن اس حسین کو حسین سمجھے گا اور دل میں کہے گا کہ یہ جب کبھی بھی صابن سے منہ دھولے گا پھر اس کا وہی چاند سا منہ نکل آئے گا۔غرض مجھ کو صرف فعل سے نفرت ہوتی ہے فاعل سے نفرت نہیں ہوتی یہ اکثر فرماتے اللہ کی بارگاہ کے لائق کیا کوئی عمل پیش کیا جا سکتا ہے حضرت والا عظمت و جلال خداوندی اور شوکت و ہیبت قدر الٰہی سے ہمیشہ ترساں اور لرزاں رہتے وہاں مشیخت کی شوخیاں نہ تھیں جذب کے دعوے نہ تھے تفویض کامل وفناء تام حضرت کا شعار زندگی بن گیا تھا حضرت کی اس عبدیت بندگی شکستگی و سرافگندگی پر سو جان قربان۔اگر حضرت کی شان بیان بھی کی جائے تو کیا کیا اور کیونکر۔ان اشعار پر ختم کرتا ہوں

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چیں بہار تو زداماں گلہ دارد

گر مصور صورت آں دلستاں خواہ کشید
لیک حیرانم کہ نازش راچناں خواہد کشید

دوام فی الذکر واتباع سنت

فرمایا: افسوس ہے جس شخص کو دوام فی الذکر اتباع شریعت ۔ اتباع سنت نصیب ہو پھر وہ اور لذتوں کا طالب ہو۔

دعاء کا موقع

ایک صاحب نے کسی کام کے لئے دعاء کو لکھا تھا اس پر فرمایا کہ اس کام کا سامان جمع کر لو پھر جی دعاء کو بھی چاہے گا۔ کوئی شخص تخم پاشی تو نہ کرے اور پیداوار کی برکت کی دعا کراوے یا شادی نہ کرے اور اولاد ہونے کے لئے دعاء کروائے تو کس طرح اولاد ہو گی۔

دین

دین نام ہے حفظ حدود شریعت کا شرعی حدود کو نہ توڑو۔ فرض واجب سنت مستحب مباح ہر ایک کو اپنے درجہ پر رکھو۔ فرائض کو گھٹاؤ نہیں۔ مستحبات کو فرائض سے بڑھاؤ نہیں جیسا آج کل عام ہو رہا ہے جہاں اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے رخصت دی ہے اس پر عمل کر لو۔ رخصتیں اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں خصوص بوڑھوں، ناتوانوں بیماروں کے لئے کسی میں طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصتوں کو بند کر سکے۔ رخصتوں پر عمل کرنے سے عجب نہیں ہوتا۔ ہمیشہ عزیمت پر عمل کرنے سے بڑے بڑے ثمرات کا منتظر رہتا ہے۔ نہ ملیں تو شکایت پیدا ہوتی ہے۔ ایسا خیال خلاف عبدیت ہے تواضع اور فنا کی شان چاہیئے۔

کسی کی پرواہ نہ کرو

مسلمانوں کو ہر حال میں احکام شرعیہ کو اپنا رہنماء بنانا چاہیئے خواہ دنیا ملے یا نہ ملے جاہ حاصل ہو یا نہ ہو طعنے سننے پڑیں یا تعریف ہو کسی بات کی پرواہ نہ کرو۔ کسی کے برا کہنے سے آدمی برا نہیں ہو جاتا کسی کے بھلا کہنے سے بھلا نہیں ہو جاتا اگر تم خدا کے نزدیک اچھے ہو ساری مخلوق تم کو فاسق فاجر اور زندیق کہے کچھ اندیشہ کی بات نہیں اور اگر تم خدا کے نزدیک مردود ہو تو چاہے ساری دنیا تم کو غوث اور قطب کہے اس سے کچھ بھی نفع نہیں۔

کسبِ دنیا اور حُبِّ دنیا

کسب دنیا حرام نہیں حب دنیا حرام ہے روپیہ کمانے کی ممانعت نہیں اس میں کچھ

جانے کی ممانعت ہے۔ اگر گھی دودھ اغذیہ چھوڑ دیئے جائیں تو دماغ میں خشکی آئے گی اور کوئی کام اس سے نہ ہو سکے گا اگر دماغ کی حفاظت کرو گے تو سب کام ہو سکیں گے نفس کو کھلا پلا کر اس سے سرکاری کام لو نفس بطور مزدور کے ہے اور یہ دماغ سرکاری مشین ہے۔ اگر اس کو مزدوری ملتی رہے اور مرمت ہوتی رہے تو کام دیتا رہے گا۔ حضور فرماتے ہیں۔ "ان لنفسک علیک حقا" اور فرماتے ہیں قوی مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر ہے یعنی ظاہری بھی قوی ہو کہ دوسروں کی مدد کر سکے اور باطن میں بھی قوی ہو۔

پابندی اصول اور انضباط اصول

فرمایا: لوگ اصول کی پابندی سے گھبراتے ہیں۔ بے اصولی باتیں کرتے ہیں۔ میں متنبہ کرتا ہوں تو برا مانتے ہیں۔ میں پہلے خود اصول کا پابند ہوتا ہوں پھر پابند ہونے کا کہتا ہوں مجھے انضباط اوقات کا بچپن ہی سے بہت اہتمام ہے جو اس وقت سے لے کر اب تک بدستور موجود ہے اور یہ اسی کی برکت ہے۔

فرمایا: امراء کی اصلاح کا طریق یہ ہے کہ ان سے ذرا استغنا کرے اگر مصلح ان کو زیادہ لگے لپٹے گا تو وہ ذلیل اور خود غرض سمجھ کر نفرت کریں گے میں نے نواب ڈھاکہ سے اسی مصلحت سے صرف ایک شرط لگائی تھی کہ کچھ ہدیہ پیش نہ کرنا۔ صرف اتنی ہی بات سے اتنے معتقد ہوئے کہ باصرار بیعت کی درخواست کی مگر میں نے منظور نہیں کی کیونکہ جو غرض تھی بیعت سے وہ حاصل تھی یعنی اتباع اور دیکھنے والوں سے سنا ہے کہ جب میرا ذکر آتا تھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے اور کہتے تھے کہ صحابہ کا نمونہ اگر کسی کو دیکھنا ہو تو اس کو (یعنی حضرت تھانوی دامت برکاتہم کو) دیکھ لے یہ سب کچھ تھوڑے سے استغناء کی برکت تھی۔

بوڑھوں سے احتیاط

بوڑھے سے زیادہ پردہ اور احتیاط کرنا چاہئے کیونکہ اس میں جس طرح اور قوی کمزور ہیں ایسا ہی شہوت کی مقاومت بھی کمزور ہے اور تقاضا اور میلان اس کو بھی ہوتا ہے اور مقاومت کر نہیں سکتا۔ دوسرا یہ کہ اس کو عروض شہوت کا احساس کم ہوتا ہے اس واسطے وہ اس کو شہوت کا تقاضا سمجھتا ہی نہیں۔ تیسرے یہ کہ اس کو تجربہ کی وجہ سے دقائق حسن کا ادراک بہت ہوتا ہے تھوڑے ہی خیال سے یہ مادہ متحرک ہو جاتا ہے چوتھا یہ کہ جوان تو فراغت کے بعد سرد ہو جاتا ہے اور بوڑھے کو

چونکہ فراغت ہوتی نہیں اس واسطے اس میں میلان قوی رہتا ہے۔ جس کو سوچ سوچ کر مزے لیتا رہتا ہے جو قلب کا زنا ہے۔

حضرت کی فراست

میں جب نواب صاحب کے بلانے پر ڈھاکہ گیا تو وہاں بنگال کے اہل علم اطراف سے ملاقات کو آئے میں نے سب سے کہہ دیا کہ کھانا بازار سے کھانا چاہیئے۔ جب نواب صاحب کو پتہ چلا تو اپنے چچا سے کہ وہی منتظم تھے کھانے کے لئے فرمایا کہ ان سب کا کھانا ہمارے یہاں سے ہوگا انہوں نے مجھ سے کہا میں نے کہا وہ میرے احباب ہیں طفیلی نہیں ہیں۔ میں ان سے نہیں کہتا آپ خود ان کی دعوت کیجئے وہ اگر منظور کر لیں ان کی مرضی پھر ایک ایک کی تلاش کر کے دعوت کی تب وہ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے اور میرے اس طرح نہ کہنے سے طفیلی بن کر کھاتے اور ان صاحبوں نے مجھ سے پوچھا میں نے اجازت دے دی پھر میں نے ان سے کہا کہ ملاحظہ فرمایئے۔ عزت اس میں ہے یا اس میں کہ طفیلی بن کر شامل دعوت ہوتے۔

دعاء افضل ہے یا تفویض

مولانا صاحب نے سوال کیا کہ دعاء افضل ہے یا تفویض بمعنے ترک دعاء میں نے کہا کہ دعاء کرنا سنت کے مطابق ہے اس لئے افضل ہے پھر انہوں نے کہا کہ حضرت پیران پیر عبدالقادر جیلانی ؒ نے تو یہ لکھا ہے کہ ترک دعاء افضل ہے کیونکہ اس میں تفویض ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ ہے اور دعاء میں تفویض نہیں۔ میں نے کہا کہ دعاء ہی افضل ہے اور وہ تفویض کے منافی نہیں کیونکہ دعا میں بھی اس طرح تفویض ہے کہ اس کے ساتھ ہی یہ عزم بھی ہے کہ اگر دعاء قبول نہ ہوئی اور اس کا خلاف ہوا تو اس پر بھی راضی رہیں گے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ دعاء میں عزم و جزم و الحاح نہ کرے کیونکہ دعاء تو عزم سے اور الحاح سے اور بدون تشقیق ہی کرنی چاہیئے لیکن باوجود اس کے اگر قبول نہ ہو تو خلاف ہونے کی صورت میں بھی رضا ہو اور شکایت نہ ہو بس یہی تفویض ہے۔

ایک سب انسپکٹر صاحب کے سوال کا جواب

ایک سب انسپکٹر صاحب جو مرید بھی ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ شام اور عشاء اور صبح کی نمازیں تو جماعت کے ساتھ پڑھ لیتا ہوں اور ظہر و عصر کے وقت بازار سے گزرنا پڑتا ہے اس میں یہ خطرہ ہے کہ ایک تو لوگ ادب و تعظیم کے واسطے اٹھتے ہیں۔ دوسرے اس میں رعب نہیں رہتا۔ اور

اس محکمہ کو رعب کی بے حد ضرورت ہے اور یہ بھی لکھا کہ مجھ کو کچھ حیا بھی آتی ہے لوگوں کے ساتھ دن میں نماز پڑھنے سے میں نے لکھا کہ اگر کسی ایسی جگہ تبدیل ہو جاؤ جہاں مسلمان ہونے سے حیاء اور عار آوے تو کیا ایسی جگہ میں اسلام کو چھوڑ دو گے اور ہیبت کم ہونے کا جواب یہ ہے کہ اس سے ہیبت کم نہیں ہوتی بلکہ محبت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے البتہ نفرت کم ہو جاتی ہے جس کا نام تم نے ہیبت رکھا ہے۔

قناعت پسند علماء

میں قانع علماء کے متعلق جن پر لوگ الزام لگاتے ہیں کہ یہ ترقی نہیں کرتے وعظوں میں ایک مثال بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ایک رئیس کے پاس مثلاً ایک باورچی نوکر ہے اور بہت جاں نثار ہے روٹی بھی پکاتا ہے پنکھا بھی ہلاتا ہے پاؤں بھی دباتا ہے اور تنخواہ اس کی دس روپے ہے۔ مثلاً اتفاق سے اس کے گھر کوئی مہمان آ گیا باورچی کی خدمات اور سلیقہ دیکھ کر اس سے اس نے تحقیق کیا کہ تمہاری تنخواہ کتنی ہے اس نے کہا دس روپے اس پر اس سے مہمان کہتا ہے کہ ہمارے ساتھ چلو ہم تم کو پچیس روپے دیویں گے اور چار آدمی کا کھانا بھی دیویں گے۔ اب میں معترض سے پوچھتا ہوں کہ تم مشورہ دو کہ وہ باورچی کیا کرے؟ بس جو تمہارا فیصلہ اس باورچی کے متعلق ہوگا وہی فیصلہ علماء کے لئے تجویز کر لو۔ ظاہر ہے کہ جانثاری کا تقاضا تو یہی ہے اور تم بھی یہی کہو گے خصوص اگر وہ تمہارا نوکر ہو کہ نہ جاوے اور اپنے مالک کی خدمت میں کم تنخواہ پر ہی پڑا رہے اور اگر وہ ایسا کرے تو اس کی مدح کرو گے پست خیال ہرگز نہ کہو گے۔ عین اسی طرح یہ علماء حق تعالیٰ کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہیں جو وفادار باورچی اپنے مالک کے ساتھ جانثاری کرتا ہے پھر ان کو پست خیال کیوں کہا جاتا ہے۔

رقم وصول کرنے میں احتیاط

پانی پت کے قریب ایک جگہ ہے محمد پور وہاں کے ایک رہنے والے نے جو مجھ سے بیعت بھی ہیں پندرہ روپیہ ہمارے مدرسہ کے لئے پیش کئے مجھے کچھ وہم ہوا (اور مجھے اکثر وہم بلا وجہ نہیں ہوتا یا قرائن سے ہوتا ہے یا بعض دفعہ دل میں کھٹک پیدا ہو جاتی ہے) میں نے ان سے کہا کہ پانی پت تم سے قریب ہے اور وہاں بھی مدرسہ ہے اور قریب کا حق زیادہ ہوتا ہے تم نے یہ روپیہ وہاں کیوں نہ دیا کہا یہ خیال ہوا کہ وہاں دینا ریاء ہے میں نے کہا مجھ کو تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ

یہاں دینے میں یہ مصلحت ہے کہ پیر بھی راضی ہوں گے کہ ہمارے مدرسہ میں دیا اور اللہ میاں بھی سو ہم ایسی شرک کی رقم مدرسہ میں نہیں لینا چاہتے اور رقم واپس کر دی صبح کو انہوں نے آ کر اقرار کیا کہ واقعی میری نیت خراب تھی اب میں اس نیت سے توبہ کر چکا ہوں اور توبہ کر کے پھر پیش کرتا ہوں میں نے کہا اب لاؤ۔

ایک ہندو رئیس کا جواب

ایک رئیس ہندو یہاں آیا اس کے ساتھ اس کا گرو بھی تھا اس نے سوال کیا کہ قرآن شریف آپ کے نزدیک اللہ کا کلام ہے؟ میں نے کہاں ہاں۔ اس نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کے زبان ہے میں نے کہا نہیں اس نے کہا پھر کلام کیسے صادر ہو سکتا ہے؟ میں نے یہ مقدمہ ہی غلط ہے کہ کلام کا صدور بلا زبان نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے انسان تو بواسطہ لسان کے گفتگو کرتا ہے مگر لسان بالذات متکلم ہے لسان کو تکلم کے لئے کسی دوسری لسان کی حاجت نہیں اسی طرح انسان کان سے سنتا ہے ناک سے سونگھتا ہے مگر ان اعضاء کے لئے ان کے افعال میں دوسرے اعضاء کی حاجت نہیں یہ خود بلا واسطہ اور بالذات سنتے سونگھتے ہیں پس اگر اسی طرح اللہ تعالیٰ بالذات متکلم ہوں اور ان کو لسان کی حاجت نہ ہو تو کیا استبعاد ہے اس کو سن کر بہت محظوظ ہوا اور اپنے گرو سے کہنے لگا کہ دیکھا علم اس کو کہتے ہیں۔

کرامات

کرامات علامات قرب ہیں اسباب قرب نہیں کیونکہ غیر اختیاری سے قرب نہیں ہوتا اور فرمایا کہ مجھے اس مسئلہ کے متعلق غیر اختیاری سے قرب نہیں ہوتا ایک شبہ تھا اور وہ برسوں رہا اور میں نے کسی سے اس لئے دریافت بھی نہیں کیا کہ کسی سے حل ہونے کی امید نہ تھی اور وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ابھی دو چار دن سے حل ہوا ہے وہ شبہ یہ تھا کہ نبوت بھی غیر اختیاری ہے لیکن اس کو قرب میں فضل عظیم ہے چنانچہ نبی ہونے کے بعد تمام علماء کا اجماع ہے کہ قرب زیادہ ہو جاتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر اختیاری چیز سے بھی قرب بڑھ جاتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ قرب دو قسم کے ہے ایک وہ جس کی تحصیل مامور بہ ہے یہ قسم اسباب غیر اختیاریہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ دوسرا وہ کہ اس کی تحصیل مامور بہ نہیں۔ یہ قسم ثانی بدوں اسباب غیر اختیاریہ کے حاصل ہو جاتی ہے نبوت کا قرب اس میں داخل ہے اور جب سے یہ جواب سمجھ میں آیا ہے بے حد مسرت ہے۔

سلبِ ایمان

مرنے کے وقت ایمان سلب نہیں ہوتا جیسا عوام میں مشہور ہے پہلے ہی سلب ہو چکتا ہے اور کسی فعل اختیاری سے سلب ہوتا ہے البتہ اس کا ظہور مرنے کے وقت ہوتا ہے کیونکہ وہ انکشاف کا وقت ہوتا ہے تو یوں سمجھا جاتا ہے کہ اب مرنے کے وقت سلب ہوا ہے اور بعض لوگوں کے اس وقت بھی ہوش وحواس درست ہوتے ہیں اور اس حالت میں شیطان ان کو بہکاتا ہے اور وہ باختیار خود بہکانے میں آجاتے ہیں اسی واسطے دعا کی تعلیم فرمائی گئی ہے۔ "**اللھم لَقِنی حجة الایمان عندالممات**" باقی بیہوشی میں اگر کوئی کفری قول یا فعل صادر ہو جاوے اس پر مواخذہ نہیں اور اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ ابلیس کو اضلال کی اسی درجہ کی عقل ہے جیسی حضرت انبیاء علیہم السلام کو ہدایت کی عقل ہے۔

موت کے وقت شیخ کی زیارت

احقر نے عرض کیا کہ موت کے وقت کبھی شیخ بھی حاضر ہوتا ہے فرمایا اس کی دو صورتیں ہیں کبھی واقعی شیخ ہوتا ہے اور یہ کرامت ہے اور اس کا وقوع شاذ و نادر ہوتا ہے اور کبھی حق تعالیٰ کسی لطیفہ غیبیہ کو بشکل شیخ متشکل فرمادیتے ہیں کیونکہ وہ اسی شکل سے مانوس ہے تو اس کے ذریعہ سے اس کو حق کی طرف متوجہ کردیا جاتا ہے۔

خشوع

خشوع کے لئے عمل کی ابتداء میں توجہ کافی ہے ہر ہر لفظ پر ضرور نہیں مثلاً قرآن شریف کی تلاوت سے پہلے یہ خیال کرے کہ محض اللہ تعالیٰ کے لئے تلاوت کرتا ہوں ہر ہر حرف پر ایسی توجہ ضروری نہیں کیونکہ یہ تکلیف مالا یطاق ہے مگر اس میں یہ قید بھی ہے کہ جب تک اس کی مضاد توجہ متحقق نہ ہو اس وقت تک اسی پہلی توجہ کو حکماً باقی سمجھا جائے گا جیسا انسان چلنے سے پہلے یہ ارادہ دل میں کرلے کہ جامع مسجد کی طرف چلتا ہوں بس اتنا کافی ہے ہر ہر قدم یہ ارادہ ضروری نہیں ورنہ چلنا ہی دشوار ہو جائے گا۔ ہاں اگر کسی دوسری طرف ایسی توجہ جو اس پہلی توجہ کی متضاد ہو۔ پائی جاوے تو پھر پہلی توجہ معدوم ہو جائے گی۔

کتب دینیہ کی تعلیم پر اُجرت

ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ تعلیم کتب دینیہ پر گزارے کی ضرورت سے

زیادہ اجرت لینی جائز ہے یا نہیں۔ اس پر فرمایا جائز ہے خصوصاً اس زمانہ میں کیونکہ مباشرت اسباب طبعاً قناعت اور اطمینان کے حصول کا سبب ہے اور بوجہ ضعف طبائع آج کل یہ قناعت اور اطمینان بہت بڑی نعمت ہے۔ باقی یہ کہ ضرورت سے زیادہ کیسی اجازت ہوگی سو ضرورت دو قسم کی ہے ایک حالی دوسری مالی بس ممکن ہے کہ اب ضرورت نہ ہو اور آئندہ چل کر ضرورت ہو جائے۔ اس لئے زائد لینے کی بھی اجازت ہوگی کیونکہ روپیہ زائد پاس ہونے سے ایک قسم کا استغناء رہتا ہے کہ ہمارے پاس روپیہ ہے بلکہ بعض مصالح کے سبب تو بلا ضرورت بھی ایسے ابواب کا قبول کر لینا مستحسن قرار دیا گیا۔ چنانچہ صاحب ہدایہ نے رزق قاضی کے قبول کرنے میں خاص مصلحت بیان کی ہے اور اسی کی بناء پر میں نے جمعرات کی روٹیاں جو یہاں مسجد میں آتی تھیں جاری رکھنے کی رائے دی ہے۔ جس کو بعض موذن بوجہ حاجت نہ ہونے کے رد کر دیتے تھے۔ میں نے کہا کہ رد نہ کی جائیں ممکن ہے کہ یہ حالت استغناء کی ہمیشہ نہ رہے اور پھر کسی دوسری موذن کو ضرورت واقع ہو اور اگر لوگوں کی عادت نہ رہی تو دوسرا موذن تنگ آ کر مسجد چھوڑے گا اور مسجد غیر آباد ہو جائے گی۔ یہی مصلحت مدرسی کی تنخواہ لینے میں بھی ہے کہ سلسلہ جاری رہنے سے اہل اعانت کی عادت رہے گی نیز اس سے انکار کرنے میں در پردہ امام شافعی پر اعتراض ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ بالکل جائز ہے اور اگر اس میں طمع کا شبہ ہو تو اتنی طمع بھی جائز ہے۔

ے چوں طمع خواہد زمن سلطان دین
خاک برفرق قناعت بعد ازیں

تائید میں فرمایا: حضرت سفیان ثوری اس درجہ کے زاہد تھے کہ ان کے پاس ہارون رشید کا خط آیا تو لکڑی سے کھول کر پڑھا تھا اور فرمایا تھا کہ اس خط کو ظالم کا ہاتھ لگا ہے مگر باوجود اس کے وہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں کچھ مال جمع رکھنا مصلحت ہے کیونکہ اگر ناداری کی حالت میں ضرورت پڑے گی تو مضطر ہو کر پہلے دین ہی کو تباہ کرے گا اس واسطے تنخواہ ضرور لے اور کچھ بچ جاوے تو اس کو جمع کرتا رہے۔

عذابِ ابدی اور رحمتِ حق

خواجہ عزیز الحسن صاحب نے سوال کیا تھا کہ عذاب ابدی اور رحمت حق کو جب موازنہ کر کے خیال کریں تو سمجھ میں نہیں آتا۔ اس وقت قلب میں یہ جواب پیدا ہوا کہ یہ استبعاد اپنے انفعال سے پیدا ہوتا ہے مثلاً انسان جب اپنے دشمن کو سزا دیتا ہے تو اس کی حالت زار کو دیکھ کر رحم

کرتا ہے یہ انفعال ہے اور اللہ تعالیٰ انفعال سے پاک ہیں ان کا عذاب اور قہر ارادی ہے اور اختیاری ہے جوان کے کفر پر تجویز کیا گیا ہے تو یہ لوگ خود اپنے ہاتھوں سے جہنم میں گرتے ہیں اور خلاف رحم تب ہوتا کہ جب پہلے سے پتہ نہ دیا ہوتا۔ باقی ایسے علوم میں زیادہ غور کرنا مناسب نہیں کیونکہ یہ علوم واجب کے ارادہ اور علم سے تعلق رکھتے ہیں اور ارادہ وعلم صفات واجب میں سے ہے اور ان کا ادراک بالکل محال ہے اس لئے ایسے علوم کی حقیقت حاصل ہو نہیں سکتی اس واسطے حضور پر نور نے ایسے مسائل کی تحقیق سے منع فرما دیا ہے اور نہ ان کے سمجھنے کو کوئی قرب حق میں دخل ہے بلکہ اس کے عدم فہم میں قرب حق ہے کہ ہمارے روکنے سے ہمارا بندہ رک گیا۔ اور جن جن مسائل کی تحقیق مزید سے منع فرمایا ہے جیسے مسئلہ قدر وغیرہ وہ سب ایسے ہی ہیں۔ گو ایسی تعلیمات حاکمانہ ہی ہے چنانچہ شیطان کے دلائل کے جواب میں فرمایا اخرج فرمانا اور اس کے مقدمات ودلائل کا جواب نہ دینا اس کی دلیل ہے اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ حکیمانہ جواب سے یہ طریق حاکمانہ زیادہ مفید ہے۔

جواب کا مقصد

کہ مولوی صاحب نے ایک دفعہ اپنی ایک حالت باطنی کے متعلق تردد ظاہر کیا میں نے جواب میں اطمینان دلایا۔ انہوں نے فرمایا کہ جواب تو صحیح ہے مگر تسلی نہیں ہوئی۔ میں نے کہا مجھ کو مقصود اپنی تسلی ہے آپ کی تسلی مقصود ہی نہیں طبیب کو اپنی تسلی مقصود ہوتی ہے نہ کہ مریض کی تسلی کہ وہ اس کے اختیار میں نہیں اور نہ ہی مقصود ہے اور نہ اس کی عدم تسلی مضر ہے اس سے ان کی تسلی ہو گئی۔

مباشرتِ اسباب

اس زمانہ میں تو معاش کے لئے مباشرت اسباب ہی مصلحت ہے کیونکہ ترک اسباب سے تقدس کا شبہ ہو جاتا ہے اور مباشرت اسباب کی صورت میں اس شبہ سے نجات ہے۔

کرامت کا درجہ

کرامت کا درجہ بتصریح اکابر مجرد ذکر لسانی سے بھی متاخر ہے چنانچہ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا افضل ہے کرامت سے کیونکہ وہ سبب ہے قرب کا اور کرامت قرب کا سبب نہیں بلکہ قرب کا مسبب ہے۔

اخلاق رکھنا اور جاننا

بوعلی سینا ایک بزرگ کی ملاقات کے واسطے گیا اور ان بزرگ کے سامنے ایسی تقریریں

بھگاریں جس میں اپنے علم کا اظہار تھا اور واپس آنے کے بعد حاضرین سے پوچھا کہ شیخ نے میری نسبت کیا رائے ظاہر کی کسی نے کہا انہوں نے یہ فرمایا ''بوعلی اخلاق ندارد'' ابن سینا نے فوراً علم اخلاق میں ایک کتاب تصنیف کر کے ان بزرگ صاحب کے پاس بھیج دی تا کہ معلوم ہو جاوے کہ ان کا فیصلہ غلط ہے انہوں نے کتاب کو دیکھ کر فرمایا ''من نگفتم کہ اخلاق نداند بلکہ گفتم اخلاق ندارد''۔ اور تصنیف کرنا مستلزم داشتن کو نہیں۔

بیعت میں تاخیر

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو آوے اس کو بیعت کر لیا جاوے ورنہ کسی بدعتی پیر کے ہاتھ میں پھنس جاوے گا۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے تو اپنے اس فعل سے اس کو بدعتی کے ہاتھ میں پھنسنے سے روکا ہے کیونکہ میرے اس دیر کا حاصل یہ ہے کہ یہ کام سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے۔ جلدی نہ کرے اور بالفرض اگر خاص وہ ایک شخص کسی بدعتی کے یہاں پھنس بھی گیا تو دوسرے پچاسوں آدمی سوچ سمجھ کر پیر تجویز کریں گے اور بدعتیوں سے بچیں گے سمجھیں گے کہ جلدی کرنا اچھا نہیں پس میرا یہ فعل تو بدعتیوں سے دور رہنے کا سبب ہے نہ کہ ان کے پاس جانے کا ذریعہ۔ غرض ہم اس کے پھنسنے کا سبب نہیں ہیں وہ خود اپنے فعل کا مباشر بالاختیار ہے۔

باب ۱۴

حضرت کی اور حضرت کے خاندان کی انوکھی شان

واللہ دوسروں پر اعتراض کے خیال سے نہیں۔ بدعتی اور باطل فرقوں کی تو بات چھوڑیئے اہل حق نے جو طریقے بھی اختیار فرمائے اور ٹھیک تھے۔ ہر کسے راہبرے کارے ساختن۔ ہرایک کی غرض دین اوراخلاص تھااور ہمارے حضرت میں تواس درجہ احتیاط تھی کہ بیعت کے وقت چاروں سلسلوں چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ اور سہروردیہ میں بیعت فرماتے تھے تاکہ کسی سلسلہ پراعتراض نہ رہے سب اہل حق تھے ان حضرات نے جو طریقہ بھی اصلاح امت کا اختیار فرمایا حق تھا مگر حق تعالیٰ نے چونکہ حضرت کو مجدد طریق بنانا تھا اور حضرت سے احیاء سنت، اعلاء کلمۃ الحق اور اصلاح امت کا ایک عظیم الشان اور کام لینا منظور تھا اس لئے ابتدائی عمر میں حضرت کے دل میں تبلیغ اوراشاعت دین کا ایک مجددانہ ومصلحانہ ذوق اور تقاضاودیعت فرمادیا تھا۔ اور جو مفاسد پیدا ہونے والے تھے ان کے سمجھنے کا فہم عطاء فرمادیا تھا۔ حق تعالیٰ نے اپنے اس مخصوص بندے سے حفظ حدود شریعت کا انقلاب انگیز کام لیا۔ بعض جائز بلکہ مستحب کاموں میں جہاں اندیشہ فساد کا تھا۔ حضرت کی دور بیں نظر نے ان کو دیکھ لیا اور ان کی اصلاح فرمائی۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت کی وصیت

حضرت نے وصیت فرمائی۔ میرے ایصال ثواب کے لئے کبھی جمع نہ ہوں نہ اہتمام سے نہ بلا اہتمام۔ اگر کسی دوسرے اتفاق سے بھی جمع ہوجاویں تو تلاوت وغیرہ کے وقت قصداً متفرق ہوجاویں اور ہر شخص منفرداً بطور خود جس کا دل چاہے دعاوصدقہ وعبادت نافلہ سے نفع پہنچا دے، نیز میری مستعمل چیزوں کے ساتھ متعارف طریق سے تبرکات کا سامعاملہ نہ کریں البتہ اگر کوئی محبت سے شرعی طریق سے اس کا مالک بن کر مخفی طور پر اپنے پاس رکھے مضائقہ نہیں اس کا اعلان اور دوسروں کو دکھانے کا اہتمام نہ کیا جاوے۔ (اشرف السوانح حصہ سوم صفحہ ۲۴۵)

فضول رسمیں

میں دیکھتا ہوں کہ آج کل کسی کے مرنے پر اس کا بڑا حق یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کی

یادگار منانی شروع کردی۔ جلوس نکالا۔ اس کا یوم وفات منایا۔ ریزولیشن پاس کردیا۔ اخباروں میں چھاپ دیا کہ فلاں فلاں شریک ہوا' بھلا اس بیچارے کو کیا فائدہ پہنچا؟ میری چھوٹی ہمشیرہ کا جب انتقال ہوا تو میں اس زمانہ میں جامع العلوم کانپور میں مدرس تھا۔

ہمشیرہ صاحبہ کے انتقال کا واقعہ

جس وقت اس خبر کی اطلاع کا خط آیا۔ میں درس دے رہا تھا۔ گو میں نے درس موقوف نہیں کیا۔ نہ طلباء کو اس کی خبر ہونے دی۔ لیکن پھر بھی آخر بہن تھیں۔ چہرے سے غم کے آثار سب پر ظاہر ہو گئے۔ یہاں تک کہ طلباء نے پوچھا کہ کیا خط میں کوئی رنج کی بات لکھی ہے؟ اس وقت میں نے ظاہر کردیا کہ ہاں میری بہن کا انتقال ہوگیا۔ اس پر سب نے کہا کہ آج ہم سبق نہیں پڑھیں گے۔ میں نے کہا کہ میاں پڑھو بھی۔ اس کو ثواب ہوگا' فائدہ ہوگا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ نہیں آج تو جی نہیں چاہتا۔ پھر میں نے اصرار نہیں کیا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا اب ہم اجازت چاہتے ہیں کہ ہم سب قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کریں۔ میں نے کہا بھائی تمہاری خوشی ہے۔ میں تو اپنے دوستوں کو اس کی بھی تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ یوں بطور خود اپنی محبت سے ایصال ثواب کریں تو اختیار ہے۔ ایصال ثواب کی فضیلت بھی بہت ہے اس لئے میری طرف سے اجازت ہے' مگر ایک طریق سے وہ یہ کہ مجتمع ہو کے نہیں بلکہ اپنے اپنے حجروں میں بیٹھ کر تا کہ جس کا جتنا جی چاہے پڑھے۔ پھر میں نے یہ بھی کہہ دیا کہ مجھے اطلاع مت کرنا کہ کس نے کتنا بخشا' ورنہ اطلاع کی ضرورت سے ہر شخص یہ چاہے گا کہ کم از کم پانچ پارے تو پڑھوں۔ حالانکہ اگر میری اطلاع کے لئے پانچ پارے پڑھے تو ان کا ایک حرف بھی مقبول نہیں بخلاف اس کے اگر کسی نے خلوص سے صرف ایک بار قل ہو اللہ پڑھ کر بخشا تو یہ قل ہو اللہ مقبول ہے اور مرحومہ کے حق میں نافع اور وہ پانچ پارے مقبول اور نافع نہیں چنانچہ جس کو جتنی توفیق ہوئی اس سے بطور خود بلا مجھے اطلاع کئے ہوئے آزادی اور خوش دلی کے ساتھ پڑھ کر بخش دیا۔ تو کسی کے مرنے پر کرنے کے کام تو یہ ہیں۔

اب میں جلسہ کرتا' مرحومہ کی تعریفیں کرتا' اظہار غم کا ریزولیشن پاس کرتا' اخباروں میں شائع کرادیتا۔ مدرسہ میں تعطیل کردیتا تو اس سے مرحومہ کو کیا فائدہ ہوتا؟ بلکہ جو مدح سمجھی جاتی ہے اس کے بارے میں تو بصورت خلاف واقع ہونے کے حدیث میں آیا ہے کہ مردہ سے سوال ہوتا ہے "هذا كنت" کیا تو ایسا ہی تھا۔ لیجئے تعریفوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ باز پرس ہو رہی ہے اور ملامت کی جا رہی ہے۔ لیجئے یہ انعام ملا۔

بیعت میں حضرت کا طریقہ

اکثر اہل حق شیوخ بھی جب کوئی بیعت کی درخواست کرے تو فوراً بیعت فرما لیتے ہیں۔ کہیں تشریف لے جائیں لوگ زیارت کے لئے آ رہے ہیں۔ شام ہوئی تو اعلان ہوتا ہے کہ جو حضرات بیعت ہونا چاہتے ہیں آ جائیں اور بعض اوقات بیعت ہونے والوں کی فہرست تیار ہوتی ہے اور پھر سب کو بیعت فرما لیا جاتا ہے۔

مگر ہمارے حضرت کی شان نرالی تھی۔ اگر کوئی کسی کو حضرت سے بیعت ہونے کی ترغیب دیتا۔ زیر عتاب آ جاتا۔ اس سلسلہ میں اکابر تک کی سفارش قبول نہ فرماتے۔ جب تک مناسبت نہ ہو جاتی اور کام میں لگا ہوا نہ دیکھ لیتے بالکل بیعت نہیں فرماتے تھے خواہ کتنا عرصہ گزر جائے۔ جو آدمی تعلیم کی درخواست کرتا حضرت خوش ہوتے اور فوراً تعلیم شروع فرما دیتے اور جو بیعت پر اصرار کرتا خوش نہ ہوتے اور بیعت نہ فرماتے۔

بیعت کی روح

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اس کی ضرورت نہیں کہ بیعت ہو جاؤ۔ جی کس کی پیری مریدی لئے پھرتے ہو یہ تو پکھنڈ ہے۔ بیعت کی صورت ضروری نہیں۔ اصل چیز بیعت کی روح یعنی اتباع ہے۔ پیر کے کہنے کے مطابق کام شروع کر دو وہی نفع ہوگا جو پیری مریدی میں ہوتا ہے۔ لوگوں کا عجب حال ہے کام بتائیں تو نہ کریں بس بیعت کا نام چاہتے ہیں۔ بیعت کیا محض ایک رسم رہ گئی ہے جو پیر بیعت کر لیں کام نہ بتائیں ان سے خوش ہیں۔ میں مرید تو کرتا نہیں کام بتلاتا ہوں تو مجھ سے ناراض ہیں۔ یوں سمجھ رکھا ہے کہ جو بھید ہیں فقیری کے جو انجھر ہیں پریم کے وہ مریدوں ہی کو بتائے جاتے ہیں وہ بتا دے گا اللہ والے بن جائیں گے۔ دھرے تھے انجھر دھرے سے بھید' ڈلے پتھر' میاں خدا اور رسول کا نام لو بس یہی انجھر ہیں اصلاح نفس کے طریقے پیر سے پوچھو یہی بھید ہیں۔ اگر کوئی کہے بس باطنی طریق بس یہی ہے تو ہم آواز بلند کہیں گے کہ ہاں یہی ہے۔

ضوابطِ بیعت

بیعت کے وقت کسی سے نذرانہ قبول نہیں فرماتے' نہ مرمرے نہ بتاشے نہ کسی سے شیرینی وغیرہ کی اجازت دیتے ہیں۔ کیونکہ ایک تو یہ طرز سنت نبوی کے خلاف۔ دوسرے غرباء اور مفلس بیعت سے محروم رہتے ہیں نہ ان کو نذرانہ کی قدرت نہ تقسیم شیرینی کی وسعت۔ ہاں

دوسرے وقت میں اگر کوئی بے تکلف ہوجاوے یا پرانے تعلقات والا ہو۔ قبول ہدیہ میں مضائقہ نہیں فرماتے۔ مگر وہ بھی ایسے طور پر نہیں جس سے لوگ یہ سمجھیں کہ یہ تو بغیر نذر کے توجہ ہی نہیں کرتے۔۔۔۔۔ پھر اس میں یہ بھی شبہ رہتا ہے کہ۔۔۔۔۔ حرام یا مشتبہ آمدنی سے نہ ہو۔ مگر اسی حد تک کہ جس کا علم ہوجائے یا وہ شخص مشتبہ یا حرام آمدنی کے پیشہ میں خود مشہور ہو۔ اس سے زیادہ تجسس نہیں فرماتے کیونکہ شریعت میں وہ بھی ممنوع ہے چنانچہ دو معزز عہدہ داران حیدرآباد نے آپ کی دعوت کی آپ کو یہ علم ہوگیا کہ ان کی تنخواہ کے مدات قواعد شرعیہ پر منطبق نہیں ہیں۔ آپ نے رد دعوت تو نہیں فرمایا۔ البتہ ان سے مخلصانہ طور پر کہہ دیا گیا کہ مہربانی کرکے قرض لے کر دعوت کا کھانا پکائیے۔ چنانچہ سنجیدہ اور ذی فہم لوگ تھے نہایت خوشی سے انہوں نے قبول کرلیا۔ بیعت بھی ہر شخص کو نہیں کرتے پہلے اس کو ذکر و شغل میں لگا دیتے ہیں اور وہ اپنے حالات کی اطلاع دیتا رہتا ہے اس کے بعد اگر اس نے درخواست کی اور اس میں رُشد کے آثار ملاحظہ فرمائے تو بیعت فرما لیتے ہیں، ورنہ نہیں۔

فرماتے ہیں ''مجھے اپنے جتھ کے بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ کام کرنے والے چاہئیں۔'' یہ تو حضرت کی حالت ہے۔ سفر میں تو سوائے مستورات اور مریضوں کے کسی کو بیعت نہیں فرماتے۔ اس زمانہ قیام حیدرآباد میں بیسیوں لوگوں نے بیعت کی درخواست کی۔۔۔ مگر آپ نے انکار فرمادیا۔ اور نہایت شفقت سے فرمایا کہ سفر میں بیعت نہیں کرتا کیونکہ سفر میں میں بھی مہذب بنا رہتا ہوں۔ اور جو صاحب میرے پاس تشریف لاتے ہیں وہ بھی مہذب ہوکر ملتے ہیں۔ کسی کی اصلیت کا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ آپ آکر میرے پاس تھانہ بھون میں رہیں۔ میرے اندرونی بیرونی حالات آپ کو معلوم ہوجائیں۔ میری عام معاشرت کا آپ کو علم ہوجائے۔ اور مجھے بھی آپ کے اخلاق، استعداد، عادات اور پورے حالات کا علم ہوجائے گا۔ اس حالت میں اگر فریقین کی رضامندی ہوئی تو بیعت بھی ہوجائے گی اور کچھ تصوف اور سلوک کا دارومدار بیعت پر نہیں۔ وہ تو کام کرنے پر اور شیخ کی اطاعت پر ہے جیسا شیخ کہے بلاچوں وچرا اس کا حکم تسلیم کرے ہاں اگر صاحب خبرت ہے اور شیخ کا حکم صریح شریعت کے خلاف ہے تو کبھی اطاعت نہ کرے۔ مگر گستاخی نہ کرے ادب سے عذر کردے وہ بھی جب کہ شیخ صاحب کمال ہو ورنہ ایسے شیخ ہی کو خیرباد کہے۔

ارشاد کی بے وقعتی

عزیزو! واقع میں حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ کا فرمان عین شریعت کے مطابق

ہے۔ یہ بھی کوئی دینداری اور دیانت ہے کہ اپنی شوکت اور عظمت بڑھانے کی غرض سے جو آیا اسے پھانس لیا جائے جو عمل کرے پیر صاحب ضامن ہیں۔ فقط بیعت کی اور ایک پرچہ نجات ہاتھ میں پکڑوا دیا جب کبھی پیر صاحب تشریف لائے تو جلو میں مریدوں کا ایک جم غفیر ساتھ ہے پیر صاحب ہیں کہ شہر بشہر دربدر مریدوں کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ جو ملا پیر صاحب نے اپنے جال میں پھانس لیا۔

ایک دفعہ میں حیدر آباد سے سکندر آباد آ رہا تھا ایک نوجوان شخص میرے درجہ میں سوار تھا۔ خدا جانے اس کو کیا سوجھی کہ اس نے میرے سامنے اپنی بیوی کی بے اعتنائی اور اپنے سسرال والوں کی روک رکھنے کی شکایت کی اور رونے لگا۔ اس نے اپنی بے تابی اور بیوی کے ساتھ عشق و محبت کے واقعات بھی بیان کئے۔ اور مجھ سے طالب دعا ہوا۔ مجھے بھی اس کے بیان سے بہت ہی دل میں رقت ہوئی۔ میں نے اس کو تسلی دلا سا دیا کہ خدا کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔ پھر ملاپ ہو جاوے گا۔ اسی اثناء میں اس نے بیان کیا کہ اسی غرض سے حضرت شاہ صاحب جو آج کل حیدر آباد میں آئے ہوئے ہیں ان سے بیعت بھی ہو گیا کہ شاید کوئی عمل بتائیں اور میں اس درد جدائی سے نجات پاؤں۔ مجھے یہ واقعہ سن کر سخت تعجب ہوا کہ اللہ اللہ مشائخ کی یہ شان اور یہ ارشاد باقی رہ گیا ہے۔ اور اس نعمت بیعت کو اس قدر بے وقعت کر دیا گیا ہے۔

مقاصد بیعت

پیر صاحب کا کام نہ ضامن ہونے کا ہے نہ جورو دلانے کا ہے۔ اس کا کام صرف صحیح راستہ بتانا اور پر حذر مواقع سے مرید کو متنبہ کرنا ہے عمل کرنا مرید کا کام ہے۔ اور ثمرہ کا ترتب خدا کا کام ہے۔ اگر مرید کی غرض صحیح نہیں اور پیر کو بیعت کر کے دھوکہ دینا چاہتا ہے اور دھوکہ ہو بھی گیا۔ اس میں صرف مرید ہی قابل اعتراض نہیں بلکہ پیر بھی قابل مواخذہ ہے۔ کیونکہ جزم و احتیاط پیر کا فرض تھا۔ ہاں جزم و احتیاط کے بعد بھی اس قسم کا دھوکہ ہو جائے تو پیر ہر قسم کی تشنیع اور شماتت سے بری ہے اس لئے کہ وہ غیب دان نہیں اور نہ غیب دانی کا وہ شرعاً مکلّف ہے اور نہ کشف و الہام اختیاری ہے۔ یہی سنت ہے انبیاء کی علیہم وعلی نبینا الصلوۃ والتسلیمات ہر نبی کے ساتھ ہمیشہ ایک گروہ منافقین کا ہوگا۔ اور ہر نبی پر ظاہر کے اعتبارات کا لحاظ فرض تھا استعلام باطن کے وہ مکلّف نہ تھے۔ بہت سے منافقین سے ان کو ایک عرصہ تک علم نہ ہوتا تھا۔ وہ معذور تھے۔ رہی یہ بات کہ یہ

عذر ہر شیخ پیش کرسکتا ہے کہ باوجود احتیاط کے بھی مریدوں کے ضمائر ان سے مخفی رہے مگر میں بھی کہتا ہوں کہ یہ جواب صحیح ہے اگر قرائن وآ ثار اس کی تصدیق (پھر غور سے دیکھا جاوے تو یہ قیاس مع الفارق ہے تعلیم احکام فرض ہے اس کے لئے کاوش نہ چاہئے بیعت فرض کیا کسی درجہ میں بھی ضروری نہیں۔اس میں کاوش ضروری ہے۔۱۲) کریں یہ نہیں کہ ادھر سے مرید نے شیخ کی صورت دیکھی ادھر شیخ نے مرید کی اور دس منٹ میں بہ تراضی طرفین عقد مرتب ہوگیا۔

بے نتیجہ بیعت

بعض اوقات تو اس کی بھی نوبت نہیں آتی ۔ پیر نے چادر پھینکی اور ایک فوج نے اسے چھولیا پیر صاحب مرید کی صورت اور نام سے بھی آگاہ نہیں۔ایسی بیعت سے کوئی نتیجہ نہیں۔سلسلہ میں شریک ہونے سے برکت بھی اسی وقت حاصل ہوتی ہے کہ مرید بھی مقتضاء بیعت پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہو اگرچہ قصور و تقصیر واقع ہوجائے۔نہ یہ کہ بیعت کو ذریعہ نجات سمجھ کر اعمال عادیہ بھی ترک کرے ایسی بیعت شرعاً بالکل ناجائز اور حرام ہے۔کیونکہ وہ اتکال منہی عنہ ہے اس سے اجتناب فرض ہے ورنہ مرید تو ڈوبے ہی تھے پیر صاحب بھی پاتال پہنچ گئے اور مفسدین کی فہرست میں نام لکھا گیا۔جس کی قرآن شریف میں صاف ممانعت ہے۔(**ولا تعثوا فی الارض مفسدین**) اور یہ شرعی قاعدہ ہے کہ اگر کوئی امر مطلوب شرعی نہیں اور درجہ استحباب میں ہے اور اس کے استعمال سے مفسدہ پیدا ہوتا ہے۔تو اس کا ترک کردینا فرض ہے۔اور اگر مطلوب شرعی ہے تو مفسدہ کی اصلاح فرض ہے۔میں خود کچھ عرض نہیں کرنا چاہتا۔ناظرین کرام خود اس قسم کی بیعت کو اس معیار پر جانچ لیں۔میرے خیال میں مرید ہونے والوں میں سے جو بلا جانچ پڑتال جھٹ منگنی پٹ نکاح بیعت ہوجاتے ہیں اور پیر بھی جانچ نہیں کرتے فی صدی دس بھی ایسے نہیں نکلیں گے جو بیعت کی غرض وغایت اپنی دینی اصلاح تزود آخرت سمجھتے ہوں و نیز اس قسم کی بیعت کرنے والے پر فیصد ایک بھی اس غرض وغایت کا نہیں ملے گا۔اس کی تو واحد غرض حب جاہ ومال ہے۔اسی لئے جو سامنے آیا اسے پھانسا (**اعاذنا اللّٰہ منھم**) بلکہ اکثر وبیشتر مریدوں کی یہ غرض ہوتی ہے۔ بیعت ہوکر بلا کسی عمل کے بلیات دنیا و عقبیٰ سے نجات پاجائیں جو مفسدہ فی الدین ہے اور سراسر اتکال ممنوع ہے۔(سفرنامہ حیدرآباد دکن صفحہ ۲۹ تا ۳۳)

حفظِ حقوق

حضرت والا کو دوسرے حفظ حقوق کا غایت درجہ اہتمام تھا اور یہ حضرت والا کی

خصوصیات خاصہ سے تھا چنانچہ اگر کبھی تھوڑا سا بھی مسجد کا گرم پانی وضو سے بچ جاتا تو اس کو بھی سقاوہ ہی میں جا کر ڈال آتے تا کہ مسجد کا اتنا مال بھی ضائع نہ جائے۔ حضرت والا کو حفظ حقوق اور صفائی معاملات اور امانات کو خلط سے محفوظ رکھنے کا کس درجہ اہتمام تھا اور کیسی کیسی جزئیات دقیقہ پر نظر تھی جن کی طرف باوجود بدیہی ہونے کے وجہ قلت اہتمام آج کل خواص کا بھی ذہن نہیں جاتا۔ **الاماشاء اللہ. الحمدللہ** حضرت والا **بعون اللہ تعالیٰ** بہ فحوائے۔

شاید ہمیں نفسِ نفیس واپسین بود

ہر وقت اپنے سب معاملات کو صاف ستھرا مثل آئینہ رکھتے تھے تا کہ عنداللہ خود بھی مواخذہ سے بری رہیں اور بعد میں دوسروں کو بھی حضرت والا کے کسی معاملہ کے متعلق کسی قسم کی الجھن نہ ہو۔

"ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء"

فنائے نفس

حضرت والا کی شان فناء ملاحظہ ہو' فرمایا میں ہمیشہ سڑک کے کنارے چلا۔ بہتر رستہ دوسروں کے لئے چھوڑا۔ اس معاملہ میں میں نے بھنگیوں بلکہ مواشی تک کو اپنے آپ پر ترجیح دی حتیٰ کہ میری ٹانگیں کمزور ہو گئیں اور میں نالی میں گر گیا پھر میں عذر کی وجہ سے سڑک کے بیچ میں چلنے لگا۔

ملاحظہ فرمائیں بھنگیوں اور مواشی کو اپنے آپ پر ترجیح دے رہا ہے۔ بار بار قسم کھا کھا کر فرمایا کہ میں اپنے آپ کو کسی مسلمان حتیٰ کہ ان مسلمانوں سے بھی جن کو لوگ فساق فجار سمجھتے ہیں فی الحال اور کفار سے بھی احتمالاً فی المآل افضل نہیں سمجھتا اور آخرت میں درجات حاصل ہونے کا کبھی وسوسہ بھی مجھے نہیں ہوتا کیونکہ درجات تو بڑے لوگوں کو حاصل ہونگے۔ مجھے تو جنتیوں کی جوتیوں میں جگہ مل جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہو اس سے زیادہ کی ہوس ہی نہیں ہوتی اور اتنی ہوس بھی بر بنائے استحقاق نہیں بلکہ اس لئے کہ دوزخ کے عذاب کا تحمل نہیں۔ میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا نہ علمی نہ عملی نہ حالی نہ قالی مجھ میں تو سراسر عیوب ہی عیوب بھرے پڑے ہیں۔ میری اگر کوئی برائی کرتا ہے مجھے وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو واللہ تعجب ہوتا ہے کہ مجھ میں بھلا کون سی بات تعریف کے قابل ہے اسے دھوکہ ہوا ہے حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب کو پوشیدہ کر رکھا ہے۔

ایک صاحب کا خط آیا پوچھا تھا حضرت کیا میں محروم ہی رہ جاؤں گا؟

تحریر فرمایا: کیا مجھ سے پوچھتے ہو کیا محروم ہی رہ جاؤ گے؟

مجھے اپنا ہی کچھ پتہ نہیں کہ کیا حال ہوگا کوئی کھیر تو نہیں کہ چٹا دوں معلم کا کام تو تعلیم دینا ہے۔

وہاں پیرجیوں کی تعلیاں نہ تھیں جذب کی شوخیاں نہ تھیں بخشوائے کے وعدے نہ تھے کمال کے دعوے نہ تھے کسی سے بڑا ہونے کی شیخیاں نہ تھیں کوئی ناز نہ تھا۔ عبدیت تھی انکساری تھی فنائیت تھی۔ اپنے قصوروں کا اقرار تھا۔ لوگوں سے اپنی کوتاہیوں کی معافیاں مانگ رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں وصیت نامہ کی چند سطور اور یہ الفاظ کہ تحریر اور یہ الفاظ کہ تحریر فرما رہے ہیں: احقر اذل ارزل افقر نام کا اشرف، کام کا اکثف اشرف علی۔

میں اپنے سب دوستوں سے استدعا کرتا ہوں کہ میرے سب معاصی صغیرہ وکبیرہ عمداً وخطأً کے لئے استغفار فرمائیں اور جو میرے اندر عادات واخلاق ذمیمہ ہیں ان کے ازالہ کی دعا کریں۔

میرے بعض اخلاق سیئہ کے سبب بعض بندگان خدا کو حاضرانہ وغائبانہ میری زبان وہاتھ سے کچھ کلفتیں پہنچی ہیں اور کچھ حقوق ضائع ہوئے ہیں خواہ اہل حقوق کو اس کی اطلاع ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ میں نہایت عاجزی سے سب چھوٹے بڑوں سے استدعا کرتا ہو کہ للہ دل سے ان کو معاف فرماویں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تقصیرات سے درگزر فرماویں گے۔ میں بھی ان کے لئے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں عفو وعافیت عطا فرماویں۔ معذرت کرنے والے کی تقصیر سے درگزر کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے اور اگر معاف کرنے کی ہمت نہ ہو تو حسب فتویٰ شرعی مجھ سے عوض لے لیں خدا کے لئے قیامت پر مواخذہ نہ رکھیں کہ اس کا کسی طرح تحمل نہیں۔

اس کے قبیل کی کوتاہیاں جو دوسروں سے میرے حق میں ہوگئی ہوں، میں طیب خاطر گزشتہ اور آئندہ کے لئے محض خدا تعالیٰ کے راضی کرنے کو اور اپنی خطاؤں کی معافی کی توقع پر وہ سب معاف کرتا ہوں۔

حضرت کی محبت دلسوزی اور خیر خواہی

فرماتے ہیں تکلیف میں کسی دشمن کو بھی نہیں دیکھ سکتا جہاں کسی کو ذرا سی تکلیف میں دیکھتا ہوں۔ بس جی یہ چاہتا ہے کہ اپنا دل نکال کر اس کے سامنے رکھ دوں۔ میں مدت سے یہ دعاء

مانگ رہا ہوں اے اللہ میری وجہ سے اپنی کسی مخلوق سے مواخذہ نہ فرمائیو۔ جو کچھ میرے ساتھ کسی نے برائی کی یا آئندہ کرے میں نے سب معاف کی۔

فرماتے مان لو کسی کو میری وجہ سے سزا ہو گئی مجھے کیا ملا۔ کیا میں کسی کو اپنی وجہ سے دوزخ میں جلتا دیکھ سکوں گا؟ کسی نے پوچھا حضرت یہ لوگ جو آپ کی مخالفت کرتے ہیں آپ کا ان کے متعلق کیا خیال ہے۔ فرمایا دیکھنا یہ چاہئے کہ یہ لوگ جو میری مخالفت کرتے ہیں اس مخالفت سے ان کا منشاء کیا ہے؟ اگر منشاء حب رسول ہے تو میں نہ صرف ان کو معذور بلکہ ماجور جانتا ہوں یہ لوگ جو میری مخالفت کرتے ہیں اور اپنے مدارس قائم کئے ہوئے ہیں میں ان مدارس کے بقاء کی دعائیں کرتا ہوں آخر تعلیم تو یہ قرآن اور حدیث ہی کی دیتے ہیں۔ میں ان لوگوں کو ان لوگوں کے مقابلہ میں جو اسلام کو مٹا ڈالنا چاہتے ہیں۔ بسا غنیمت جانتا ہوں۔

تحریک خلافت کے زمانہ میں جب بعض معاندین نے حضرت پر بہت بہتان باندھے احباب نے عرض کیا حضرت ان کا رد شائع فرمایئے تا کہ عام مسلمان سوءظن کی معصیت سے بچ جائیں فرمایا اب تو وہ لوگ معذور ہیں۔ کیونکہ وہ مجھ کو سمجھتے ہی ایسا ہیں اگر میں نے رد شائع کیا پھر بھی وہ باز نہ آئیں گے۔ جان کر بھی برائی کریں گے اس میں ان کو گناہ ہوگا تو ایک غیر عاصی کو عاصی بنا دینے کا کیا فائدہ؟

حضرت کے الفاظ اور انداز تقریر مخلوق کی دلسوزی اور خدا تعالیٰ کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہوتے اس لئے دل میں اتر جاتے۔ از دل خیزد بر دل ریزد۔

اور مسلمانوں کے لئے تو حضرت کے قلب مبارک میں بہت ہی زیادہ درد تھا۔ فرماتے صاحبو! کس طرح میں اپنے دل کی بات آپ کے لئے دل میں ڈال دوں اور کس طرح اطمینان دلاؤں۔ قسم سے زائد کوئی ذریعہ اطمینان اس وقت میرے پاس نہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں واللہ ثم واللہ ثم واللہ اگر تم خدا تعالیٰ کے دین کی رسی مضبوط پکڑ لو۔ پھر تم سلف کی طرح تمام دنیا کے مالک بن جاؤ گے اے لوگو! اگر تم کو حق پر ثابت قدم رہنے میں استقلال ہو جائے تو تمہارا کام بن جائے۔

جب بھی حضرت کو مسلمانوں کی مصیبت کی خبر ملتی چہرہ مبارک پر شدید غم کے آثار نظر آتے۔ رنج سے نڈھال ہو جاتے اور ایسے ایسے درد بھرے الفاظ زبان مبارک سے نکلتے کہ سننے والوں کے کلیجے منہ کو آتے۔ جب بہار میں شدید زلزلہ آیا اور مسلمانوں کا بہت جانی اور مالی نقصان ہوا۔ اور جب ترکوں کو شکست ہوئی حضرت نے درد بھرے لہجے میں متعدد بار فرمایا۔ کھانے کے

پہلے یاد آتا ہے تو میری بھوک اڑ جاتی ہے سونے سے پہلے یاد آتا ہے تو میری نینداڑ جاتی ہے۔

بیان مفتی محمد شفیع صاحب

ایک مرتبہ حکیم الامت حضرت تھانوی کی خدمت میں کچھ زمانہ غیوبت کے بعد حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت بہت کمزور ہو رہے ہیں جیسے کئی مہینے سے بیمار ہوں۔ پوچھنے پر فرمایا کہ بھائی مسلمان تباہ ہو گئے انہیں نہ ہندو پوچھتا ہے نہ انگریز یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کانگریس نے اپنی وزارت بنائی اور مسلمانوں کو قطعاً نظر انداز کر دیا۔ اسی طرح حضرت کو اس وقت احقر نے دیکھا جب عنایت اللہ مشرقی کا فتنہ ملک میں پھیل رہا تھا۔ حضرت کے مشاغل سیاسی نہ تھے مگر چونکہ دین کا درد تھا اس لئے بے چین تھے مگر ہم اطمینان سے بے دینی کے اس سیلاب کو برداشت کر رہے ہیں ہمارا ایک پیسہ کا نقصان ہونے لگے تو بوکھلا اٹھتے ہیں یہ علامت ہے اس بات کی کہ ہم تدریس تبلیغ وغیرہ جو کچھ کرتے وہ دین کے لئے نہیں بلکہ دنیا کے لئے ہے۔ (البلاغ رمضان ۱۴۰۴ھ)

مہتمم خانقاہ امدادیہ کی عالی حوصلگی

ایک دفعہ ہمارے قصبہ میانی افغاناں کے ایک رئیس محمد یعقوب خان صاحب میرے ہمراہ تھانہ بھون گئے۔ حقہ بہت پیتے تھے۔ ایک چھوٹی سی حقی اور کپاس کی چھڑیوں کے کچھ کوئلے ساتھ لیتے گئے۔ یہ کوئلے بہت جلد روشن ہو جاتے ہیں۔ خلیفہ اعجاز صاحب سے میں نے عرض کیا کہ یہ بدوں حقہ نوشی نہیں رہ سکتے اس لئے معذور جان کر کوئی آسان صورت بتلا دیں۔

خلیفہ صاحب نے فرمایا: اوپر مہمان خانہ نیا بنا ہے اس کے پرے آخری کونے میں اپنی چارپائی بچھائیں اور مہمان خانے کے اگلے کمرے کی خالی چھت پر اتر کر حقہ پی لیا کریں۔

ایک روز نماز فجر کے بعد سب حضرات تلاوت قرآن پاک اور ذکر میں مشغول تھے کہ ایک صاحب نے پکارا۔۔۔۔۔ بالا خانے کو آگ لگ رہی ہے۔۔۔۔

حضرت نے صرف یہ دریافت فرمایا: کیا مولوی شبیر موجود ہیں؟ کسی نے عرض کیا ''موجود ہیں''

حضرت اپنے کام میں مشغول ہو گئے اس روز ہوا بہت تیز چل رہی تھی میں اور محمد یعقوب خاں فوراً سمجھ گئے کہ آگ ہماری حقی سے لگی ہے۔ ہم فوراً اوپر پہنچ گئے۔ مولانا شبیر علی صاحب اور دوسرے حضرات بھی آ گئے۔ سب حضرات آگ بجھا رہے تھے اور ہم حقی کو بستر میں چھپا رہے

تھے۔ایک کونے کی صفیں جل گئیں۔ایک کھڑکی کا کچھ حصہ جل گیا اور آگ پر قابو پالیا گیا۔

وصل بلگرامی صاحب نے بآواز بلند فرمایا ''یہاں کوئی سگریٹ یا حقہ پیتا ہے آگ اس کے حقے سے لگی ہے۔ بتاؤ وہ کون ہے؟

ہم خاموش تھے وصل صاحب نے دوسری' تیسری بار پھر دریافت فرمایا۔''بتاؤ حقہ پینے والا کون ہے؟'' ہم خاموش تھے۔ مولانا شبیر علی صاحب نے فرمایا: وصل صاحب خاموش رہئے' میرے مہمانوں کو الزام نہ دیجئے۔

محمد یعقوب صاحب اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ اسی روز حضرت والا سے اجازت لے کر وطن واپس ہو گئے لیکن خانقاہ میں اس کے بعد اس واقعہ کا تذکرہ تک سننے میں نہ آیا۔

مولانا شبیر علی صاحب کی اس ناکارہ پر شفقت اور نوازش بہت تھی۔ بہت ہی محبت بھرے ان کے خطوط مجھے آئے اور وہ سب میں نے محفوظ کر کے رکھے ہوئے ہیں۔صرف ایک خط کا تذکرہ کرتا ہوں۔ ویسے دو تین دفعہ ملتان میرے ہاں مہمان بھی ہوئے۔ایک روز ڈاک آئی۔ مولانا کا خط میرے ہاتھ میں تھا' تحریر فرمایا تھا: میں فلاں روز خیبر میل سے لاہور جا رہا ہوں۔ کھانے کا وقت ہوگا۔ملتان چھاؤنی اسٹیشن پر دو چپاتی اور کچھ سالن پہنچا دیجئے۔میرے پاس برتن موجود ہوں گے۔ان میں سالن روٹی ڈال کر اپنے برتن فارغ کر لیجئے۔

میں وجد میں تھا۔میری خوشی کی انتہاء نہ تھی۔خط کبھی ہاتھ میں کبھی جیب میں لئے پھرتا تھا۔تشکر و امتنان اور فرحت و مسرت کے جذبات سے دل لبریز تھا۔مولانا کا اس نالائق سے کھانے کی فرمائش کرنا کوئی چھوٹی دولت نہ تھی مجھے تو سلطنت مل گئی۔ میں نے قدرے پر تکلف کھانا تیار کرایا۔۔۔۔۔

مولانا نے فرمایا: میں نے دو چپاتی اور معمولی سالن کا لکھا تھا۔

میں نے عرض کیا: مولانا! مجھے کچھ نہ کہیں' جو کچھ لایا ہوں قبول فرمالیں۔

فرمایا: بہت اچھا' میرے برتنوں میں ڈال دو۔

لطف بھری باتیں کرتے رہے۔ بالآخر گاڑی روانہ ہوگئی۔

حضرت کو کھانے پر دعوت

تھانہ بھون میں قیام کے دوران ایک روز حضرت کو کھانے پر دعوت دینے کا تقاضا ہوا۔

مخاطبت کی اجازت تھی۔ درخواست پیش کر دی گئی۔ فرمایا: میں خوشی سے کھانا کھالوں گا۔ لیکن کھانا کھلانے کے تین طریقے ہیں۔ (۱) آپ کی اہلیہ میری اہلیہ کو کھانے کی ضروری چیزیں خرید دیں۔ تھوڑا سا گھی، نمک، مرچ، مسالہ آٹا دے دیں اور گوشت کے لئے اڑھائی آنے دے دیں۔ میری اہلیہ میرے مزاج کے مطابق کھانا پکا کر مجھے کھلا دیں گی (۲) اگر یہ پسند نہ ہو تو آپ کی اہلیہ میری اہلیہ سے پوچھ پوچھ کر پکائیں تا کہ نمک، مرچ مسالہ وغیرہ ڈالنے میں میرے مزاج کی رعایت ہو سکے۔ (۳) اگر یہ بھی پسند نہ ہو، اور خود ہی پکا کر کھلانا چاہیں تو خود پکا کر کھانا بھیج دیں میں کھالوں گا۔

میں نے عرض کیا مقصود تو حضرت کی راحت ہے جس طرح پسند فرماویں ٹھیک ہے۔

فرمایا: تو پھر وہ پہلا طریقہ ہے۔

میں نے عرض کیا حضرت کو مرغی کھلانے کو دل چاہتا ہے اس کی اجازت فرماویں۔ فرمایا بخوشی اجازت ہے۔ آپ کی اہلیہ میری اہلیہ کو کہہ دیں وہ سستی خرید یں گی۔

حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ نے کم دام پر سستی مرغی خرید دی۔ ہم نے دوسری ضروری چیزیں دے دیں۔ پیرانی صاحبہ نے خود کھانا پکایا۔ حضرت نے نوش فرمایا اور کچھ کھانا حضرت پیرانی صاحبہ نے ہمیں بھی بھیجا۔

خاندانِ اشرفیہ

ہم نے دو ماہ حضرت کے بالا خانے کا بیت الخلاء استعمال کیا۔ حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ کی بھنگن صاف کرتی رہی۔ ہم آ گئے اجرت کا پوچھا ہی نہیں۔ پیرانی صاحبہ نے ادا کی۔ پیرانی صاحبہ اہلیہ سے اس قدر مانوس ہو گئیں کہ جہاں جانا ہوا اہلیہ کو ساتھ لے جانا پسند فرماتیں۔

حضرت بڑی پیرانی صاحبہ کے خادم نیاز اور چھوٹی پیرانی صاحبہ کے خادم سلیمان نے تیرہ چودہ سال ہماری بہت خدمت کی اور ہم نے کبھی ایک پیسہ ان کو ہدیہ نہیں دیا اور نہ بلا اجازت حضرت اقدس ہدیہ دے سکتے تھے۔ بڑی پیرانی صاحبہ کے مہمانی کے ایام میں نیاز کئی روز پابندی سے کھانا وقت پر لا کر دیتے اور پابندی سے وقت پر برتن واپس لے جاتے۔ غرض کچھ نہیں خدمت کر رہے ہیں۔

عیدین کے دنوں میں مولانا شبیر علی صاحب مہتمم خانقاہ کے گھر سے سب مہمانوں کے لئے لذیذ پر تکلف کھانے آتے ہم نے کبھی ایک دفعہ کوئی ہدیہ نہ دیا نہ دعوت دی اور نہ بلا اجازت

حضرت والا دے سکتے ہیں۔

سچ یہ ہے کہ اس خاندان کا ایک ایک فرد اور خادم سب عجیب تھے۔ عجیب وغریب تھے۔ اور حضرت والا کی ایک ایک ادا عجیب تھی۔ عجیب وغریب تھی۔

حضرت کا سفر

جب حضرت سفر فرماتے تاکید فرماتے میرے آنے کی اطلاع اور شہرت عام نہ ہو۔ غلام پوری تعمیل کرتے مگر بھلا آفتاب پر کہیں پردہ پڑ سکتا ہے۔ باوجود اخفا کے لوگ پتہ لگا ہی لیتے۔ تمام شہر میں ڈھنڈورا پٹ جاتا۔ یہ وہ شہرت نہ تھی کہ پیروں نے بغیر دعوت کے اپنے مریدوں کو اپنی آمد کی خبر دی اور مریدوں نے قبل از ورود اشتہار چھاپ دیا۔ قیام گاہ کا پتہ، وقت ملاقات، کہاں وعظ ہوگا، غرض ہر چیز کو واضح کر کے چھاپ دیا۔ بلکہ یہ وہ شہرت ہے جو اللہ جل جلالہ کی جانب سے سنت نبوی کو "ورفعنالک ذکرک" کے خزانہ سے عنایت ہوتی ہے جس میں نہ اشتہار کی ضرورت ہے اور نہ ڈھنڈورا پیٹنے کی حاجت، نہ پتہ اور نشان بتانے کی محتاجی، خود بخود شہرت ہوتی ہے۔ خود بخود مشتاق دلوں کا گروہ ڈھونڈتا پتہ لگاتا ہوا آکر قدموں پر گرتا ہے۔

ع مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

کرایہ ریل اگرچہ فسٹ سیکنڈ کلاس کا بھیجا جاتا مگر حضرت تھرڈ کلاس ہی میں سفر فرماتے۔ فرماتے ہم لوگوں کو راحت تھرڈ کلاس ہی میں ملتی ہے کیونکہ اس میں جو لوگ ہوتے ہیں وہ ہمارا پاس اور لحاظ کرتے ہیں اور جو فرسٹ سیکنڈ کلاس میں لوگ ہوتے ہیں وہ ہم ہی سے اس کے متمنی ہوتے ہیں کہ ہم ان کا پاس ولحاظ کریں اور وہ بھی اگر خوش قسمتی سے مسلمان ورنہ بعض اوقات نہایت اجنبی اور غیر جنس سے واسطہ پڑتا ہے اور بڑی تکلیف ہوتی ہے۔

تربیت میں سنت کا رنگ

آپ کی تربیت وتعلیم سنت کے مطابق تھی۔ جس طرح حضور سرور کائنات ؐ صرف محبت ومکالمات ومفاوضات میں صحابہ کو فیض پہنچایا کرتے تھے۔ بعینہ ویسا ہی آپ کے یہاں ہوتا تھا۔ عام مشائخ کی طرح نہ مروجہ طریقہ پر حلقہ ذکر تھا نہ توجہ تھی۔ نہ کوئی ایسی صورت تھی کہ جس سے کوئی امتیازی ہیئت پیدا ہو بلکہ مجلس محبت گرم ہوتی اس میں ہر سطح کی باتیں ہوتی رہتیں۔ اسی میں توجہ اسی میں القاء نسبت، اسی میں فیض، ظاہری صورت تو غیر ممتاز مگر قلب خاص امتیاز کے ساتھ جملہ قرب

حاضرہ کا متجسس، ہر شخص کو اس کے ظرف کے موافق فیضان ہوتا۔ چنانچہ جب مجلس سے اٹھتے تو ہر شخص اپنی بساط کے موافق مالا مال جاتا۔

میرا یہ مقصود نہیں کہ مروجہ حلقے مشائخ کے یا ان کے طرق تعلیم معاذ اللہ ناجائز ہیں۔ اس لئے کہ ہر شیخ فن سلوک میں مجتہد ہوتا ہے اگر وہ کسی مسئلے میں خطاب بھی کر جائے تب بھی وہ آئمہ شرائع کی طرح مستحق ایک اجر کا ہے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ حضرت حکیم الامت کی یہ امتیازی شان ہے کہ حتی المقدور اتباع سنت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور سنت کی محبت میں اجتہاد کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے۔ یہ سنت ایک زمانہ سے مردہ ہو چکی تھی۔ مشائخ قدما، رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تو خاص بیماروں کے لئے خاص وقت پر یہ طریقے اختیار کئے گئے تھے مگر اس کے بعد وہ سلاسل کے لئے شعار اور بطور امتیاز سمجھے گئے اور بلا امتیاز حالت مریض ہر ایک کو ایک نسخہ استعمال کرایا جانے لگا الا ماشاء اللہ اس مردہ سنت کے زندہ کرنے کا شرف آپ ہی کو حاصل ہوا۔ اسی واسطے آپ اس زمانہ کے مجدد برحق تھے۔

قبولِ دعوت کا طریقہ

اگر کوئی شخص حضرت کی دعوت کرتا صاف فرمادیتے کہ میرے ساتھ ایک خادم ہوگا۔ باقی رفقاء میں سے ہر شخص اپنے کھانے کا خود متکفل ہے۔ میرے ساتھ بلا تمیز مدعو غیر مدعو کا جمگھٹا نہیں ہوا کرتا۔ صاحب دعوت کو اختیار ہے دوسرے کسی کو دعوت دے یا نہ دے اور اگر دے تو صرف اپنے تعلقات اور تعارف کی بناء پر دے میری وجاہت کو اس میں ہرگز دخل نہیں ہوتا یہ بھی فرماتے کھائیں دوسرے اور صاحب دعوت کا احسان مجھ پر کیوں۔ کھانے کے بارے میں فرما دیتے کہ اگر ایک ہی کھانا ہو تو بہتر ہے۔ الوان نہ ہوں۔ معدہ پر برا اثر پڑتا ہے۔ رفقاء سے فرما دیتے کہ ہر شخص اپنے بل بوتے پر سفر کرے میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کسی کو تکلیف ہو۔ کس قدر بے غیرتی ہے کہ کھلانے والا تو راضی نہیں دل میں کڑھ رہا ہے مگر پیر صاحب ہیں کہ لشکر لے کر پہنچے ہیں۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جو بلا دعوت کسی کے گھر کھانے کے لئے جاتا ہے سارق ہو کر داخل ہوتا ہے اور جب کھا کر نکلتا ہے غاصب اور لٹیرا ہو کر نکلتا ہے۔

حسن معاشرت بالخادم

حضرت پیرانی صاحبہ اپنے بھائی کے یہاں گئی ہوئی تھیں۔ مکان میں حضرت والا کے

خادم نیاز خاں کی بی بی آ گئی جب مکان میں اتر گئی تو معلوم ہوا کہ راستہ میں اس کا کوئی زیور گر گیا تو نیاز اس کے ڈھونڈنے کے لئے چلے۔ عشاء کے قریب کا وقت تھا۔ بندہ اور حضرت والا بیرونی مکان میں تھے۔

حضرت والا نے نیاز خاں سے فرمایا کہ تم جاتے ہو اتنے بڑے مکان میں بہو اکیلی ڈرے گی لہذا یوں کرو کہ میں دروازہ پر بیٹھ جاتا ہوں۔ بہو سے کہو بیرونی مکان میں آ جاوے اور دروازہ اندر سے بند کر لے۔ جب تک تم لوٹ کر آ ؤ گے۔ میں بیٹھا رہوں گا۔ بندہ نے عرض کیا حضرت خدام کس واسطے ہیں۔ حضور والا مدرسہ تشریف لے جاویں۔ بندہ دروازہ پر بیٹھا رہے گا۔ فرمایا نہیں۔ اسی میں کیا حرج ہے۔ میں نے عرض کیا یہ کام خادموں ہی کے لئے چھوڑ دیجئے۔ فرمایا اگر ایسا ہی اصرار ہے تو آ ؤ ہم تم دونوں بیٹھیں۔ بندہ نے چارپائی بچھا دی اور دونوں بیٹھ گئے اور جب تک نیاز خاں لوٹ کر آئے مزہ کی باتیں ہوتی رہیں۔ (شب ۱۸ ذیقعد ۱۳۳۲ھ)

دنیاوی راحت

حضرت کی خدمت میں دینی نعمتوں کے فیوض تو خالص ہوتے ہی تھے۔ دنیاوی نعمتوں کے سرچشمہ بھی تھے۔ عجیب علم و عرفان کی بارشیں برستی دیکھیں۔

حضرت کی بہت ہی تمنا تھی کہ دنیاوی طور پر بھی مسلمان راحت میں رہیں ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا جب میں باہر سفر پر جاتا ہوں اور اپنے بھائیوں کی بڑی بڑی عمارتیں دیکھتا ہوں تو دل خوش ہوتا ہے مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے دنیاوی نعمتوں سے محروم نہیں فرمایا۔

ہمہ جہت اصلاح

حضرت کی ہر پہلو پر نظر تھی ایک طرف دیکھیں تو نفس کی اصلاح کی اتنی فکر ہے کہ وظائف کی اتنی نہیں۔ اکثر فرماتے وظائف تو تھوڑے بھی کافی ہیں اصل چیز نفس کی اصلاح اور اتباع احکام ہے۔ وظائف کی مثال چٹنی کی سی ہے۔ بے فکری کم ہمتی پر حضرت کے عتاب ہوتے دیکھے۔

حضرت خواجہ صاحب:

یہ جو گر حضرت نے فرمایا ہے استحضار وہمت کا
عجب یہ نسخہ اکسیر ہے اصلاح امت کا

فرماتے اختیاری امور کا علاج بجز ہمت اور استعمال اختیار کے کچھ نہیں فرمایا مرد عورت

کی چھاتی پر سوار ہو اس وقت بھی ہمت کرے تو بچ سکتا ہے۔

مولانا محمد نبیہ صاحب کا واقعہ

مضمون: مجھے میری خواہش کے بغیر میونسپلٹی کا ممبر تجویز کر دیا ہے۔ مجھ کو سخت وحشت ہے لیکن حکام بضد ہیں۔ بالآخر یہ طے پایا کہ آپ اپنے پیر مرشد سے پوچھ دیکھیں ثواب کا کام ہے۔ لہذا حضرت اقدس تحریر فرماویں تاکہ گلوخلاصی ہو۔

جواب حضرت: جب تک نسبت مع الخالق راسخ نہ ہو تعلق مع الخلق بلا ضرورت سراسر مضر ہے اور جو منفعت سوچی جاتی ہے کہ ادائے حق خلق ہے وہ حق خلق بھی جب ہی ادا ہوتا ہے کہ نسبت مع الخالق راسخ ہو جاوے ورنہ نہ حق خالق ادا ہوتا ہے نہ حق خلق۔ یہ تجربہ ہے اور ایک کا نہیں بلکہ ہزاروں اہل بصیرت کا ہم سے اور آپ سے زیادہ اہل تمکین نے ایسے تعلقات کو چھوڑ دیا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم حضرت شاہ شجاعت کرمانی کے واقعات معلوم اور حضرات خلفائے راشدینؓ پر اپنے کو قیاس نہ کیا جاوے۔

؎ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

مندرجہ بالا خط اور حضرت نے اپنا جواب حاضرین کو پڑھ کر سنایا۔ بہت حضرات نے اس کی نقل لی۔ میں نے بھی نقل لے لی۔

باب ۱۵

حضرتؒ کے وصال کے بعد میرا اصلاحی تعلق

میرے محسن

گذشتہ واقعات عتاب سے واضح ہے کہ حضرت خواجہ صاحب میرے کتنے بڑے محسن تھے۔ انہی کی برکت سے میری بگڑی بن جاتی تھی۔ ورنہ میں اس دربارِ عالی میں بیٹھنے کے لائق نہ تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال فرما جانے کے بعد تعلیم و اصلاح کے لئے میری نظر انتخاب حضرت خواجہ صاحب ہی کی طرف اٹھتی تھی سو ادھر ہی اٹھی۔ اس ناکارہ خلائق کی تعلیم کے سلسلہ میں حضرت خواجہ صاحب کے بھی کچھ ارشادات عالیہ سن لیجئے۔ بہت ہی قیمتی سرمایہ ہیں۔ پہلے حضرت خواجہ صاحب ہی کا ایک ملفوظ سن لیجئے: ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ "مجھے دنیا سے اپنے جانے کا کوئی فکر و خیال نہیں جبکہ میرے بعد یہ دونوں دنیا میں موجود ہوں"۔ خواجہ صاحب سے دریافت کیا گیا کہ یہ "دونوں" سے مراد کون ہیں؟ فرمایا ایک تو حضرت مفتی محمد حسن صاحب اور دوسرے پر خاموش ہو گئے۔ غالباً دوسرے سے مراد حضرت خواجہ صاحب ہی ہیں۔ (ذکرِ مجذوبؔ، ص: ۶۹)

میری تعلیم کے ذمہ دار

یہیں بتلا دوں کہ حضرت خواجہ صاحب کے رحلت فرما جانے کے بعد میری تعلیم کی ذمہ داری حضرت مفتی محمد حسنؒ صاحب نے قبول فرمائی۔ حضرتؒ کے بعد تجدید بیعت تو نہیں کی لیکن تعلیم و اصلاح کے لئے خود کو ان دو حضرات کے سپرد کر دیا۔

میرا خط بخدمت خواجہ صاحب

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد درخواست تعلیم سے قبل حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں یکم شعبان ۶۲ ۱۳ھ کو خط لکھا، جس کا مضمون یہ تھا:

والا نامہ سے دل کو قرار ہوا حق تعالیٰ اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی محبت بڑھی اور ایمان میں زیادتی محسوس ہوئی۔ بار بار خط کو پڑھتا ہوں دل بھرتا ہی نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے

جنت میں بیٹھا ہوں۔ عجیب نسخہ عطا فرمایا۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ایک ایک خط سلطنت سے بھی بہتر معلوم ہوتا ہے اور خط سینکڑوں ہیں۔ دل میں عجیب نشہ ہے۔ دل چاہتا ہے اب کوئی ایسی بات نہ ہو جو حضرت والا کے ارشادات عالیہ کے خلاف ہو۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کا جواب

مشفقی ومحترمی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کے جذب محبت اور جوش طلب پر بہت غبطہ ہوا اللہ تعالیٰ روز افزوں فرمائے اور اس نااہل اور ناکارہ کو بھی ایک ذرہ اپنی محبت اور طلب کا آپ جیسے حضرات کی دعوات وتوجہات کی برکت سے عطاء فرمادے۔

حضرتؒ کے والا نامہ جات کو بہت ہی احتیاط سے محفوظ رکھا جائے۔ مجھے بھی اب ایک ایک حرف کی جو حضرت کے قلم مبارک سے نکلا ہے بے حد قدر ہو رہی ہے اور چاہتا ہوں کہ محفوظ کرلوں۔ حسب موقعہ ان شاء اللہ درخواست کروں گا۔ آپ بھی ہمیشہ انہیں اپنے مطالعہ اور عمل میں رکھیں ان شاء اللہ بے حد مفید پائیں گے۔ یہ بہت ہی مبارک کیفیت ہے کہ حضرت عالی کی تعلیمات وارشادات کے خلاف کوئی بات ہونے کو اب دل گوارا نہیں کرتا۔ بس یہی چیز حق تعالیٰ اور حضرت والا کے سامنے سرخرو بنانے کی ہے۔ اس کیلئے ہمت اور خلوص کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ حضرت کا ارشاد تھا، آپ فرماتے تھے کہ ''ان دونوں میں سے بھی ہمت اصل ہے جو خلوص کے لئے بھی درکار ہے''۔

بقیہ مضمون: آج کل حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ کا تصور بلا اختیار رہتا ہے اور اس میں عجیب لذت محسوس ہوتی ہے۔ بعض دفعہ تو قصداً ایسا سوچ کر کرتا ہوں۔ مجھے اس سے نفع معلوم ہوتا ہے اگر ایسا کرنا اچھا نہ ہو تو متنبہ فرمادیں۔

جواب حضرت خواجہ صاحب: بلا اختیار میں تو کچھ حرج ہی نہیں اور اگر کبھی کبھی بقصد وبہ اختیار بھی ہو ''محض تصور شیخ کے درجہ میں بلا فساد عقیدہ'' تو حسب ارشاد حضرت والا بعض طبائع کو وہ بھی نافع ہے لیکن یہ تصور ہو کہ میری روح حضرت کی روح سے متصل ہے اور اس کی کیفیات خاصہ استحضار حق وانجذاب حق میری روح میں آرہی ہیں''۔

عمر بھر کیلئے دستور العمل

مضمون: حضرت خواجہ صاحب ارشاد فرمائیے کہ کونسا کام زیادہ احتیاط سے کروں کہ حضرت اقدس سے مناسبت کاملہ حاصل ہو۔

جواب حضرت خواجہ صاحب: وہی تعلیمات وہدایات جو اتباع سنت کے مترادف ہیں پر حتی الامکان عمل۔ جس کے لئے ہمت کی ضرورت ہے۔ جب کوتاہی ہو فوراً استغفار وتدارک کر کے پھر مستعدی سے کام میں لگ گئے۔ نفس کو ڈھیل نہ دی جائے بس عمر بھر کے لئے یہی دستور العمل کافی ہے۔

مضمون: یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ قبر شریف کے متعلق کیا تصور کروں جس سے مجھے فیض ہوتا رہے۔

جواب حضرت خواجہ صاحب: قبر کے تصور کی ضرورت نہیں۔ بس یہ تصور کافی ہے کہ حضرت کی روح اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ اور استحضار حق میں مستغرق ہے اور میری روح بھی اس سے متصل ہے اور وہ بھی مثل اس کے اس کی برکت سے مستغرق بیاد حق ہے۔

مضمون: خط کے طویل ہونے کی باادب معافی چاہتا ہوں۔

جواب حضرت خواجہ صاحب: اس کی کیا ضرورت ہے۔ بقول حضرت اقدس کہ ''طول زلف محبوب بھی کبھی کسی کو ناگوار ہوتا ہوا دیکھا گیا ہے۔ کچھ دنوں بعد ان شاء اللہ خود سکون ہو کر براہ راست حق تعالیٰ کا تصور رہنے لگے گا۔

تھمتے ہی تھمیں گے میرے آنسو رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے

بتکلف نہیں حقیقۃً دعائے اصلاح کا محتاج (احقر عزیز الحسن عفی عنہ)

تکمیل نسبت کے لئے دعائے خاص

آگے بالا سوال حضرت خواجہ صاحب نے تحریر فرمایا'' اللہ تعالیٰ ہم سب کی تکمیل اصلاح فرمائے''۔ ''ربنا اتمم لنا نور نا واغفر لنا انک علی کل شئی قدیر'' میں تو اپنے لئے اور اپنے سب پیر بھائیوں کے لئے یہی دعاء کیا کرتا ہوں۔ آپ کا بھی جی چاہے تو ہم سب کے لئے یہ دعاء کر دیا کریں۔

حضرت نے کسی جگہ اس آیت کو نسبت باطنی کی دلیل میں لکھا ہے۔ چنانچہ اس دعاء کے وقت تقویت وتکمیل نسبت مع اللہ کا تصور بھی کر لیتا ہوں۔

درخواست تعلیم

مضمون: والا نامہ ہزار ہا انوار و برکات لایا۔ دل بھر بھر کر پڑھ لیا اور اپنے آپ کو خوش کر لیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم حضرت والا کے ساتھ جنت میں ہوں۔

جواب حضرت خواجہ صاحب: یہ سب حب فی اللہ کے آثار و علامات ہیں۔ اللھم زد فزد۔ اللہ تعالیٰ جانبین کے لئے موجب نورانیت و برکت فرماوے اور دونوں کو ذکر مع الفکر میں ہمہ اوقات مشغول فرمائے جو کلید جملہ سعادت ہے۔

مضمون: اللہ تعالیٰ آپ کا مبارک سایہ اس ناچیز کے سر پر سلامت رکھیں۔

جواب حضرت خواجہ صاحب: اللہ تعالیٰ آپ کے اس حسن ظن کو آپ کے لئے بھی اور اس ناکارہ کے لئے بھی نافع فرمائے۔

مضمون: حضرت خواجہ صاحب! یہ ناکارہ آئندہ اپنے آپ کو تعلیم کے لئے آپ کے سپرد کرتا ہے۔ للہ منظور فرمالیں۔

جواب حضرت خواجہ صاحب: اس ضابطہ کی کیا حاجت ہے۔ میں تو یوں بھی گویا ''مان نہ مان میں تیرا میزبان''۔ ہوں پوچھنے پر بلکہ بے پوچھے بھی جو الٹا سیدھا سمجھ میں آتا ہے۔ عرض کرتا ہی رہتا ہوں اور کرتا ہی رہوں گا۔

نقل ارشادات مرشدی ے کنم — آنچہ مردم می کند بوزینہ ہم
اصل کی برکت سے لیکن کیا عجب — نقل سے بھی ہو وہی فیض اتم

مضمون: مفتی محمد حسن صاحب اور مولانا خیر محمد صاحب کی خدمت بابرکت میں بھی ان شاء اللہ حاضر ہوتا رہوں گا۔

جواب حضرت خواجہ صاحب: بہت مناسب بلکہ ایک گونہ ضروری ہے اپنے حضرات سے ملتے رہنے سے بہت نفع پہنچتا ہے۔

مضمون: جالندھر اور امرتسر میں تشریف آوری کا مژدہ پہلے مل چکا ہے۔ یہ ناکارہ بھی سفر میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہے۔ للہ اجازت فرماویں۔ اگر تاریخ مقرر فرمالی ہو تو تاریخ تشریف آوری سے بھی مطلع فرماویں۔

جواب حضرت خواجہ صاحب: بسر و چشم، ان شاء اللہ تعالیٰ احقر معہ مولوی ظہور الحسن

صاحب اور حافظ محمد عمر صاحب اور مولوی محمد عبدالکریم صاحب سرحدی اور مولوی عبدالودود صاحب پشاوری اور شاید مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی کے ۱۷ جولائی ۱۹۴۴ء کو ۱۱ بجے دن کو جالندھر پہنچے گا۔ بشرطیکہ مولوی خیر محمد صاحب کا جواب آ گیا کہ وہ وہاں ہوں گے۔ پھر ۱۸ جولائی کو اسی ریل سے امرتسر ایک بجے دن کو ان شاءاللہ پہنچیں گے۔ والسلام!

احقر جالندھر پہنچا۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے خواجہ صاحب کی چارپائی نئے مدرسہ کے ایک کمرہ کی چھت پر بچھوائی اور میری چارپائی بھی ساتھ بچھوادی۔ بعد نماز عشاء مولانا اپنے مکان پر تشریف لے جانے لگے تو حضرت خواجہ صاحب سے فرمایا ماسٹر محمد شریف کو میں بجائے اپنے چھوڑ کر جارہا ہوں اور مجھے فرمایا: خواجہ صاحب کے لئے ڈھیلے پانی وغیرہ کا انتظام آپ کریں۔

میری خوشی کی انتہا نہ تھی۔ رات بھر سویا نہیں۔ حضرت خواجہ صاحب اٹھے۔ سب انتظام میں نے کردیئے۔ پھر امرتسر ساتھ گیا۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحب نے خواجہ صاحب کے لئے مسجد نور کے ایک کمرہ کی چھت پر بجلی کا پنکھا لگوایا تھا۔ ایک روز بعد نماز عصر مجلس گرم تھی۔ حضرت خواجہ صاحب نے میرے خط کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا: ایک صاحب کا خط آیا۔ تعلیم کی درخواست تھی۔ میں نے لکھا اس ضابطہ کی کیا حاجت ہے۔ میں تو یوں بھی گویا ''مان نہ مان میں تیرا میزبان'' ہوں پوچھنے پر بلکہ بے پوچھے بھی جو الٹا سیدھا سمجھ میں آتا ہے عرض کرتا ہی رہتا ہوں اور کرتا ہی رہوں گا۔

نقل ارشادات مرشدی مے کنم — آنچہ مردم می کند بوزینہ ہم
اصل کی برکت سے لیکن کیا عجب — نقل سے بھی ہو وہی فیض اتم

حضرت خواجہ صاحب بھی وجد میں آئے ہوئے تھے اور سب کو وجد میں لائے ہوئے تھے اور میں کونے میں بیٹھا اپنی قسمت پر رشک کررہا تھا۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل — میرے مولا تیری مہربانی

حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں درخواست تعلیم

حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ کی خدمت اقدس میں خط بھیجنا شروع کئے۔ درخواست تعلیم یکم ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ کے خط میں کی۔

مضمون: حضرت اقدس! تعلیم اور اصلاح کے سلسلے میں مجھے مکاتبت کی اجازت فرمائیں۔ میرا مقصود اس تعلیم سے محض رضائے مولیٰ ہے۔

جواب حضرت مفتی صاحبؒ: بسرو چشم اجازت ہے۔ حق تعالیٰ اسی تعلق کو اپنے تعلق کا ذریعہ بنائے اور طرفین کے لئے موجب قرب و رضا ہو۔

مضمون: حضرت اقدس! میری حالت خراب ہے۔

جواب حضرت مفتی صاحب: حال اچھا وہی ہے جس کو صاحب حال خراب سمجھے۔

مضمون: میں اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھتا ہوں۔ کوئی بھی اپنے سے زیادہ ذلیل نظر نہیں آتا۔

جواب حضرت مفتی صاحب: الحمد للہ کہ "**اللھم اجعلنی فی عینی صغیراً**" نصیب ہے۔

مضمون: حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق کا ایک ناز سا دل میں محسوس ہوتا ہے ارشاد فرمائیں یہ حالت میرے لئے مضر تو نہیں؟

جواب: ان شاء اللہ تعالیٰ مفید ہے۔

مضمون: حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا کراچی تشریف لے گئیں ہمیں گاڑی کی اطلاع مل گئی تھی میں اور میری اہلیہ اسٹیشن ملتان چھاؤنی پر حاضر ہوئے۔ میں نے پیرانی صاحبہ سے پس پردہ پوچھا کہ آپ کو معلوم تھا کہ میں اور میری اہلیہ یہاں ملتان ہی میں ہیں۔ آپ بتائیں کہ یہاں کیوں نہیں اتریں اور ہمارے غریب خانہ پر کیوں تشریف نہیں لائیں۔

فرمایا: "پھر آؤں گی"

گاڑی چل دی اب میں زار و قطار رویا کہ میں نے بہت بے ادبی سے بات کی قرار نہیں آتا تھا مجھ سے بڑی خطاء ہوئی تھی۔ حضرت! ارشاد فرماویں کس طرح تدارک کروں؟

جواب حضرت مفتی صاحبؒ: ایں خطا از صد صواب اولیٰ تر است۔

مضمون: اپنی غفلتوں اور عیوب کے پیش نظر ندامت سے ڈوب ڈوب جاتا ہوں۔

جواب حضرت مفتی صاحبؒ: ندامت میں ڈوبنا تو رحمت میں ڈوبنا ہے۔ یہ ندامت کلید ہے کرامت کی۔ حق تعالیٰ اس میں ترقی فرمائیں۔

دامن اشرف کے عطاء ہونے پر اظہار تشکر

ایک دفعہ امرتسر میں میں نے نماز فجر "مسجد نور" میں پڑھی۔ حضرت مفتی صاحبؒ سے

ملا تو فرمایا ''ناشتہ میرے ساتھ کر لینا'' گھر کو چلتے وقت فرمایا: میں تو پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے معذور ہوں۔ ایک صاحب گاڑی میں مجھے لے جاتے ہیں۔ میرے ساتھ چلو۔ میں ساتھ ہولیا۔ فرمانے لگے: ایک دفعہ میں خانقاہ میں حضرت والا کی سہ دری کے قریب ہی حجرے میں مقیم تھا۔ خادم نے حضرتؒ کے پاس بیٹھنے کی اطلاع دی۔ میں ایسے وقت حضرت کی خدمت میں پہنچ گیا کہ ابھی تک کوئی بھی نہیں آیا تھا۔ حضرتؒ کے دست مبارک میں اس روز موٹے دانوں کی تسبیح تھی۔ مجھے پتہ نہیں کیا ہوگیا، میں نے بہت جرات کی اور بآواز بلند کہا حضرت! حضرت نے میری طرف نظر مبارک اٹھائی میں نے عرض کیا، حضرت! دل میں یوں آتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ایک لاکھ برس کی عمر دے دیں اور اس لاکھ برس میں سجدے ہی میں پڑا رہوں اور اس بات کا شکر ادا کرتا رہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کا دامن عطا فرمایا ہے تو اس ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں ہوسکتا۔

حضرت نے فرمایا: ''ہاں ہاں آپ کو ایسا ہی سمجھنا چاہیئے''

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ کے نزدیک حضرت علیہ الرحمۃ کتنی بڑی دولت اور ''گنج گرانمایہ'' تھے۔

نظریاتی اختلاف رکھنے والوں کے متعلق حضرتؒ کا طرز عمل

ایک دفعہ میں لاہور میں حضرت مفتی صاحبؒ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا عصر کی اذان ہوئی اور تمام حضرات اٹھ گئے۔ مجھے عصر کے بعد فیصل آباد جانا تھا۔ مصافحہ کے لئے آگے بڑھا، سلام کیا اور عرض کیا نماز کے بعد مجھے جانا ہے۔ اس پر حضرت مفتی صاحبؒ نے میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیا اور دیر تک دباتے رہے اور فرمایا: دیکھو میرے ایک سوال کا جواب دو، تم حضرت کی خدمت میں بہت رہے ہو۔ یہ لوگ جو حضرت والا کی مخالفت کرتے ہیں کیا حضرت کی زبان مبارک سے بھی تم نے ان کے متعلق کوئی بات سنی؟

میں نے عرض کیا کہ میں نے حضرت کی زبان مبارک سے ان کی کبھی بھی برائی نہیں سنی بلکہ ایک دفعہ کسی صاحب کے سوال پر حضرتؒ سے فرمایا تھا: دیکھنا یہ چاہیئے کہ یہ لوگ جو میری مخالفت کرتے ہیں اس مخالفت سے ان کا منشاء کیا ہے۔ اگر منشاء حب رسول ہے تو میں نہ ان کو معذور بلکہ ماجور سمجھتا ہوں۔ یہ میری مخالفت کی وجہ سے ان کو اجر ملے گا۔

اس پر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا: اور میں تو حضرت کی خدمت میں بہت زیادہ رہا

ہوں، مجھے ایک واقعہ بھی یاد نہیں کہ حضرت نے ان کو برائی سے یاد کیا ہو۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ وجد میں آئے ہوئے تھے اور مجھے بھی وجد میں لائے ہوئے تھے۔ بار بار یہ فرما رہے تھے حضرت عجیب تھے، ان کی ہر ادا عجیب تھی، حضرت عجیب و غریب تھے۔

حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ کے ان کلمات کا مجھ پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ فیصل آباد تک مجھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ ریل گاڑی کے پہیے بھی ''اللہ اللہ'' کر رہے ہیں۔

حضرت مفتی اعظمؒ پاکستان سے استفادہ

قضاء نمازوں کا مسئلہ

ایک روز بعد نماز عصر۔ یہ ناکارہ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ خانقاہ امدادیہ کے دروازے سے اکٹھے نیچے اتر رہے تھے۔ میں نے عرض کیا حضرت میں ایک عرصہ سے قضاء نمازیں پڑھ رہا ہوں اور اپنے اندازے کے مطابق سب ادا کر چکا ہوں لیکن اب بھی احتیاطاً پڑھے جارہا ہوں کہ خدا معلوم قبول ہوئیں یا نہیں یا شاید ابھی کچھ ذمہ باقی ہوں۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا: فضول حرکت ہے۔ اس طرح تو ساری عمر اسی قصہ میں رہو گے جب اپنی طرف سے پوری پڑھ چکے ہو تو اب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔

حضرت مفتی صاحب کے اس ارشاد سے دل فی الفور ہلکا ہو گیا اور اسی وقت سے قضاء نمازیں لوٹانا چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد و بھروسہ کی دولت مل گئی۔ ورنہ نامعلوم کب تک اسی قصہ میں سرگرداں رہتا۔

گرامی نامہ حضرت حضرت مفتی صاحبؒ

برادرم دام صلاحکم وفلاحکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے دو خط محبت سے پر اور عقیدت کے اظہار سے لبریز ملے۔ حق تعالیٰ آپ کو اپنی محبت عطا فرما کر سب ماسوا سے غافل فرما کر اپنی یاد میں رکھے اور دونوں جہاں کی صلاح وفلاح عطا فرماوے آمین۔

یاد حق میں مست رہ کر بچوں کا حق ادا کرو۔

میرا خط

حضرت اقدس بوجہ ملازمت اس ناچیز کو زیادہ فرصت نہیں ہے کہ زیادہ تبلیغ کا کام کر سکے۔ صرف بعد نماز فجر حضرت حکیم الامتؒ کی کوئی کتاب تھوڑی تھوڑی کر کے یا ملفوظات بیان کرتا ہوں اور وہ بھی بعد دعاء تاکہ کوئی صاحب میری وجہ سے مقید نہ رہے۔ چنانچہ کئی دوست اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ حضرت والا ارشاد فرماویں کہ یہ طریقہ درست اور کافی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو جو حضرت مناسب خیال فرماویں۔ اس پر عمل کروں۔ (۱۱ ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ)

بندہ محمد شریف انگلش ماسٹر کنٹونمنٹ بورڈ ہائی سکول ملتان

جواب حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم!

ماشاءاللہ حضرتؒ کے مذاق کی پوری رعایت ہے...... سب درست اور بہت کافی ہے۔

سرکاری ملازمت میں رخصت کا شرعی حکم

سوال: افسران کا حکم یہ ہے کہ رخصت شروع ہونے سے کم از کم ایک ہفتہ پہلے عرضی دی جائے۔ صرف بیماری کی صورت میں فوری رخصت مل سکتی ہے بعض اوقات دفعتاً کوئی ایسی ضرورت پیش آجاتی ہے کہ بیماری کا بہانہ نہ بنایا جائے تو رخصت منظور نہیں ہوتی۔ ایسی مجبوری میں بیماری کا بہانہ بنا کر رخصت حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح بیماری کے بہانہ سے رخصت حاصل کرنا جائز نہیں کہ کذب اور خداع ہے۔ لیکن اگر کہیں نقصان وغیرہ کا شدید قوی اندیشہ ہو اور ایسا کر لیا جائے تو استغفار کر لیا جائے اور بہتر صورت یہ ہے کہ ایسے وقت توریہ کر لیا جائے یعنی ایسے لفظ استعمال کرے جو صریح کذب نہ ہوں۔

کتبہ محمد شفیع غفرلہ ۵ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ خادم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند (بھارت)

حضرت مفتی صاحبؒ کی عجیب شفقت

میں لاہور میں اپنے داماد ڈاکٹر احسان الحق صاحب (جو حال ہی میں بقضائے الٰہی ایک حادثہ میں شہید ہو گئے) کے مکان پر سخت علیل تھا۔ صاحب فراش تھا عزیزم مولانا محمد تقی صاحب سلمہ (رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان) میری عیادت کے لئے لاہور تشریف لائے۔ کراچی

واپس پہنچ کر حضرت مفتی صاحب مرحوم سے میری بیماری کا تذکرہ کیا۔ حضرت مفتی صاحب نے بیماری، نقاہت اور نگاہ کی کمزوری کے باوجود خود دست مبارک سے مجھے "یہ گرامی نامہ" تحریر فرمایا۔

برادر محترم محمد شریف صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

محمد تقی سلمہ سے آپ کی شدید علالت کی خبر سن کر دل بے چین تھا۔ مگر اب بے چینی کے اظہار کے لئے قلم اور نگاہ بھی نہیں رہی۔ بس دعاء ہی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ اب آپ کا خط بتوسط اقبال صاحب قریشی مختلف مراحل سے گذرتا ہوا ملا اس وقت مختصر جواب لکھنے کی ہمت کر رہا ہوں۔ نگاہ نہیں صرف اٹکل سے حروف لکھتا ہوں۔ آپ کی فی الجملہ شفایابی سے بڑی مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ شفاء کامل عاجل مستمر عطا فرمائے اور دین کی خدمات مقبولہ آپ کے ہاتھوں پوری ہوں۔ یہ ناکارہ عمر کے آخری ایام بیماری میں گذار رہا ہے۔ حسن خاتمہ کی دعاء فرمائیں تو بڑا کرم ہوگا۔

(والسلام)

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ جمعہ۔ ۹۴ھ۔ ۲۶۔ ۲

مسلمانوں میں تفریق سے مفتی صاحب کا رنجیدہ ہونا

حضرت مفتی صاحبؒ کا واقعی یہ بڑا کمال تھا کہ صحیح مسلک سے ذرہ بھر نہ ہٹے اور کسی کی کبھی دل آزاری تک نہ کی۔ ایسا کرنا بڑا مشکل کام ہے پل صراط کی طرح نازک معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب حق بات ایسے پیارے عنوان سے فرما جاتے تھے کہ اختلاف مسلک رکھنے والوں کو بھی ناگوار نہ گذرتا۔ حق پرستی و حق جوئی کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی مخالف بھی ایسی بات کہتا کہ شرعاً معمولی بھی گنجائش ہوتی تو فوراً بلا تامل قبول فرما لیتے اور اپنی رائے پر اصرار نہ فرماتے۔ بڑے دکھ سے فرمایا کرتے تھے کہ "اکابر دیوبند میں مختلف مشربوں کے نام سے جو تفریق پیدا ہوگئی ہے دینی مقاصد کی بہتری کا تقاضا یہ ہے کہ اسے حتیٰ الامکان مٹایا جائے۔ مذاق سلیم کو مثبت انداز میں پھیلانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کسی مسلک کا نام لئے بغیر یوں بات کہنی چاہئیے کہ ہمارے اکابر کا طرز یہ تھا ان کا مزاج و مذاق یہ تھا اور اسی کو ہمیں اختیار کرنا چاہیے۔

فرمایا کرتے تھے: تحزیب سے بچتے ہوئے دوسرے مزاج و مذاق کے حضرات میں گھلا ملا جائے اور مناسب موقع پر انہیں اکابر کے صحیح مذاق کی دعوت دی جائے۔ صرف اس حیثیت سے کہ وہ ایسی تعبیر ہے جسے ہمارے اکابر نے اوفق بالسنۃ سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ قدماء و اکابر اسی مزاج کے حامل تھے۔ اس طرح

امید ہے کہ ان شاء اللہ رفتہ رفتہ ناخوشگوار تفرق ختم ہوگا اور مل جل کر خدمت دین کا جذبہ بیدار ہوگا۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی تواضع

حاجی شیر محمد صاحب مرحوم اور یہ ناچیز تھانہ بھون حاضر تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کو زکام کی شکایت تھی۔ ناک کی ذراسی آلائش بدن مبارک پر لگی ہوئی تھی۔ حاجی شیر محمد صاحب نے عرض کیا مفتی صاحب! یہ جگہ صاف کر لیں۔

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا: ''یہ میری حقیقت ہے''

بنکوں کے سود کے متعلق شرعی حکم

بینکوں سے متعلق میرے ایک سوال کے جواب میں حضرت مفتی اعظم پاکستان نے تحریر فرمایا بینکوں کا سود مطلقاً حرام ہے جو بینک خالص غیر مسلموں یہود و نصاریٰ وغیرہ کے ہوں ان سے سود لینے کا مسئلہ آئمہ میں زیر اختلاف ہے۔ بعض حضرات اجازت دیتے ہیں مگر اس کے لئے کچھ شرائط ہیں اس لئے اس سے بچنا ہی بہتر ہے اور اپنے روپے کی حفاظت کے لئے بینک میں جمع کرائیں تو اس کی صورت کرنٹ اکاؤنٹ میں ہوسکتی ہے۔ ان کو لکھوا دیا جائے کہ ہماری رقم پر سود نہ لگایا جائے صاف صورت صرف یہی ہے اور غریب لوگوں کو دینے کے لئے خود کو گناہ میں مبتلا کرنا کوئی عقل کا کام نہیں۔ (بندہ محمد شفیع ۹۲ھ۔۲۳۔۱۱)

حضرت مفتی صاحبؒ کو خیر المدارس کی فکر

حضرت مفتی صاحبؒ کا خط بنام احقر:

مکرمی و محترم حاجی محمد شریف صاحب سلمہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

جلسہ شوریٰ پر حاضری سے تو قاصر رہا مگر دل ادھر لگا رہا۔ دعائیں کرتا رہا مگر جلسہ گذرنے کے بعد کسی نے خبر نہ دی کیا ہوا کیونکر ہوا۔ بہت دنوں کے بعد عبدالمجید صاحب نے جلسہ شوریٰ کی ضابطہ کی کارروائی بھیجی اس سے بھی اس کا پس منظر معلوم ہوا۔ آج آپ کے عنایت نامہ سے کچھ حالات کا علم ہوا۔ دل سے دعاء کرتا ہوں حق تعالیٰ خیر المدارس میں خیر ہی کو غالب فرماویں اور ابنائے خیر اور احباب خیر کو ہمیشہ خیر کی طرف رہنمائی اور اسی پر ثابت قدم رکھیں۔

والسلام — بندہ محمد شفیع ۲ رمضان المبارک ۹۱ھ دارالعلوم کراچی۔۱۴

ارشادات حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ

حضرت مولانا خیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہ اس ناچیز پر نہایت ہی شفقت و مہربانی فرماتے تھے میری اہلیہ نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے وصال کے بعد اپنی تعلیم وتربیت کا تعلق مولانا مرحوم سے پیدا کرلیا تھا اور حضرت مولانا مرحوم نے درخواست قبول فرماتے ہوئے ہمارے غریب خانہ میانی افغاناں ضلع ہوشیار پور پر قدم رنجہ فرما کر نصائح ضروریہ سے نوازا تھا۔ فرمایا کرتے تھے: میں تمہارے گھر کو اپنا گھر سمجھتا ہوں۔

سفر سے حج سے واپسی پر حضرت کی شفقت

مولانا مرحوم ہم سے بہت بے تکلف معاملہ فرماتے تھے۔ ۱۹۳۷ء میں میں اور میری اہلیہ سفر حج سے واپس آئے تو حضرت مولانا مرحوم جالندھر اسٹیشن پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ پورے سفر کے دوران میں نے کوئی ہار گلے میں نہیں ڈلوایا تھا۔ مولانا کے دست مبارک میں خوشبودار کلیوں کا ہار تھا میں نے سر جھکایا اور مولانا نے ہار گلے میں ڈال دیا۔ میں اپنی قسمت پر مسرور تھا۔

حضرت کا قلبی لگاؤ

مولانا مرحوم کو درد گردہ کی شکایت ہو جاتی تھی۔ جب کبھی دورہ ہوتا تو طالب علم بھیج کر مجھے طلب فرمالیتے اور فرماتے: تمہارے آنے سے مجھے بہت راحت ملتی ہے۔

ہمارے غریب خانہ پر تشریف آوری

تقسیم ملک کے بعد ملتان میں بھی بارہا غریب خانہ کو رونق بخشی اور بلا تکلف فرمادیتے ”میں چائے پیوں گا“

حضرت حکیم اسلام کی دعوت

ایک دفعہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کو مع اپنی اہلیہ محترمہ خیر المدارس ملتان تشریف لانا تھا اتفاق سے مولانا مرحوم کی صاحبزادی اس روز سخت بیمار تھی چنانچہ اسی میں اس کا وصال بھی ہوگیا...... مولانا مرحوم نے ایک طالب علم مکان پر بھیجا اور کہلوایا کہ حضرت قاری صاحب مدظلہ اور ان کے گھر والوں کے لئے خورد ونوش کا انتظام آپ ہی کو کرنا ہے۔

ادھر مولانا کے پیغام پہنچنے سے قبل ہی میرے دل پر از خود تقاضا ہوا کہ حضرت قاری

صاحب مدظلہ کی دعوت کروں۔ میں خیر المدارس پہنچ گیا۔ درخواست پیش کرنے پر فرمایا: کیا میرا پیغام نہیں ملا......؟ میں نے عرض کیا نہیں۔فرمایا ''تمہارا گھر تو میرا اپنا گھر ہے۔ میں نے خود ہی بے تکلف کہلا بھیجا ہے۔''

پیرانی صاحبہ کی تشریف آوری کی اطلاع

چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا جالندھر تشریف لا رہی تھیں۔ حضرت مولانا مرحوم نے خط سے صرف یہ اطلاع کی کہ پیرانی صاحبہ مدظلہا فلاں تاریخ کو تشریف لا رہی ہیں۔ میں اور میری اہلیہ دونوں جالندھر پہنچ گئے میں نے عرض کیا حضرت یہ تو آپ نے تحریر ہی نہ فرمایا کہ اہلیہ کو بھی ساتھ لیتے آنا۔ فرمایا: مجھے معلوم تھا کہ جب وہ سنیں گی تو رہ نہ سکیں گی اور اطلاع میں نے اس لئے دی تھی کہ وہ پیرانی صاحبہ کی مزاج شناس ہیں ان کے آنے سے پیرانی صاحبہ کو راحت ہوگی۔

ہمارے آرام کی فکر

حضرت مولانا بہت ہی چاہتے تھے کہ دنیوی طور پر بھی ہم بہت آرام میں رہیں۔ جب بھی کوئی بات پوچھی آسان صورت کو ہی ہمارے لئے پسند فرمایا۔

والا نامہ جات حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ

مکرمی! زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) ان پیروں میں بعض بڑے اولیاء اللہ ہیں۔ ان کو برا سمجھنا اپنے ایمان کو نقصان پہنچانا ہے سب کا دل وزبان سے ادب ہونا چاہیئے رہا ان کا سماع وغیرہ بعض رسوم میں ابتلاء کسی کی طرف تو نسبت صحیح نہیں اور کسی کا خاص بنا پر ابتلاء ہے جس میں وہ معذور ہیں ہمیں ایسے امور میں ان کی اقتداء کرنا جائز نہیں۔ البتہ ان پر بدظنی کرنا بھی سخت گناہ ہے مولانا رومؒ فرماتے ہیں

در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

(۲) مشرک تو سمجھنا نہ چاہئے۔ البتہ رسومات میں اتباع کرنا جائز نہیں اس سے احتراز کیا جاوے۔

(۳) ایسے لوگ مسلمان ہیں ان کو کافر اعتقاد کرنا بہت برا ہے۔

یہ تو آپ کے سوالات کا جواب تھا۔ اب خیر خواہانہ مشورہ ہے وہ یہ کہ ایسے خیالات سے

بالکل پرہیز کیا جائے اپنی ہی فکر پیش نظر رکھی جائے سنت کے مطابق عمل کیا جائے پھر بھی اپنے آپ کو قصوروار سمجھ کر استغفار کیا جائے اور زید، عمر و بکر سے نظر بند کر لی جائے۔ والسلام۔

(۲صفر ۱۳۷۴ھ)

ارضِ پنجاب

سوال: کیا پنجاب کی زمین عشری ہے؟

جواب: حضرت مولانا: عشری ہونے میں شبہ ہے اس لئے بقول حضرت گنگوہیؒ عشر ادا کرنے ہی میں احتیاط ہے۔

استنجاء سے بچا ہوا پانی

سوال: کیا استنجاء سے بچا ہوا پانی مکروہ ہوتا ہے۔ کیا وضو کے لئے تازہ پانی لینا چاہیئے۔

جواب: شرعی کراہت تو کوئی نہیں البتہ طبعی کراہت ہے، دونوں طرح اختیار ہے۔

افواہ سے کچھ نہیں ہوتا

سوال: شنید یہ ہے کہ یہاں کی زمین پٹھانوں نے اوروں سے غصب کر کے لی ہے کیا اس افواہ سے کوئی شرعی حکم ثابت ہوتا ہے؟

جواب: ایسے احتمالات سے کچھ نہیں ہوتا جب تک صحیح تحقیق نہ ہو۔

سوال: باتیں بہت کرتا ہوں لیکن دل کورا ہے۔

جواب: یہی اعتقاد ہمیشہ رہنا چاہئے گو واقعہ میں ایسا نہ ہو۔

سوال: بحمد اللہ حضرت کی محبت سے دل سرشار ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اسی میں میرا خاتمہ ہو۔

جواب: اللہ تعالیٰ اس مخلصانہ محبت کو طرفین کے لئے نافع اور طرفین کے حق میں ذریعہ نجات بنائے۔

سوال: دعاء فرمائیں میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔

جواب: ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔

مال مشتبہ سے احتیاط

مال مشتبہ کے بارے میں استفسار پر حضرت مولانا مرحوم نے جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ:

دینے والے دینوی غرض سے ملازمین کو بلا طلب یا مع الطلب جو چیز دیتے ہیں وہ رشوت کہلاتی ہے۔ سو پٹواریوں کی زائد از مشاہرہ آمدنی اسی کا مصداق ہے اس لئے کھانے پینے کی اشیاء سے اجتناب کرنا ہی احوط ہے البتہ اس کے ماسوا اشیاء میں وساوس کے پیچھے لگنے کی حاجت نہیں۔ ہاں جس چیز کے مشتبہ ہونے کا ظن غالب ہو اس سے اجتناب مناسب ہے۔ باقی کا تدارک استغفار سے کیا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم (از جالندھر ۲۹ رجب ۱۳۶۲ھ)

حُسنِ تربیت کا سنہری اصول

ایک خط کے جواب میں حضرت مولانا مرحوم رقمطراز ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

چونکہ مجھے معلوم نہیں کہ تربیت کس طرح کی گئی اس لئے مشورہ سے قاصر ہوں۔

البتہ ایک اصول عرض کرتا ہوں جو حضرت کا معمول تھا' وہ یہ کہ کسی طالب کو اپنے دلی تعلق خاص کی اطلاع نہیں فرمایا کرتے تھے۔ تاکہ ناز کا وقت نہ آنے پائے۔ بلکہ ہر شخص کو ظاہری استغناء اور اندرونی توجہ سے تربیت فرمایا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے آپ سے اس کی رعایت نہیں رہ سکی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲۰ نومبر ۱۹۶۹ء)

مقتدایانِ دین کے لئے اصول شرعی

سوال: حضرت والا! میرے ایک افسر چاہتے ہیں کہ میں ان کی ہمشیرہ کو ٹیوشن پڑھاؤں۔ لڑکی قریب البلوغ ہے۔ اگر انکار کروں تو اندیشہ ہے کہ کہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ کوشش کروں گا کہ لڑکی موٹے کپڑے پہن کر پڑھے ارشاد فرمائیں کہ کیا طریق کار اختیار کروں؟ حسب ارشاد دل و جان سے عمل کروں گا۔

جواب حضرت مولانا رحمۃ اللہ: مکرمی! زید فیوضکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ!

حق گوئی و حق جوئی سے دل بہت خوش ہوا' حق تعالیٰ مزید توفیق ترقی ارزانی فرمائے۔

جواباً مختصر تحریر ہے کہ قرآن مجید میں آیہ کریمہ **"ولا تقربوا الزنی"** "زنا کے قریب مت جاؤ" میں اسباب و ذرائع اور دواعی و وسائل زنا کو حرام اور ممنوع قرار دے کر ان سے نہی فرمائی گئی ہے اسی لئے دوسری آیت میں مرد و عورت کو نظر پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور حدیث میں ناگہانی نظر کو

معاف فرمایا گیا ہے۔ ان سب نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبی مرد کا اجنبی عورت سے قصداً تخلیہ میں بیٹھنا' آواز سننا ہم کلام ہونا ناجائز ہے۔ ایسے مقام میں بیٹھنا قصداً جہاں گاہے گاہے نظر پڑ جاتی ہو معافی میں داخل نہیں بلکہ قصداً نظر کے حکم میں ہے۔ معافی اسی صورت میں ہے کہ خود کسی اجنبیہ کے قرب کا قصد نہ کیا گیا ہو۔ پھر اتفاق سے سامنا پڑ جائے یا اچانک نظر پڑ جائے۔ وہ معاف ہے۔ اس لئے آپ کا معاملہ میری نظر میں مشکوک ہے۔ خلاف تقویٰ ہے۔ مرشدنا حضرت حکیم الامت قدس سرہ العزیز اس پر مطلع ہوتے تو اجازت نہ فرماتے۔ علاوہ ازیں دینی مصلحت کے بھی خلاف ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دینی مقتداء کا عہدہ عطاء فرمایا ہے۔ مقتدا کے لئے مقام تہمت ومواضع شک وتردد سے اجتناب ضروری ہے۔ تاکہ دوسرے معتقدین غیر جائز مواقع میں اس کو حجت نہ بنا سکیں اور مخالفین بدنام کر کے ایک دینی مسلک سے عوام کو نہ ہٹا سکیں۔ فقط۔

یہ میرا خیال ہے۔ آگے آپ خود متقی ہیں۔ دین میں فہیم ہیں تحری اور استخارہ فرمالیں اور بحکم حدیث: "دع مایریبک الی مالا یریبک" یعنی مشکوک کو چھوڑ کر غیر مشکوک کو اختیار کیا جائے۔ احتیاط پر عمل فرمالیں۔ والسلام

خیر محمد عفی عنہ از خیر المدارس ملتان'

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ

چنانچہ حسب ارشاد حضرت مولانا میں نے اس بچی کو پڑھانا قبول نہ کیا اپنے افسر صاحب سے معذرت کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کی برکت سے عجیب فضل فرمایا کہ اس افسر نے مجھے کہا کہ آپ کی اسی بات نے مجھے آپ کا گرویدہ بنا دیا ہے آپ دینی اصول کے پابند ہیں۔ پھر انہوں نے خاص کوشش سے مجھے دو تین سپیشل گریڈ دلوائے۔

مسجد میں جمعہ کا افتتاح

سوال: حضرت والا! ہماری مسجد اب کافی وسیع ہو گئی ہے۔ لوگوں کا اصرار وتقاضا ہے کہ یہاں نماز جمعہ ہوا کرے گا لیکن مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ جمعہ کے روز میرا خیر المدارس آنا موقوف ہو جائے گا۔ ساتھ ہی یہ بھی اندیشہ ہے کہ اگر میں انکار ہی کرتا رہا تو لوگ نیا امام ڈھونڈنے کی فکر کریں گے۔ حضرت ارشاد فرمائیں کیا کروں؟ رمضان المبارک آنے کو ہے۔ دل یہ چاہتا ہے کہ اگر جمعہ کی نماز شروع کر دینے کا حکم ہو تو پہلا جمعہ حضرت والا پڑھائیں لیکن حضرت کو روزے کی وجہ سے

آنے میں تکلیف ہوگی۔

جواب حضرت مولانا مرحوم: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہتر صورت یہ ہے کہ آئندہ جمعہ یعنی ۲۹ شعبان کا آپ اپنی مسجد میں شروع کریں۔ کیونکہ یہ جمعہ اصل میں رمضان ہی کا ہے۔ میں آجاؤں گا اپنے دوستوں کو اطلاع کردیں۔ اگر یہ صورت منظور ہو تو مجھے اطلاع کردیں۔ والسلام

خیر محمد عفی عنہ

حضرت والا تشریف لائے۔ ہماری مسجد میں پہلے جمعہ کی نماز حضرت نے پڑھائی آئندہ کے لئے مجھے اجازت مل گئی اور حضرت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مسجد آباد فرمادی۔

تذکرہ مولانا شبیر علی صاحبؒ

حق تعالیٰ کی عجیب شان ہے۔ وہ چاہیں تو مجھ جیسے جاہل انگریزی خواں کو ان بزرگوں کے جوتوں میں جگہ دے دیں اور ان جوتوں میں سے موتیوں کے خزانے مجھے مل جائیں۔ اگرچہ میں نے بہت بے قدری کی لیکن اس سے موتی کی قدر و قیمت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی موتی پھر موتی ہے۔

مذکورہ اکابر کے علاوہ اس نالائق کے پاس حضرت مولانا شبیر علی صاحبؒ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہٗ مولانا محمد ادریسؒ صاحب کاندھلوی اور مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ کے بیسیوں خطوط موجود ہیں۔ ان سب میں ہزاروں دعائیں اور بے شمار قیمتی نصائح موجود ہیں۔ اور میری اہلیہ کے پاس دونوں پیرانی صاحبات کے محبت شفقت اور دعاؤں بھرے بہت خطوط موجود ہیں۔

ایک دفعہ حضرت مولانا شبیر علی صاحب یہاں ملتان میرے ہاں مہمان ہوئے میں نے عرض کیا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی کے تعلق کی وجہ سے جس نے بھی مجھے خط لکھا خواہ حضرت والا کے کسی عزیز کا ہو یا کسی اور کا میں نے ایک بھی خط ان میں سے ضائع نہیں ہونے دیا۔ سب محفوظ ہیں۔ مولانا بہت ہی محظوظ ہوئے اور فرمایا: تمہیں مبارک ہو یہ علامت بہت ہی اچھی ہے۔

حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحئی صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں درخواست تعلیم

مولانا خیر محمد صاحب کے انتقال کے بعد میں نے تعلیم و تربیت و اصلاح کی درخواست

حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحیؒ عارفی مدظلہ العالی کی خدمت اقدس میں پیش کی۔

مضمون خط: سیدنا و مولانا دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مرشد تھانوی کے بعد میں نے تجدید بیعت کسی سے نہیں کہ البتہ تعلیم اور اصلاح کے لئے اپنے آپ کو اول حضرت خواجہ صاحب ان کے بعد حضرت مفتی محمد حسن صاحب اور ان کے بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے سپرد کر دیا۔ تجدید بیعت کے سلسلہ میں مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کا دامن مبارک چھوڑ کر کسی اور کے پیچھے لگ گیا ممکن ہے کہ اس کا منشاء عجب یا تکبر ہو گر مجھے ایسا کرنا غیرت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب: اول تو ضرورت ہی نہیں پھر بقول آپ کے غیرت بھی معلوم ہوتی ہے۔ اب مولانا خیر محمد صاحب کے بعد میں تعلیم اور مشورہ آپ سے لینا چاہتا ہوں آپ کی محبت سے میرا دل لبریز ہے۔ للہ میری درخواست قبول فرماویں۔

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب: آپ اور ہم دونوں ایک ہی درسگاہ کے تعلیم یافتہ اور ایک ہی خانقاہ کے تربیت یافتہ ہیں۔ مزید علم کی ضرورت ہی نہیں البتہ مزید اہتمام عمل کی ضرورت ہے اللہ پاک آپ کو اور مجھ کو اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق وافر وراسخ عطاء فرماویں یہ بات البتہ ضروری ہے کہ باہمی مکاتبت سے دریافت خیریت اور دعائے خیر کا موقع ملتا رہے ورنہ کچھ دنوں کے بعد یہ بھی ممکن نہ ہوگا۔ خصوصیت کے ساتھ دعاء اور خیر و عافیت اور خاتمہ بالخیر کے لئے مستدعی ہوں۔

مضمون خط: سیدنا و مولانا دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت روز ہوئے ایک عریضہ ارسال خدمت اقدس کیا تھا جس میں اس ناکارہ کی تعلیم و تربیت قبول فرمالینے کی درخواست تھی غالباً ہنگاموں کی وجہ سے میرا عریضہ خدمت اقدس میں نہیں پہنچا۔

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب: جواب ارسال خدمت کر چکا ہوں۔

مضمون خط: اب دوبارہ درخواست کرتا ہوں کہ میری تعلیم و تربیت قبول فرمالیویں۔

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب: اس کا جواب لکھتے ہوئے بھی ندامت محسوس ہوتی ہے دل سے دعاہائے خیر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذوق طلب و تشنگی کے ثمرات عطاء فرماویں۔ اپنے لئے دعاء عافیت کا مستدعی ہوں۔

مضمون خط: حضرت والا بہت ہی دل چاہتا ہے کہ جب بھی آپ لاہور تشریف لے جاویں تو کچھ فرصت کا وقت نکال کر میرے مہمان بنیں۔ ملتان چھاؤنی اسٹیشن پر حاضر ہو کر گھر لے آؤں گا۔

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب: آپ کے حسن ظن اور خلوص کی دل سے قدر کرتا ہوں اور افزائش نسبت باطنی کے لئے دل سے دعاء کرتا ہوں اور چاہتا ہوں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کے مکتوبات

عجیب اتفاق سے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتنی ہی خط و کتابت سے میرے دل میں حضرت ڈاکٹر صاحب کی قدر اور محبت بڑھ گئی اور حضرت کے دل میں بھی حق تعالیٰ نے میرے لئے شفقت پیدا فرمادی۔ میں اپنے سب حالات حضرت کی خدمت میں پیش کرنے لگا اور حضرت انتہائی دلسوزی سے میری تعلیم اور تربیت فرمانے لگے۔ زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ غلطیوں پر لطف بھرے عتاب آنے لگے اس تصور سے کہ دنیا میں بفضلہ تعالیٰ ابھی ایسے حضرات موجود ہیں جو غلطیوں پر متنبہ کر کے راہ راست پر لا سکتے ہیں ایک نازکی سی کیفیت پیدا ہوئی اور میں نے بھی اپنی رائے کو حضرت کی رائے کے سامنے فنا کر دیا۔ جو فرماتے مجھے وہی اچھا لگتا۔ حضرت کی رائے ساری دنیا کی رائے پر مجھے بھاری نظر آنے لگی۔ ان سب حالات کی اطلاع میں نے حضرت کو کردی۔ قلب مبارک پر اس بات کا اثر ہوا اور حضرت کے ارشادات میں موتیوں کی بارش ہونے لگی۔ آج جب کہ مکتوبات اشرفیہ کا چوتھا ایڈیشن شائع ہونے کے لئے جارہا ہے دل میں شدید تقاضا ہوا کہ ان موتیوں کو کتاب میں محفوظ کر لینا چاہئے ورنہ میری آنکھ بند ہوتے ہی یہ گوہر ضائع ہو جائیں گے ان کی قدر کسی کو معلوم نہ ہوگی۔ اتنے بڑے خزانے کا ضائع ہو جانا کس قدر نقصان اور رنج کی بات ہوگی۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی کے ان ارشادات میں میرے لئے بہت زیادہ محبت اور شفقت کا اظہار بھی ہے اور حضرت کا حسن ظن بہت بڑی نعمت اور میرے لئے فال حسن ہے جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اس انعام سے نوازا ہے تو میں اس نعمت کو بھی اخفاء میں کیوں رکھوں۔ لیکن اصل مقصود یہ ہے کہ احباب حضرت کے مقام کو پہچانیں اور ان کی تعلیمات سے نفع حاصل کریں۔ اب میرے خطوط کے مضامین اور حضرت کے ارشادات شروع ہوتے ہیں۔

مضمون خط: حضرت والا آج کل میری طبیعت بہت مضمحل اور کسلمند ہے مصنوعی

دانت بے کار ہو چکے ہیں قوت گویائی نہایت کمزور پڑ چکی ہے ایک آنکھ میں پانی اتر آیا ہے۔ آنکھ بنوانے لاہور جارہا ہوں حضرت میرے لئے دعاء فرماویں۔

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب: حالات معلوم ہو کر قلق ہوا۔ دل سے دعاء کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ تمام تکالیف دور فرما کر صحت کاملہ اور عافیت کاملہ عطاء فرماویں۔ آمین

مضمون: حضرت کی کتابیں مآثر حکیم الامت، بصائر حکیم الامت میرے سرہانے رہتی ہیں۔ پڑھتا بھی ہوں اور حسرت بھری نظروں سے دیکھتا رہتا ہوں کہ اب اچھی طرح پڑھنے کی قوت بھی نہیں رہی۔ حضرت والا دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ قوت دے دیں۔

جواب: جس قدر بھی آسانی سے ہو پڑھا کریں۔ ویسے آپ کو ماشاء اللہ اب زیادہ پڑھنے کی ضرورت بھی نہیں۔ سارا علم تو الحمد للہ اعمال میں تبدیل ہو چکا ہے۔

مضمون: آج ہی صبح حضرت کے والا نامہ کا جواب ارسال ہوا ہے حضرت کی محبت کے جذبات میں ایسا گم تھا کہ جوابی لفافہ بھیجنا بھول گیا اب ارسال خدمت اقدس ہے۔

جواب: محی ومحبوب المنزلت زاد اللہ حبکم فی اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے پر کیف محبت نامہ نے دل وجان میں تموج پیدا کر دیا۔ بالمشافہ آپ سے شرف ملاقات حاصل نہیں ہے مگر اتصال روحانی محسوس ہوتا ہے۔ آپ کی تواضع۔ ایثار وفنائیت میرے لئے بہت بصیرت انگیز وایمان افروز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس تعلق کو اپنی رضائے کاملہ کے حصول کا باعث بنائیں۔ آمین یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس آخر عمر میں جبکہ قحط الرجال ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے غائبانہ آپ سے تعلق خلوص ومحبت پیدا فرما دیا ہے۔ جس سے دل کو بہت تقویت ہے۔ اب تو یہ جی چاہنے لگا ہے کہ

؎ اشتیاقے کہ بدیدار تو دارد دل من
دل من داند ومن دانم وداند دل من

آپ کے خط کا جواب بہت تاخیر سے لکھ رہا ہوں۔ انتظار کی زحمت کے خیال سے شرمندہ ہوں۔ اس طرح کچھ عرصہ سے کسل وضعف طبعی اور کچھ اشغال کی کثرت حارج ہوئی اور اطمینان سے خط لکھنے کے لئے فرصت کا انتظار کرتا رہا اور اس امر میں ہمیشہ دھوکا ہی ہوتا ہے ان شاء اللہ آئندہ جلد لکھتے رہنے کا انتظام رکھوں گا۔ دعائے خیر کے لئے مستدعی ہوں اور برابر التزاماً آپ کے لئے دعاء کرتا رہتا ہوں۔ طالب دعائے خیر عبدالحیؒ عفی عنہ۔

مضمون: حضرت والا خیریت مزاج مبارک سے مطلع فرمادیں۔ بحمد اللہ لاہور میں ملاقات کے وقت حضرت کی محبت دل میں بڑھی اور حضرت کے ارشادات دل میں اترتے ہوئے محسوس ہوئے۔ حضرت کی خاص شفقت کو دیکھ کر اور اپنی نالائقیوں کو دیکھ کر بہت ندامت ہوئی حضرت دعاء فرمادیں اللہ تعالیٰ میری کوتاہیاں معاف فرمادیں اور حسن خاتمہ عطا فرمادیں۔

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب: اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ ایسے انتظامات باہم فرما دیئے کہ اشتیاق ملاقات پورا ہو کر ازدیاد تعلق محبت کا باعث ہوا۔ آپ کی سادہ محبت نے دل میں اپنا خاص مقام حاصل کرلیا ہے اور یہ میرے لئے بڑی نعمت وسعادت ہے **اللّٰھم زد فزد**۔ امید ہے کہ خیریت مزاج سے مطلع فرماتے رہیں گے۔ بفضلہ تعالیٰ میری صحت بہتر ہے۔

نیاز مند، عبدالحئی عفی عنہ ۱۲ اگست ۷۸ء

مضمون: حضرت والا! چند روز تک میری بائیں آنکھ کا آپریشن ہونے والا ہے اس میں پانی اتر آیا ہے دوسری آنکھ بفضلہ تعالیٰ ابھی ٹھیک ہے کام دے رہی ہے دعا فرمادیں آپریشن کامیاب ہو اور بینائی اچھی نکل آئے۔

جواب: اللہ تعالیٰ کامیاب فرمادیں اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عطا فرمادیں اللہ تعالیٰ سے آپ کی صحت وقوت اور بینائی کی افزائش کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیوض وبرکات کو جاری رکھیں۔ آمین

مضمون: والا نامہ ملا حضرت والا کی شفقت عجیب ہے۔ وجد کی سی کیفیت پیدا ہوئی۔ بار بار پڑھا عجیب لطف اور سکون ملا۔ ہر بن منہ سے آپ کے لئے دعاء نکلی دنیا ہی میں جنت کا لطف دیکھا۔ اس ناکارہ کے لئے حضرت کی توجہ خاص اور برابر دعائے خیر وعافیت فرماتے رہنا کوئی معمولی دولت نہیں ہے۔ بحمد اللہ حضرت کی محبت سے دل سرشار ہے۔

جواب حضرت والا: الحمد اللہ میرے دل میں بھی یہی جذبات ہیں۔ آپ میری محبت سے مسرور ہوئے اور میرا دل آپ کی محبت کی قدر دانی سے مسرور اور محظوظ ہو رہا ہے۔ الحمد اللہ آپ کے دل میں اس ناکارہ کی اس قدر پر خلوص محبت ہے۔

"اللھم لک الحمد ولک الشکر"

مضمون: حضرت والا! میرے لاہور والے داماد ڈاکٹر احسان کا ایک حادثہ میں انتقال ہوگیا ہے۔ احسان مجھے بہت محبوب تھا۔ بہت جان نثار تھا۔ مجھے کسی پہلو قرار نہیں حضرت احسان کے

لئے دعائے مغفرت فرمائیں اور ہم سب کے لئے صبر جمیل کی دعاء فرماویں۔

جواب حضرت والا: مجھے اس سانحہ کا علم ایک صاحب کے ذریعہ سے ہوا تھا۔ معلوم ہو کر سخت صدمہ ہوا اور قلب مضطرب ہو گیا۔ آپ کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے بھی قلم رکتا ہے اور الفاظ نہیں ملتے عقلاً تو بحمد اللہ تعالیٰ آپ سب رضائے الٰہی پر صابر اور شاکر ہوں گے۔ لیکن تعلقات اور محبت کے تقاضے سے دل کو بے چین ہونا اور قلب کا شدید احساس ہونا بھی امر فطری ہے اللہ تعالیٰ اس میں سکینہ قلب اور صبر اور تحمل کی برداشت محض اپنے فضل و کرم سے زیادہ سے زیادہ عطا فرماوے۔ مغموم اور رنجیدہ دل سے آپ سب کے لئے دعائے صبر و استقلال کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام عالیہ عطاء فرماویں اور اس سانحہ کا اجر شہادت کے درجہ میں عطاء فرماویں پس ماندگان کی کفالت اور فراغت قلب کے لئے زیادہ سے زیادہ اپنا فضل و کرم فرماویں۔ کثرت سے "انا اللّٰہ و انا الیہ راجعون" پڑھا جائے۔ اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطاء فرماویں۔

مضمون: حق تعالیٰ! آپ کا مبارک سایہ مسلمانوں کے لئے سلامت رکھیں۔

جواب: آپ کے لئے بھی میں یہی دعاء کرتا ہوں۔

مضمون: حضرت اقدس دعاء فرماویں اللہ تعالیٰ مجھے اچھی صحت دیں اور حسن اعتقاد حسن عمل اور اور حسن خاتمہ عطاء فرماویں۔

جواب: دل سے دعا کرتا ہوں اور انہی مقاصد کے لئے آپ کی دعائیں چاہتا ہوں۔ آپ کی صحت اور طمانیت خاطر کے لئے دل سے دعاء کر رہا ہوں۔

مضمون: حضرت والا کا ارسال فرمودہ ہدیہ بصائر حکیم الامت دوسرا ایڈیشن و معمولات یومیہ و مختصر نصاب اصلاح نفس دونوں کتابیں مل گئیں۔ بہت ہی ذرہ نوازی فرمائی بے حد ممنون ہوں بہت بہت دعائیں حضرت والا دعا فرماویں ان کتابوں کو پڑھنے اور ان پر عمل کرنے کی بھی توفیق عطاء فرماویں اور حسن خاتمہ سے نوازیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر و عافیت ہو گا۔ صحت و قوت کے لئے دعاء گو رہتا ہوں۔ جناب والا نے جو کتابوں کے ہدیہ کو اس قدر پسند فرمایا ہے وہ میرے لئے باعث مسرت ہے مگر ان کے شرف قبولیت اور سرمایہ آخرت بننے کے لئے بھی دعاء فرماویں میں آپ کے لئے اور سب متعلقین کے لئے دعاہائے خیر و عافیت کرتا رہتا ہوں۔

حضرت کا مکتوب

اسلام آباد ایک تقریب میں اس ناچیز کو حضرت ڈاکٹر صاحب کی معیت نصیب ہوئی کراچی واپس تشریف لے جا کر حضرت نے اس نا کارہ کو خط لکھا۔

نقل خط حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالیٰ

محترم و مشفقم زاداللہ تعالیٰ مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مجھے انتہائی افسوس ہے کہ رخصت ہوتے وقت آپ سے نہ مل سکا۔ ماحول کچھ ایسا ہو گیا کہ بے خبری میں چلا آیا۔ امید ہے کہ آپ کچھ خیال نہ فرماویں گے۔ میں آپ کی صحت و عافیت کے لئے دعا کرتا ہوں، آپ بھی میرے لئے دعا فرماویں۔

عبدالحیٔ عفی عنہ ۵۔ای۔۸ ناظم آباد۔کراچی

مضمون: معلوم ہوا ہے کہ طبیعت مبارک ناساز ہے اور خوراک بہت کم ہو گئی ہے۔ بے چین ہوں طبیعت میں قرار نہیں۔ حق تعالیٰ حضرت کا مبارک ٹھنڈا سایہ مسلمانوں کے لئے سلامت رکھیں اور استوار صحت عطاء فرماویں۔ طبیعت مبارک کی کیفیت سے مطلع فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ خیر و عافیت کی بشارت جلد پہنچائی۔ ۲۵ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ ۱۴ ستمبر ۱۹۸۲ء

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالیٰ: محبت نامہ سے مسرت بھی ہوئی اور تقویت بھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو عافیت کاملہ کے ساتھ اپنی مرضیات پر کاربند رہنے کی توفیق عطاء فرماویں۔ آج کل میری صحت بھی کمزور ہو رہی ہے۔ ضعف معدہ کے ساتھ ضعف عمری بھی غالب ہے۔ دعاؤں کے لئے مستدعی ہوں۔

نقل خط حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالیٰ

مجی و حبیبی و مشفقی زاداللہ تعالیٰ حبکم فی الدارین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا محبت نامہ جس کا لفظ لفظ میرے دل و جان کے لئے سرمایہ ناز محبت ہے پڑھ کر بہت ہی اطمینان و خوشی ہوئی۔ میں وہم کر رہا تھا کہ کہیں میری طرف سے خاطر گرامی پر کوئی ناگواری نہ ہوئی ہو آپ کی دعائیں میرے لئے بہت تقویت قلب کا باعث ہیں۔ میں بھی دل

وجان سے آپ کی صحت اور عافیت کے لئے دعاء کرتا ہوں۔

محمد عبدالحئی عفی عنہ ۵جنوری ۸۱ء

مضمون: ایک دن دل میں بہت تقاضا ہوا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالیٰ کو کچھ ہدیہ محبت بھیجوں چنانچہ بھیجا اور حضرت ڈاکٹر صاحب کا عجیب محبت بھرا والا نامہ آیا۔

نقل خط ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالیٰ

محبی ومحبوبی زاداللہ تعالیٰ حبکم دائماً۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ ملا۔ دل خوشی سے معمور ہوگیا۔ آپ کی محبت ملی بہت بڑی دولت ملی حق تعالیٰ میری اس نعمت کوسلامت رکھیں۔ والا نامہ کو کسی کسی وقت پڑھ لیتا ہوں۔ آپ کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت پر شکرادا کرتا ہوں حضرت والا دعاء فرماویں اللہ تعالیٰ ہمیں جنت میں اکٹھا کردیں۔

جواب: آپ کا اعتراف محبت میرے لئے پروانہ نجات ہے۔ان شاءاللہ تعالیٰ۔
اللہ تعالیٰ ہماری محبت کو اپنی محبت اور اپنے محبوب نبی الرحمۃ کی محبت خالصہ باعث ترقی فرماویں۔آمین۔

میرے ایک اور خط پر حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالیٰ کا جواب: محبت نامہ باعث ازدیاد محبت ہوا اللھم زد فزد عبدالحئی عفی عنہ۔

یہ ناکارہ دورافتادہ یونہی آپ کی شفقت محبت کا مرہون وممنون ہے پھر کرم بالائے کرم یہ ہدیہ اخلاص محبت اور بھی زیادہ شرمندہ محبت کررہا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی اس مخلصانہ محبت کا جذبہ میرے لئے سعادت دارین کا باعث بنائیں اور اس کا صلہ اپنی محبت خالصہ اور اپنے محبوبﷺ کی محبت خاصہ عطاء فرماویں۔آمین!

بحمداللہ بخیریت ہوں۔اور آپ سب کے لئے دعائے خیر وعافیت کرتا ہوں۔

احقر محمد عبدالحئی عفی عنہ ۲۶ صفر ۱۴۰۲ھ ۱۲دسمبر۸۲ء

میری خوشی کی انتہا نہ تھی۔ میں نے بھی جوش محبت میں مندرجہ ذیل خط لکھا:

سیدنا ومولانا ومحسننا دامت برکاتہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نماز ظہر کے لئے گھر سے نکلنے لگا تھا جب والا نامہ ملا۔لفافے پر کے پتہ سے پہچان گیا

کہ حضرت والا کا خط ہے۔ کھولا پڑھا' تڑپ گیا خوشی سے دل اچھل رہا تھا۔ آنکھوں میں آنسو دل کی عجیب کیفیت تھی۔ نماز میں مشکل سے چیخوں کو دبایا۔ بعد نماز ایک عزیز کو کہہ رہا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے ایک لاکھ روپیہ دیتے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی حضرت ڈاکٹر صاحب کے والا نامہ سے ہوئی۔ دل کے جذبات حضرت والا کے سامنے رکھنے کو دل چاہا رکھ دیئے' دعا فرمائیں دین کی محبت کے انہی جذبات میں حق تعالیٰ اپنے پاس بلائیں۔۔

یہ ناکارہ حضرت والا کے لئے دلسوزی بھری محبت بھری دعائیں کرتا ہے۔

احقر محمد شریف عفی عنہ ۷۰۹ نواں شہر۔ ملتان

اس خط کا بھی عجیب پیارا جواب آیا: تحریر فرمایا

محترمی محبوبی زاداللہ حبکم موقورا۔ وعلیکم السلام رحمتہ اللہ:

اس وقت آپ کا محبت نامہ پڑھ کر دل فرط محبت سے لبریز ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ آپ کے دل میں اس ناکارہ کا اس قدر خیال ہے۔ ''اللھم زد فزد'' دل و جان سے آپ کے مراتب عالیہ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی محبت کاملہ اور اپنے نبی الرحمتہ کی محبت کاملہ آپ کے دل و جان میں جاری و ساری فرماویں۔ آمین

گرامی نامہ حضرت ڈاکٹر صاحب

مجی و محترمی زاداللہ مجدکم و فیوضکم السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ'

صحیفہ محبت پڑھ کر دل بہت مسرور و سرشار ہو گیا۔ آپ کیسی محبت سے اس ناکارہ دور افتادہ کو یاد فرماتے ہیں۔ میرے لئے بڑی نعمت اور بڑی سعادت ہے۔ مجھے تو خود سے دریافت خیریت کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔ دن بھر مشاغل مختلفہ سے بدحواس رہتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ سب کام بحسن و خوبی ہوتے رہتے ہیں۔ البتہ صحت روز بروز کمزور ہو رہی ہے جس کے تدارک کے لئے کچھ ادویات استعمال کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ کا مزاج گرامی اور جملہ متعلقین خیر و عافیت سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ کا مزاج گرامی اور جملہ متعلقین خیر و عافیت سے ہوں گے۔ دل سے دعاء خیر و عافیت کرتا رہتا ہوں۔ اپنے احباب کے لئے دعاء کرتا رہتا ہوں میں نے اپنے وظائف یومیہ و شبانہ میں شامل کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماویں۔ آپ یوں تو اس ناکارہ کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں لیکن دعاء کے لئے استدعاء کرنے

میں لذت محسوس کررہا ہوں۔ سب کی خدمت میں سلام مسنون۔

دعا گو۔۔احقر عبدالحئی عفی عنہ ۷ ذالحجہ ۱۴۰۳ھ

گرامی نامہ حضرت ڈاکٹر صاحب

محبی ومحترمہ زاداللہ، عافیکم　　　　السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ہدیہ محبت میرے لئے نقد بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل عظیم کی، اللہ تعالیٰ آپ کے مدارج محبت میں اور اپنے تعلق اور اپنے محبوبؐ کے تعلق محبت میں ترقی باہم عطا فرماویں دل سے اس محبت خصوصی کی قدر کرتا ہوں۔ اپنے دل کی پرخلوص محبت کا نذرانہ پیش کرتا ہوں۔ شرف قبولیت عطا ہو۔ الحمدللہ بخیروعافیت ہوں۔ آپ کے لئے اور آپ کے مخلصوں کے لئے دعائے خیر وعافیت کرتا ہوں۔

نیازمند: محمد عبدالحئی ۲۱ ذوالحجہ، ۲۹ ستمبر

سیدنا ومولانا دامت برکاتکم　　　　السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ،

حضرت والا: خیریت مزاج مبارک سے مطلع فرماویں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مبارک سایہ مسلمانوں کے لئے سلامت رکھیں۔

حضرت اقدس میری اہلیہ کی آنکھ کا (موتیا کا) آپریشن ہوا ہے۔ چار پانچ روز کے بعد معمولی درد ہوا اور معمولی جالا سا آ گیا۔ آنکھ میں روز ٹیکہ لگتا ہے۔ ویسے ڈاکٹر صاحب تسلی دیتے ہیں۔ حضرت والا دعاء فرماویں کہ بینائی بحال ہو جائے۔

میرے لئے حسن کا خاتمہ کی دعاء بھی فرماویں۔۔۔۔۔۔۔۔۔دعاءگو

۲۴ محرم ۱۴۰۴ھ　　　　احقر محمد شریف عفی عنہ

۳۱ اکتوبر ۱۹۸۳ء　　　　۷۰۹ نواں شہر۔ ملتان

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کی اہلیہ کی آنکھ کی تکلیف کے لئے دل سے دعائے صحت کررہا ہوں۔ ہر نماز کے بعد یاقوی یابصیر یانور۔۔۔۔۱۱ بار پڑھ کر انگلیوں پر دم کرکے آنکھوں پر پھیر لیا کریں۔ اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عطاء فرماویں۔ دل سے دعاء کررہا ہوں اور اپنے لئے متدعی ہوں۔

گرامی نامہ حضرت ڈاکٹر صاحب

مخدومی و مشفقی زاداللہ عافیتکم السلام علیکم ورحمتہ اللہ

کسی دوست سے یہ معلوم ہوا ہے کہ خدانخواستہ آپ کی صحت آج کل بہت خراب ہے۔ اور ہسپتال میں داخل ہیں یہ معلوم ہوکر قلبی قلق وتشویش ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اب طبیعت بحال ہو۔ افاقہ صحت ہو۔ براہ کرم کسی سے اپنی خیریت کے دو حرف لکھوا کر جلد ارسال فرمادیں تاکہ رفع ترددہو۔ دل سے دعائے صحت عاجلانہ وعافیت کاملہ کررہا ہوں۔۔۔

محمد عبدالحیؒ، ۲۰ مارچ ۱۹۸۴ء

گرامی نامہ حضرت ڈاکٹر صاحب

محبی ومحترمی زاداللہ عافیتکم السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

کسی محبّ کے ذریعہ سے (محمد اسحاق صاحب) آپ کے حالات صحت معلوم ہوکر خاطر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کررہا ہوں کہ جلد صحت کاملہ نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ مرض کو کلیتہً رفع فرمادے اور صحت اور قوت جلد عود کر آئے۔ دل سے دعا کررہا ہوں۔ کسی عزیز کو اشارہ فرمادیں کہ وہ فی الحال جلد از جلد خیریت سے مطلع کرتے رہیں۔

جزاک اللہ خیر جزاء، دعا گو، دعا جو

محمد عبدالحیؒ ۲۱ جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ، ۲۵ مارچ ۱۹۸۴ء

گرامی نامہ حضرت ڈاکٹر صاحب

محبّ محترم زاداللہ مجدکم السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ سے دعا کررہا ہوں کہ آپ کے مزاج میں عافیت ہو۔ کل شام کو فون پر آپ نے شرف مخاطبت عطاء فرمایا۔ لیکن بات کچھ واضح نہ ہوسکی۔ لاہور کے جلسہ میں شرکت کا سوال تھا میں نے اپنی معذورات وہاں کے احباب سے بار بار پیش کردی ہیں۔ دل تو چاہتا ہے مگر صحت وہمت میں فتور روز افزوں ہے اس لئے اب دل وجان میں نہ طاقت ہے۔ نہ ہمت ہے نہ دم۔ مگر دل وجان سے جلسہ کی کامیابی اور مقاصد کے پیش نظر میں کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو باوجود ضعف اور دیگر موانعات کے جذبہ ایثار عطاء فرمایا ہے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ آپ کی شرکت سے ارکان مجلس کو ضرور تقویت ہوگی اور خاطر خواہ برکت حاصل ہوگی۔

معذرت خواہ ڈاکٹر عبدالحیؒ، ۵ اپریل ۱۹۸۴ء

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب

سیدنا ومولانا دامت برکاتکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت روز ہوئے ایک خط ارسال خدمت اقدس کیا تھا جس میں اپنی حالت روبصحت ہونے کی اطلاع دی تھی۔ اس خط کا جواب موصول نہیں ہوا اس سے قبل حضرت والا کے دو شفقت محبت اور دعاؤں بھرے والا نامے ملے۔ واللہ مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ سلطنت کی خوشی اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ میری صحت بڑھ رہی ہے۔ حضرت اقدس کی دعائیں اللہ نے قبول فرمالیں۔ اب ایک وقت مسجد میں جانے لگا ہوں۔ عصر سے مغرب تک احباب بھی پاس بیٹھتے ہیں۔ حضرت والا کی دعائیں بہت بڑی نعمت ہیں۔ مزید دعاؤں خصوصی حسن خاتمہ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔

حضرت والا خیریت مزاج کی کیفیت سے بھی مطلع فرماویں۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کا مبارک سایہ اس ناکارہ اور سب مسلمانوں کے سر پر سلامت رکھیں۔ دعاء گو

۲۱ رجب ۱۴۰۴ھ   احقر محمد شریف عفی عنہ ۲۴ اپریل ۰۹ ۷ نواں شہر ملتان

جواب: وعلیکم السلام وبرحمۃ اللہ

میں نے بھی ایک عریضہ مزاج پرسی کے لئے لکھا تھا۔ جناب والا کے خط کا جواب تو میرے لئے عین سعادت ہے۔ مگر موصول ہی نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ صحت کاملہ اور عافیت کے ساتھ رکھیں۔ آپ کے لئے دعاء کرتا ہوں اور اپنے لئے مستدعی ہوں۔

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب

سیدنا مولانا ومحسنا دامت برکاتکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شفقت بھرا والا نامہ ملا۔ میری خوشی مجھے وجد میں لے آئی۔ واقعی اس دن فون پر بات کرنے میں حسرت رہ گئی۔ آواز بہت مدھم تھی۔ حضرت اقدس کی محبت بھری دعائیں سن لیں۔ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت لاہور تشریف نہ لے جاسکیں گے۔ باقی ارشادات سمجھ نہ سکا۔ بحمد اللہ حضرت والا کی محبت سے دل سرشار ہے میری بیماری کے دنوں میں جتنی شفقت آپ نے فرمائی شاید ہی کسی اور بڑے نے فرمائی ہو از خود چار والا نامے تحریر فرمائے۔ مجھے سلطنت سے زیادہ خوشی ملی۔ خیریت مزاج مبارک کی کیفیت سے مطلع فرماویں حق تعالیٰ آپ کا مبارک سایہ اس ناکارہ کے سر پر اور سب مسلمانوں کے سر پر سلامت بعافیت رکھیں۔

حضرت اقدس نے جوابی لفافہ ارسال فرمایا۔ اس کی ضرورت نہ تھی لیکن یہ لفافہ میں نے اپنے پاس رکھ لیا۔ حضرت والا کے دست مبارک کا ایک ایک لفظ میں محفوظ رکھتا ہوں۔

۔۔۔۔۔۔دعاء گو و دعاء خواہ

احقر محمد شریف عفی عنہ ۷ مئی ۱۹۸۴ء

۵ شعبان ۱۴۰۴ھ

۷۰۹ نواں شہر۔ ملتان

جواب: وعلیکم السلام برحمتہ برکاتہ

میں نے جو کچھ کیا اپنی محبت اور خلوص کی وجہ سے کیا آپ کے ساتھ قلبی تعلق کے تقاضہ سے کیا۔ ان شاء اللہ یہ امر مزید اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا باعث ہوگا اور آپ کے ساتھ رابطہ محبت کا قوی ہونے کا موجب ہوگا۔

اپنا عذر پیش کیا تھا اور آپ کی صحت کا اندازہ کر کے آپ کو بھی راحت کا پہلو اختیار کرنے کا مشورہ تھا۔۔۔۔۔۔۔ جزاکم اللہ۔

یہ بھی محبت کا ایک کرشمہ ہے۔ اللھم زدفزد۔ دل و جان سے دعائے خیر و عافیت کر رہا ہوں۔

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب

سیدنا و مولانا دامت برکاتکم السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہٗ

حضرت والا خیریت مزاج مبارک سے مطلع فرماویں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مبارک سایہ مسلمانوں پر سلامت رکھیں۔

حضرت والا۔ چند روز تک میری اہلیہ کی آنکھ کا آپریشن ہونے والا ہے۔ دعاء فرماویں آپریشن کامیاب ہو اور بینائی بہت اچھی ہو جائے۔

احقر محمد شریف عفی عنہ

۷ اربیع الثانی ۱۳۹۸ھ۔ ۷۰۹ نواں شہر ملتان

جواب: مکرمی و محترمی زادہ اللہ مجدکم! السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہٗ جزاکم اللہ

دل سے دعا کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ خیر و عافیت کے ساتھ آپریشن میں خاطر خواہ کامیابی عطاء فرماویں اور بینائی میں قوت عطاء فرماویں۔ آمین۔

اپنے لئے استدعاء کر کے دعائے خیر وعافیت فرما کر ممنون کرم فرماویں۔

گرامی نامہ حضرت ڈاکٹر صاحب

محبی ومحبوبی زاد اللہ مجدکم وعافیتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

کیا عرض کروں۔ کس طرح اظہار جذبات کروں۔ آپ نے اپنی توجیہات محبت اور عنایات کرم بالکل بے نوا کر دیا ہے میری خوش نصیبی ہے کہ آپ ایسے محبت کرنے والے میرے لئے سعادت دارین کا باعث ہیں۔ آپ کے عطیہ محبت نے بذریعہ منی آرڈر موصول ہو کر مجھے ممنون محبت بنالیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی محبت خاصہ اور اپنے محبوب نبی الرحمۃ ﷺ کی محبت کاملہ سے مخمور اور سرشار رکھیں۔

دعا ہائے خیر وعافیت کی توفیق ہوتی رہتی ہے اور اپنے لئے استدعا کرنے کی بھی سعادت کا متدعی ہوں۔۔۔۔ دعا گو۔۔۔۔ محمد عبدالحیٔ عفی عنہ

سیدنا ومولانا دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت والا کئی روز سے زیادہ بیمار ہوں۔ دعائے صحت فرمائیں۔ خیریت مزاج مبارک کی کیفیت سے بھی مطلع فرمائیں۔ حق تعالیٰ آپ کا مبارک سایہ سب مسلمانوں اور ہمارے سروں پر سلامت رکھیں۔

دعاء گو و دعاء جو۔۔۔ احقر محمد شریف عفی عنہ۔۔۔۔ ۹۰۷ نواں شہر۔ ملتان

۱۸ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ۔۔۔۔۔۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۸۴ء

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب

محترمہ و محبی زاد اللہ فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کی یاد فرمائی، اس ناکارہ دور افتادہ کے لئے بڑا سرمایہ سعادت ہے۔ اپنی نااہلیت سے شرمندہ ہوں کہ خود توفیق نہیں ہوتی کہ خیریت مزاج دریافت کروں۔۔۔۔ مشاغل کثرت نے دل ودماغ بہت کمزور کر دیئے ہیں۔ آپ کے لئے دعا ہائے خیر کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ راحت جسمانی کے ساتھ قوت ایمانی میں ترقی عطاء فرمائیں۔ دعا ہائے خیر ہائے خیریت کے لئے متدعی ہوں۔ عاجز' محمد عبدالحیٔ

حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ کی خدمت میں ایک خط اور اس کا جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

بڑے دن کی تعطیلات میں بندہ اور مولوی شیر محمد صاحب تھانہ بھون جاتے ہوئے راجپورہ اترے کیونکہ زیارت کو دل چاہتا تھا مگر آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے ہوئے تھے جب تھانہ بھون پہنچے تو آپ وہاں سے تشریف لے جاچکے تھے ملاقات نہ ہوسکنے کا بے حد صدمہ ہوا۔

جواب حضرت مفتی صاحب: احقر چار بجے پہنچا تو معلوم ہوا کہ آپ تشریف لے گئے ہیں افسوس ہوا' حق تعالیٰ عافیت سے رکھے ان شاء اللہ واپسی پر ملیں گے۔

واپسی میں سردی اور بارش کے باعث نہ اتر سکے۔

جواب حضرت: اچھا کیا سردی زیادہ تھی۔

آپ کو سفر حج مبارک ہو!

جواب حضرت: حق تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ گزشتہ سال آپ نے وہاں درخواست اور دعاء پہنچائی تھی۔ اللہ تعالیٰ آسان فرماویں اور قبول فرماویں اور بخیر وعافیت واپس لاویں۔

جواب حضرت: اللھم آمین ثم آمین۔

اگر یاد آجاوے تو اس ناچیز کے لئے مکہ معظمہ میں دعاء فرماویں کہ اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ فرماویں اور مدینہ شریف میں حضورؐ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کریں۔

جواب حضرت: ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور۔ یادداشت میں لکھ لیا ہے۔

مولوی شیر محمد صاحب آپ کو سلام عرض کرتے ہیں اور یہی دونوں درخواستیں وہ بھی کرتے ہیں۔

جواب حضرت: ان سے بھی سلام عرض کردیں ان کا نام بھی درج کرلیا ہے۔

اہلیہ آپ کے گھر والوں کو سلام عرض کرتی ہے۔

جواب حضرت: ان کی طرف سے بھی سلام عرض ہے۔ اور دعاء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہنے کے لئے عرض کرتی ہے۔

جواب حضرت: بہت اچھا۔

اپنی، اپنے گھر والوں اور عزیز عبدالشکور کی خیر و عافیت سے مطلع فرما کر مطمئن فرماویں۔

جواب حضرت مفتی صاحب: خدا کا شکر ہے سب عافیت سے ہیں۔ البتہ جہاز کے سفر کا کچھ اثر عبدالشکور پر بھی ہے اور اس کی والدہ پر بھی اور چھوٹا بچہ کھیل کود کا موقع نہ ملنے کے سبب بہت پریشان کرتا ہے۔ دعائے خیر میں یاد رکھنے کا امیدوار ہوں۔ اگر فرصت ہو تو یہ چند مسائل بھی تحریر فرماویں۔ ورنہ صرف خیر و عافیت سے ہی مطلع فرماویں۔

جواب حضرت: خیال میں تو رہا لیکن موقع نہ مل سکا آخرکار جہاز میں لکھنا پڑا۔ آج کراچی سے چلے ہوئے چوتھا روز ہے۔ ان شاء اللہ پرسوں کامران میں خطوط ڈالے جاویں گے۔ آپ کو اس ناچیز کے حال پر بیحد شفقت ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی بہترین جزاء عطاء فرماویں۔

(۱)۔ بعد نماز ظہر معلوم ہوا کہ ساری نماز ایسی حالت میں پڑھی کہ کپڑے ناپاک تھے۔ کیا اب سنتوں کی قضا بھی ضروری ہے یعنی کیا اب اتنے نفل پڑھ لینے واجب ہیں یا نہیں۔ اور کیا نفلوں کو بھی دہرانا چاہئے۔

جواب حضرت مفتی صاحب: سنتوں کی قضا نہیں۔ نفل کا اعادہ واجب نہیں۔

(۲)۔ زیادہ گرم چیز پر پھونک مار کر ٹھنڈا کر کے کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب حضرت: حدیث شریف میں کھانے پینے کی چیز پر پھونک مارنے کی ممانعت آئی ہے۔

(۳)۔ اگر کسی کی عورت مر جاوے اور اولاد بالکل نہ ہو تو اس عورت کے ورثہ میں سے شوہر کو کس قدر حصہ ملے گا اور اس عورت کے ماں باپ کو کس قدر؟

جواب حضرت: خاوند اور ماں باپ وارث ہوں تو آدھا ترکہ خاوند کو چھٹا حصہ ماں کو باقی باپ کو ملے گا۔

(۴)۔ گائے، بھینس، گھوڑا وغیرہ کے منہ کی جھاگ نجاست خفیفہ یا غلیظہ؟

جواب حضرت: گھوڑے اور حلال چوپایوں کا لعاب تو پاک ہے مگر گائے وغیرہ جو جگالی کرتی ہیں اس وقت کی جھاگ گوبر کے برابر ناپاک ہے۔

(۵)۔ معتکف کو مسجد میں ریاح صادر کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر ناجائز ہو تو رات کو سخت سردی کے وقت سردی کے خوف سے اگر مسجد کے اندر صادر کرے تو گناہ تو نہ ہوگا؟

جواب حضرت: جس عبادت سے معتکف کے لئے ریح صادر ہونے کے وقت باہر نکلنے کا حکم معلوم ہوتا ہے وہ صاف نہیں ہے اس لئے احتیاط یہ ہے کہ حتی الوسع مسجد میں رہے البتہ اگر

دوسرے معتکفین کو بدبو سے تکلیف ہوتو باہر جانے کی گنجائش پر عمل کرے۔

(۶)۔جس مسجد میں احقر نماز پڑھتا ہے اس میں نمازی عید کی نماز بھی پڑھنے میں باہر جانا پسند نہیں کرتے۔عید گاہ کا امام مسائل سے ناواقف بھی ہے بدعتی ہے اور خطبہ میں بھی بہت گڑ بڑ ہوتی ہے۔اگر ان حالات میں احقر بھی عید کی نماز مسجد ہی میں پڑھ لے تو کوئی حرج تو نہیں؟

جواب حضرت: کچھ مضائقہ نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔والسلام

احقر عبدالکریم گمتھلی عفی عنہ از جہاز المدینہ

مجدد الملت حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ
حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ العالیٰ
(ہردوئی (بھارت) کو اس ناکارہ کی دعوت!

حضرت کو میں نے دعوت دی کہ پاکستان تشریف لائیں تو ملتان میں میرے ضرور مہمان بنیں۔(اور آئندہ سال حج سے واپسی پر خاص شفقت فرمائی اور ملتان تشریف لاکر اس ناکارہ کے مہمان بنے کئی دیگر بزرگ بھی ساتھ تھے اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا اشرف عطا فرمایا میں تو اس قابل نہ تھا۔

حضرت والا کا جواب: حضرت محترم زادت الطافکم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ نے مشرف فرما کر مسرور کیا۔آپ کے خط سے اکابر کی یاد تازہ ہوگئی۔اس وقت بوجوہ احقر سفر سے قاصر ہے ۷ مارچ سے ۳۰ مارچ تک اسفار رہے۔۲۳ تا ۲۵ مارچ ہردوئی قیام رہ سکا۔دعاء کیجئے کہ سفر ملتان کے لئے غیب سے سہولتیں ظاہر ہوجائیں۔

والسلام ناکارہ خادم طالب دعائے تکمیل اصلاح ابرار الحق عفی عنہ ۲۸ مارچ ۱۹۸۱ء

آئندہ سال بعد حج حضرت ملتان چھاؤنی اسٹیشن پر سے گزرے تو میں نے کھانا پیش کیا۔حضرت نے سب ساتھیوں کو ایک ایک روپیہ ہدیہ عطاء فرمایا اور مجھے مدینہ کی کھجوریں سرمہ اور عطر بھی عطا فرمایا اور چند دن بعد والا نامہ تحریر فرمایا: نقل والا نامہ۔۔

محترمہ المکرم دامت برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ دستی سے مشرف ہوا۔آپ کی محبت وشفقت کو اپنے لئے فال حسن خیال کرتا ہوں۔ویزا کی وجہ سے مجبوری تھی ورنہ حاضر خدمت ہوکر زیارت کی سعادت حاصل کرتا۔

آپ نے زحمت فرمائی اسٹیشن کا بہت ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرماویں۔ آپ کے گھر کے طعام وتبرک کو سب نے بہت ہی ذوق وشوق سے ریل روانہ ہوتے ہی کھایا۔ سب کو بہت ہی پسند آیا۔ سب کو توفیق دعاء اکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکۃ وافطر عندکم الصائمون کی بھی ملی آپ نے جن مقاصد کے لئے دعاء ارشاد فرمایا ہے ان کے لئے تعمیل ارشاد میں دعاء کی سعادت ملی بالخصوص دعائے رفاقت رفیق حیات فی الجنۃ کی بھی توفیق ملی۔ ان تمام ادعیہ کی آپ سے بھی دعاء کی درخواست ہے۔ والسلام۔

۷صفر۱۴۰۲ھ آج روانگی ہے۔

ناکارہ خادم' ابرارالحق خادم دعوۃ الحق ہردوئی۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحب کے دو گرامی نامے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مشفق المکرّم زیدت عنایات

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' گرامی نامہ باعث سرور قلب ہوا' حضرت والا کی صحت سے بہت مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ صحت وقوت میں خوب برکت عطاء فرمائیں اور خوب خوب دین کا کام لیں۔

بندہ کی صحت بحمد اللہ تعالیٰ ٹھیک ہے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ خدمات مفوضہ باحسن وجوہ انجام دینے کی توفیق عطاء فرمائیں' احسن الفتاویٰ کی تکمیل' غلطی سے حفاظت اور قبول ونافعیت کے لئے خصوصی دعاء فرماتے رہیں' کثرت مشاغل کی وجہ سے کام کی رفتار بہت زیادہ سست ہوگئی ہے۔ آپ نے حالت مرض وشدید نقاہت میں خود اپنے قلم مبارک سے شفقت نامہ تحریر فرماکر بندہ کو بہت متاثر کیا' اکابر کی نظر عنایت کے سوا میرے پاس کوئی سرمایہ نہیں۔ دعاء گو ودعاء جو۔

عزیز محترم قاری محمد اسحاق صاحب' زیدت عنایات

السلام علیکم: نسخہ اصلاح کی کیسٹ ارسال ہے۔ آپ کے لئے ہدیہ ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ حضرت حاجی صاحب دامت برکاتہم کی صحت خراب ہے۔ بندہ کی طرف سے سلام اور دعاء کی درخواست پیش کرنے کے بعد یہ پیام پہنچادیں کہ ان کی صحت کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔ براہ راست ان کی خدمت میں عریضہ اس لئے نہیں لکھا کہ انہیں جواب کی زحمت نہ ہو' ـــ کوئی مناسب موقع نظر آئے تو مرسل کیسٹ کا ذکر کردیں۔ سننے کی خواہش ظاہر فرمائیں تو سنادیں ـــ آپ کے لئے بھی تہ دل سے دعاء گو ہوں ـــ فقط والسلام

باب ۱۶

وصیت

(۱)۔ میں اپنے احباب سے استدعا کرتا ہوں کہ میرے سب معاصی صغیرہ وکبیرہ عمداً وخطاً کے لئے مجموعی طور پر استغفار فرمادیں اور جو میرے اندر عادات بد اور اخلاق ذمیمہ ورزیلہ ہیں ان کے ازالہ کی دعا فرماویں۔

(۲)۔ میرے اخلاق سیئہ کے باعث بہت بندگان خدا کو حاضرانہ وغائبانہ میری زبان اور ہاتھ سے تکالیف وایذا پہنچی ہیں۔ خصوصاً اسکول کے زمانہ تعلیم میں سینکڑوں طلباء کو میں نے جسمانی سزائیں دیں۔ جو حضرات مجھ سے دینی تعلق رکھتے ہیں ان کو بھی زبانی طور پر سختی سے متنبہ کرنے کی نوبت آئی۔ سخت گیری اور مواخذے بھی کرتا رہا۔ علاوہ ازیں بعضوں کی غیبتیں بھی ہوئیں۔۔۔۔ ایسے مواقع پر ضرورت سے زیادہ شدت یا نفس کی آمیزش کا احتمال ہے۔ میں نہایت عاجزی سے چھوٹے بڑوں سے باادب استدعا کرتا ہوں کہ للہ دل سے معاف فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بھی تقصیرات سے درگزر فرماویں گے۔ اوران کے درجات بھی بلند ہوں گے میں بھی ان کے لئے دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں عفو وعافیت عطا فرماویں۔ معذرت کرنے والے کی تقصیر سے درگزر کرنے والے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

(۳)۔ میرے حق میں جو دوسروں سے کوتاہیاں ہوگئی ہیں میں بطیب خاطر گزشتہ اور آئندہ کے لئے محض خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور اپنی معافی کی توقع پر سب کو معاف کرتا ہوں۔

(۴)۔ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس وقت میرے ذمہ کسی کا قرض نہیں اور حق تعالیٰ شانہ کا جو معاملہ فضل اس ناکارہ خلائق کے ساتھ ہے اس سے امید ہے کہ ان شاء اللہ آئندہ بھی اس سے محفوظ رہوں گا۔ اگر اتفاق ایسا ہو یا کسی کی امانت میرے پاس ہوئی یادداشت زبانی یا تحریری کردی جائے گی۔

(۵)۔ اہلیہ (مکان مسکونہ نمبر ۷۰۹ نواں شہر ملتان، اہلیہ نے مجھے خود ۱۵ مئی ۱۹۸۲ء کو دوبارہ ہبہ کر دیا پس اوراس میں جتنی چیزیں پیوست ہیں مثلاً برقی پنکھا نلکہ وغیرہ وہ بھی سب مجھے ہبہ کردی ہیں پس وصیت نمبر ۵ میں (مکان مسکونہ سے لے کر یہ سب مکان ہی کا حصہ ہیں) اتنی عبارت خلاف

سمجھی جائے اور سرکاری کاغذات میں پہلے ہی مکان میرے نام ہے اب یہ مکان میری موت پر ورثاء میں تقسیم ہوگا۔ محمد شریف عفی عنہ، ۱۵ مئی ۱۹۸۲ء۔) کا مہر میں ادا کر چکا ہوں۔ مکان مسکونہ ۷۰۹ نواں شہر ملتان میں اہلیہ کو ہبہ کر چکا ہوں۔ اس میں جتنی چیزیں پیوست (گڑی ہوئی) ہیں۔ مثلاً برقی پنکھے نلکہ وغیرہ دیگر اشیاء یہ سب مکان ہی کا حصہ ہیں۔ دوسری چیزیں اکثر میری ملک ہیں۔ ان میں جو چیز اہلیہ اپنی ملک بتائے اس کا قول قابل قبول وتصدیق ہے۔

(۶)۔ میں اپنے احباب کو وصیت کرتا ہوں کہ حتی الامکان دنیا ومافیہا سے دل نہ لگائیں۔ اور کسی وقت فکر آخرت سے غافل نہ ہوں۔ ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیغام اجل اجائے تو جانا ناگوار نہ ہو۔ ہر وقت یہ سمجھیں "شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود"

اصلاح نفس کی فکر رکھیں۔ نفس کو کبھی ڈھیل نہ دیں۔ صحبت اہل اللہ کا التزام رکھیں مسائل کے لئے ہمیشہ بہشتی زیور مطالعہ میں رکھیں۔ مرشد تھانوی علیہ الرحمتہ کے مواعظ کے مطالعہ کی پابندی رکھیں۔ حسن خاتمہ کو تمام نعمتوں سے افضل واکمل اعتقاد رکھیں۔ اور الحاح وتضرع سے اس کی دعائیں کرتے رہیں۔ ایمان حاصل پر شکر خدا بجالاتے رہیں۔ خود اپنے لئے بھی دعاء کی درخواست والتجا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا بھی خاتمہ ایمان پر فرماویں۔

(۷)۔ میری رقم کا چوتھائی حصہ بہ نیت حقوق العباد وفدیہ وزکوٰۃ فقراء ومساکین کو دے دیئے جائیں کہ شاید کچھ ذمہ باقی ہوں۔

(۸)۔ میرے ایصال ثواب کے لئے کبھی جمع نہ ہوں۔ نہ اہتمام سے نہ بلا اہتمام۔ ہر شخص منفرداً خود جس کا دل چاہے دعائے وصدقہ اور عبادت نافلہ سے نفع پہنچائے۔ کم از کم تین بار سورہ اخلاص ہی بخش دیا کریں۔ ان شاء اللہ یہ عمل خود ان کے حق میں بھی بہت نافع ہوگا۔

(۹)۔ جس شہر یا گاؤں میں میرا انتقال ہو مجھے وہیں کے عام قبرستان میں دفن کیا جائے کسی دوسری جگہ منتقل نہ کیا جائے اور نہ ہی میرے لئے عام قبرستان سے الگ کوئی جگہ منتخب کی جائے اگر ملتان میں انتقال ہو تو ہماری مسجد کے ساتھ جو قبور کے لئے جگہ ہے وہاں دفن نہ کیا جائے۔

(۱۰)۔ میرے جنازہ میں شرکت کے لئے کسی رشتہ دار یا کسی بزرگ کا انتظار نہ کیا جائے۔ اور نہ لاؤڈ سپیکر پر اعلان کرایا جائے۔ وقت پر جتنے افراد موجود ہوں نماز جنازہ پڑھ کر جلد از جلد قبرستان پہنچانے کی کوشش کریں۔ بے تکلف مخلص احباب جو فوراً پہنچ سکیں ان کو اطلاع کا مضائقہ نہیں۔

(۱۱)۔ مجھے قبر میں سنت کے مطابق ٹھیک داہنی کروٹ پر قبلہ رخ لٹایا جائے۔ میت کو سیدھا لٹا کر

صرف چہرے کارخ قبلہ کی طرف کر دینے کا دستور غلط اور خلاف ت ہے۔

(۱۲)۔میت کو غسل دیتے وقت جو کپڑا ناف سے زانو تک ڈالا جاتا ہے وہ تر ہونے کے بعد جسم کے ساتھ چپک جاتا ہے۔ جس سے جسم کی رنگت اور حجم نظر آنے لگتا ہے از راہ کرم مجھے غسل دیتے وقت ناف سے زانو تک کے حصہ پر کسی چادر کو دونوں طرف سے دو آدمی پکڑ کر ذرا اونچا کھینچ کر رکھیں۔اس بات کا خاص اہتمام کیا جائے۔عنایت ہوگی۔نہ تعزیتی جلسہ کیا جائے۔

(۱۳)۔آخر میں ناظرین کرام سے اس دعاء کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سفر آخرت سے قبل تمام حقوق اور میرے مظالم سے سبکدوش فرمادے اور آخرت میں ہر طرح کے مواخذہ سے محفوظ رکھے۔

(۱۴)۔گھر میں حضرت والا نور اللہ مرقدہ کا عطاء فرمودہ ایک رومال ہے۔اس کا نصف میرے کفن میں رکھ دیا جائے۔باقی نصف اہلیہ کے کفن میں رکھنے کے لئے محفوظ رکھ لیا ہے۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خط جو علیحدہ کر کے رکھ لیا گیا ہے اس کو جلا کر اس کی راکھ حضرت والا کے رومال میں باندھ کر میرے کفن میں رکھ دی جائے۔

(۱۵)۔مرض الوفات میں اگر کوئی نماز رہ جائے اس کا فدیہ بھی اہتمام سے ادا کر دیا جائے۔ویسے اللہ کی ذات عالی سے امید ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے تادم آخر نمازیں ادا کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرماویں گے۔آخر میں اپنے تمام اعزہ احباب اور متعلقین سے درخواست ہے کہ وہ احقر کو حتی الامکان دعاؤں میں یاد رکھیں۔۔۔۔۔۔جزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

احقر محمد شریف عفی عنہ مکان:۹۰۷ نواں شہر۔ملتان ۲۱ جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ

باب ۱۷

مرض الوفات..........انتقال پُر ملال

اس میں حضرت والا رحمتہ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات سے قبل ایک ہفتہ کے حالات پیش خدمت ہیں:
ازاحقر محمد اسحاق عفی عنہ یکے از خدام حضرت قدس سرہ

"بسم اللہ الرحمن الرحیم"

آہ! بزم اشرف کا ایک اور چراغ بجھ گیا!

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ ارشد عارف ربانی حضرت سیدی ومرشدی حاجی محمد شریف صاحب نوراللہ مرقدہ کو ۱۴ رجب ۱۴۰۵ھ بمطابق ۱۵ اپریل جمعہ کی شب کو سینہ میں دائیں طرف شدید درد ہوا صبح کو ڈاکٹر نے انجکشن لگایا جس سے قدرے سکون ہوا۔ اور کچھ نیند آ گئی۔ لیکن رات کے شدید درد نے نہایت مضمحل کردیا۔ جب نماز جمعہ کا وقت آیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت والا اندر سے بیٹھک کی طرف دیوار کے سہارے تشریف لا رہے ہیں۔ خدام نے عرض کیا کہ حضرت تکلیف ہے کمزوری زیادہ ہے گھر میں نماز ادا فرمالیں تو فوراً ارشاد فرمایا کہ اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔ دو آدمیوں کے سہارے سے حضرت والا کو کار میں بٹھلا دیا گیا۔ جب مسجد میں پہنچے تو دو آدمیوں کے سہارے گھسٹتے ہوئے پاؤں کے ساتھ مسجد میں رونق افروز ہوئے۔ تھوڑی دیر سانس لینے کے بعد کرسی پر بیٹھے احقر کو آواز دی اور سیون اپ طلب فرمائی اس کے بعد حسب معمول تین چار منٹ تقریر طویل ہوئی جب گھڑی دیکھی تو فرمایا۔ ''ارے وقت زیادہ ہوگیا اب میں ختم کرتا ہوں''۔ اس سے پہلے اکثر یہ ارشاد فرما کر تقریر ختم فرماتے تھے کہ ''مضمون ابھی کافی رہ گیا باقی آئندہ جمعہ''۔

خطبہ کے بعد کھڑے ہو کر فرض ادا فرمائے۔ نماز کے فوراً بعد حضرت والا کے گزرنے کے لئے راستہ بنا دیا گیا اور عرض کیا گیا کہ حضرت تشریف لے چلیں تو ارشاد فرمایا کہ: ''چار سنتیں پڑھ لوں''۔ جب چار سنتیں پڑھ چکے تو پھر عرض کیا گیا کہ حضرت تشریف لے چلیں تو ارشاد فرمایا

کہ دو اور پڑھ لینے دیں اس کے بعد خیال تھا کہ اب تو ضرور تشریف لے چلیں گے لیکن پھر یہی ارشاد فرمایا کہ دو نفل پڑھ لینے دو۔

نفل پڑھ لینے کے بعد دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ جب دعاء سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ ملفوظات کا معمول پورا کر لینے دو (نماز جمعہ کے بعد معمول ہے کہ سب متعلقین بیٹھ جاتے ہیں اور مجلس صیانۃ المسلمین کی جانب سے ایک صاحب حضرت والا کے ساتھ بیٹھ کر ملفوظات اشرفیہ پڑھتے ہیں۔ پھر حضرت والا دعا فرماتے ہیں اور دعاء کے بعد یہ ارشاد فرماتے ہیں جو صاحب پاس بیٹھنا چاہیں مکان پر تشریف لے آئیں اس کے بعد دعاء فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو صاحب باہر سے آئے ہوں یا کسی نے کوئی بات پوچھنی ہو تو وہ یہیں پوچھ لیں۔ میری طبیعت اچھی نہیں میں گھر پر جا کر آرام کروں گا۔ اس کے بعد حضرت والا گھر تشریف لے گئے۔ (کسے کیا معلوم تھا کہ حضرت والا کی مسجد میں یہ آخری نماز ہے۔) خادم بھی ساتھ گیا۔ کچھ دیر بیٹھا رہا' ایک دوائی بازار سے لانی تھی لا کر کھلائی۔ ارشاد فرمایا کہ میری رقم میں سے ایک سو روپے اٹھا دو اس لئے کہ میری نواسی لاہور سے آئی ہوئی ہیں وہ ابھی جائیں گی انہیں دینا ہے۔ (اس تکلیف میں بھی حسن سلوک دیکھئے) اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اب تم جاؤ عصر کے بعد پھر آ جانا۔ عصر کے بعد ایک صاحب حضرت سے ملاقات کے لئے میرے ساتھ ہو لئے۔ ہم حاضر ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد ملنے والے صاحب تشریف لے جانے لگے تو مجھے ارشاد فرمایا کہ ان کو آگے تک موٹر سائیکل پر چھوڑ آؤ پھر آ جانا۔ احقر پھر حاضر ہوا کچھ دیر پاؤں دابتا رہا۔ مغرب کی نماز کا وقت قریب ہوا تو فرمایا جاؤ نماز پڑھو اس کے بعد پھر عشاء کی نماز کے بعد حاضر ہوا تو خلاف معمول وقت سے پہلے ڈاک تیار دیکھ کر احقر حیرت میں رہ گیا۔ فرمایا ڈاک لے لو۔ صبح ڈال دینا۔ صبح کی نماز کے بعد کچھ اپنی مسجد کے نمازیوں کے ساتھ حاضر ہوا تو اس بات سے خوشی ہوئی کہ درد میں کافی افاقہ ہے لیکن ساتھ ہی نقاہت بڑھی ہوئی نظر آتی تھی۔ احقر تقریباً گیارہ بجے ڈاک خانہ سے پھر ڈاک لے کر پہنچا تو حضرت والا حسب معمول بیٹھک میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت والا کا معمول تھا کہ کیسی بھی تکلیف ہو صبح نو بجے کے قریب بیٹھک میں تشریف لے آتے تھے (اور کئی دفعہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مجھے آرام تو یہیں ملتا ہے) اور مغرب کے بعد گھر میں تشریف لے جاتے تھے۔

میرے چھوٹے بھائی ساتھ تھے ان سے ان کے بچے کی خیریت دریافت فرمائی اور اور کچھ باتیں اپنے پوتے عزیز طلعت قمر کی سنا کر خود بھی محظوظ ہو رہے تھے اور ہمیں بھی محظوظ کر رہے تھے۔

اس کے بعد خیریت دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ اب درد تو نہیں لیکن مجھے پتا نہیں کیا ہو گیا کہ ہمت ہی نہیں نگاہ بھی پھٹی جا رہی ہے ایسا لگتا ہے دنیا سے جانے کے دن قریب ہیں۔ اس جملہ سے طبیعت بہت متاثر ہوئی لیکن دعاء وزاری کے سوا کیا ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد دن بدن کمزوری اور نقاہت شدت اختیار کر گئی۔ پیر کے روز تک تو حضرت والا بیٹھک میں تشریف لاتے رہے اور عصر کے بعد مجلس کا معمول مختصر وقت کے ساتھ جاری رہا۔ غالباً پیر کے روز کی مجلس میں خاص احباب جمع تھے تو لیٹے لیٹے حضرت والا کی زبان مبارک سے ملفوظات کا سلسلہ جاری تھا' دوران گفتگو ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کے لئے کیا مشکل ہے کہ انہیں احباب کو جنت میں بھی اکٹھا کر دے۔

اس کے بعد منگل کے روز سے بیٹھک میں آنا بند ہو گیا کیونکہ اب اٹھنے بیٹھنے کی ہمت نہیں تھی اور سانس کی تکلیف شروع ہو چکی تھی۔ غذا بند ہو گئی بار بار پانی مانگتے تھے یا تھوڑی بہت یخنی۔ اب بلڈ پریشر بالکل گر گیا تھا اس کو معمول پر لانے کے لئے دو انجکشن لگائے گئے۔

بدھ کے روز ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ بلڈ پریشر کافی معمول پر آ گیا ہے۔ انجکشن لگانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن حالت تشویش ناک نظر آتی تھی کیونکہ سانس اکھڑ چکا تھا۔ اور زیادہ تر غشی کی کیفیت رہنے لگی۔

عصر کے بعد کافی متعلقین بے تابی کے عالم میں دروازے پر جمع ہو گئے کہ ایک نظر دیکھ لینے دو۔۔۔۔۔ کچھ لوگ جب اندر داخل ہوئے تو حضرت والا کی آنکھ کھل گئی تو احقر سے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ کون ہیں.

میری نظر پھٹ رہی ہے مجھ سے پہچانا نہیں جاتا۔ میں نے ایک دو صاحب کے نام بتائے تو حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ سب کے نام بتاؤ۔ جب تک سب کے نام نہ معلوم کر لئے چین نہیں آیا۔

سبحان اللہ آنے والوں کے حقوق کا کس قدر خیال تھا۔

وفات سے دو روز قبل یہ دعا فرما رہے تھے کہ اے اللہ جس طرح آپ نے مجھے دنیا میں عزت اور آرام سے رکھا ہے اسی طرح اب مجھے آرام سے اٹھا لے۔ آخری ایام میں ایک دفعہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اب تو دنیا سے جانے کو جی چاہتا ہے آخر کب تک جئیں گے۔۔۔۔ یہ بھی کئی مرتبہ ارشاد فرمایا کہ یہ چھیاسی سالہ بوڑھی مشین آخر کب تک چلے گی۔ حضرت پیرانی صاحبہ مدظلہا فرماتی ہیں کہ وفات سے تین روز قبل فرمایا کہ اب میرا وقت قریب آ چکا ہے اب میں نے چلے جانا ہے پیرانی صاحبہ

فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا آپ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں کیا آپ کو خواب آیا ہے؟

اس پر خاموشی اختیار فرمائی۔

بدھ کے روز شام کو حضرت کے خاص عقیدت مند ڈاکٹر ملک محمد عبدہٗ صاحب ڈاکٹر فاروق نذیر صاحب ہارٹ سپیشلسٹ کو لائے۔۔۔۔ڈاکٹر صاحب نے دیکھ کر فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ گردوں میں یا پھیپھڑوں میں کوئی نقص ہے اس لئے خون وغیرہ ٹیسٹ کرائے جائیں۔

شام کو ہی خون ٹیسٹ کے لئے دیدیا گیا۔۔۔۔صبح بارہ بجے کے قریب رپورٹ ملی کہ خون کافی گاڑھا ہوگیا ہے جس کی وجہ سے دوران خون ٹھیک نہیں رہا۔ڈاکٹر صاحب نے مشورہ دیا کہ ایسی حالت میں ہسپتال داخل کردینا چاہئے۔اس کے بعد تقریباً ایک بجے ڈاکٹر صاحب ہسپتال کے اس وارڈ کے بڑے ڈاکٹر کو گھر لائے جس کے وارڈ میں داخل کرنا تھا۔۔۔۔ڈاکٹر صاحب نے چیک کیا اور کہا کہ میرا مشورہ یہ ہے کہ ایک دفعہ پھر خون وغیرہ ٹیسٹ کرایا جائے اور چھاتی کا ایکسرے کرایا جائے۔

فوری طور پر احقر ہسپتال سے ایک لیبارٹری والے کو لے آیا اور اس نے جب خون لینا چاہا تو خون اس قدر گاڑھا ہو چکا تھا کہ نکلنا مشکل ہو رہا تھا۔کافی سعی کے بعد کچھ نکلا۔۔۔۔اس کے بعد احقر ظہر کی نماز کے لئے چلا گیا۔

نماز ظہر کے بعد محترم جناب حاجی انوار الٰہی صاحب (جو کہ حضرت کے محبوب ترین خدام میں سے ہیں جن کے متعلق حضرت بے ساختہ جذبات کا اظہار فرمایا کرتے تھے) کے صاحبزادے جناب ذیشان الٰہی صاحب اپنی کار نے آئے کہ حضرت والا کو ایکسرے کے لئے لے جائیں۔

حضرت پر غشی طاری تھی چل کر کار تک تو آ نہیں سکتے تھے۔اس لئے حضرت کے چھوٹے صاحبزادہ جناب محمد ظریف صاحب اور ان کی اہلیہ جن کو قریب رہنے کی وجہ سے ماشاءاللہ خوب خدمت کا موقع ملا۔اس سے بڑھ کر ان کے لئے کیا سعادت ہوسکتی ہے۔

بہر حال چھوٹے صاحبزادہ صاحب اپنے کندھے پر اٹھا کر لے آئے اور کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔احقر نے سرہانے کی طرف بیٹھ کر حضرت والا کا سر مبارک اپنی گود میں لے لیا اور ایک پانی کا گلاس ساتھ لے لیا۔

اب تک تو حضرت خود پانی مانگ رہے تھے اب مانگنا بند فرما دیا تھا۔لیکن ہونٹ بار بار

خشک ہورہے تھے۔اس لئے احقر بار بار پانی ڈالتا رہا۔ جب ہم نشتر ہسپتال کے باہر شہاب کلینک پر پہنچے تو احقر نے حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت مجھے پہچانتے ہیں تو حضرت نے زبان سے تو کچھ نہیں فرمایا۔ سر مبارک کو معمولی سی حرکت دی کہ ہاں پہچانتا ہوں۔

اب حالت میں کافی تغیر محسوس ہو رہا تھا۔

محمد ظریف صاحب اور ذیشان الٰہی صاحب ایمبولینس کا سٹریچر لے آئے جس میں لٹا کر کلینک کے اندر ایکسرے کے لئے لے جایا گیا اور کافی مشکل سے ایکسرے ہوا۔ اس کے بعد ایمبولینس میں گھر لے آئے۔

دوپہر کے تین بج چکے تھے اب گھر میں آنے کے بعد بھی ویسی ہی غشی طاری تھی۔

اس حالت میں بھی حضرت والا نے ہاتھ اٹھائے کہ مجھے تیمّم کے لئے پتھر دو۔ پتھر دیا گیا لیکن ابھی تیمّم کرنے نہ پائے تھے کہ ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

اس کے بعد حضرت نے ظہر کی نماز کے لئے ہاتھ باندھ دیئے۔

گویا کہ حضرت کا آخری فعل نماز تھا۔ ماشاء اللہ آخر تک نمازیں ادا فرماتے رہے گو آخری دو دنوں میں غشی کی حالت میں پڑھتے رہے جس کی وجہ سے پوری نہ ہوتی تھیں۔ وفات کے فوری بعد دو دنوں کی نمازوں کا فدیہ دے دیا گیا۔

اتباع سنت کی فکر کا یہ عالم تھا کہ محمد ظریف صاحب بتاتے ہیں وفات سے دو اڑھائی گھنٹے پہلے کرتہ بدلنے کے لئے اتارا گیا۔ جب پہنانے لگے تو جلدی میں بایاں پہلو پہلے پہنانے لگے۔

حضرت اقدس نے پیچھے کھینچ لیا کہ پہلے دایاں پہناؤ۔

سبحان اللہ! اتباع سنت رگ وریشہ میں رچی بسی ہوئی تھی بلکہ طبیعت ثانیہ بن چکی تھی اے اللہ ہم خدام کو بھی یہ نعمت نصیب فرما (آمین)۔۔۔۔۔ اس کے بعد احقر نے حضرت والا سے دو تین بار پوچھا کہ حضرت کیا تکلیف زیادہ محسوس ہو رہی ہے لیکن کوئی جواب نہ ملا۔۔۔۔ سانس بہت تیزی سے جاری تھا احقر نے کئی بار مشاہدہ کیا کہ ہر سانس میں اللہ اللہ کی آواز صاف سنائی دیتی تھی۔۔۔۔۔ بہرحال احقر سوا تین بجے سہ پہر تک قریب رہا۔۔۔ ساتھ والے کمرے میں حضرت پیرانی صاحبہ مدظلہا اور مستورات جمع تھیں۔ احقر ان سے یہ کہہ کر گھر آ گیا کہ آپ سب حضرت کے قریب آ جائیں میں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔۔۔۔ میرے جانے کے بعد حضرت پیرانی صاحبہ مدظلہا اور گھر کی مستورات سب قریب آ گئیں۔

حضرت پیرانی صاحبہ مدظلہا فرماتی ہیں کہ ہم جب قریب آئے تو آنکھیں پتھرا چکی تھیں بہت تیزی سے سانس جاری تھا۔ آب زم زم پلایا۔ دو دفعہ خلاف معمول زور سے آنکھیں کھولیں اور ہمیشہ کے لئے بند فرمالیں میں ابھی گھر میں تھا۔ کہ محترم ڈاکٹر ملک محمد عبدہ صاحب نے گھر پر یہ اطلاع دی کہ ہم سب یتیم ہو گئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

تقریباً پونے چار بجے حضرت اس دار فانی سے پردہ فرما گئے۔۔۔۔ بس کیا تھا دنیا تاریک ہو گئی۔ دل ودماغ پر سکتہ چھا گیا۔۔۔۔ چھوٹے صاحبزادے کی پریشانی کا عجیب عالم تھا۔ دل کو سنبھالنا مشکل ہو چکا تھا۔

عصر کے بعد احقر اپنے ساتھ ید اللہ شیخ صاحب (جو کہ حضرت کے ہمسائے ہیں اور بہت عقیدت ومحبت رکھنے والے ہیں) کو لے کر قریب کے قدیمی قبرستان (حسن پروانہ) میں لحد مبارک کے انتخاب کے لئے شیخ صاحب موصوف کے والدین کی قبروں کے ساتھ ایک جگہ کا انتخاب بلا اختلاف رائے ہوا اور اسی جگہ حضرت اقدسؒ زیر لحد آرام فرما ہیں۔ اور واقعی وہ ہر لحاظ سے ایسا اچھا موقع ہے کہ جس نے دیکھا بہت پسند کیا۔ چوک نواں شہر سے چند قدم پر مشرق کو جاتے ہوئے داہنی طرف ایک گلی قبرستان کو نکلتی ہے گلی کے ختم ہوتے ہی قبرستان شروع ہو جاتا ہے۔۔۔۔ سامنے ہی حضرت اقدس کی مرقد مبارک کا کتبہ نظر آتا ہے۔

مغرب کے وقت لاہور سے حضرت کی صاحبزادی اور دوسرے بچے اور حضرت والا کے مجاز بیعت مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب اور مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہم ہوائی جہاز سے تشریف لائے۔۔۔۔ نماز مغرب کے فوری بعد غسل دیا گیا جس میں کافی حضرات نے شرکت کی وہ بھی عجیب منظر تھا۔ کوئی پانی ڈال رہا تھا کوئی صابن لگا رہا تھا کوئی پاؤں دھو رہا تھا۔ پروانوں کی طرح اردگرد متعلقین جمع تھے۔ عشاء کے قریب غسل سے فارغ ہوئے۔

احقر نے حضرت کی وصیت کے مطابق حضرت تھانوی کا ایک خط جلا کر اس کی راکھ کو حضرت تھانوی کے ایک رومال کے حصہ میں باندھ کر حضرت والا کی گردن مبارک کے نیچے رکھ دیا عشاء کے بعد آخری دیدار کے لئے لوگوں کا جم غفیر تھا۔

حضرت کی وصیت کے مطابق (کہ تدفین میں جلدی کی جائے) باہمی مشورہ سے گھر سے جنازہ اٹھانے کا وقت رات کے گیارہ بجے مقرر کیا گیا (ماشاء اللہ ٹھیک گیارہ بجے جنازہ گھر سے اٹھالیا گیا) جس وقت گھر سے باہر نکلا اس وقت گھر میں ایک کہرام برپا تھا۔ جب جنازہ گھر

سے باہر لایا گیا تو اس وقت مجمع کا اندازہ ہوا۔ نہ لاؤڈ سپیکروں پر اعلان ہوا نہ کوئی ریڈیو کی اطلاع لیکن لوگوں کا سیلاب حیران کن تھا کہ کس طرح اور اتنی جلدی ان کو کیسے اطلاع ہو گئی۔

بہر حال اس مجمع کو دیکھ کر اس چیز کا خیال آیا کہ جنازہ کی چار پائی کے ساتھ بانس باندھے جائیں۔ اس لئے باہر سڑک پر جنازہ رکھ دیا گیا۔ تھوڑی دیر میں بانس آ گئے اور پھر جنازہ اٹھایا گیا۔ تقریباً رات کے بارہ بجے جنازہ علامہ اقبال پارک (چوک نواں شہر) پہنچا یہاں بھی کافی لوگ جنازہ کے منتظر تھے۔

احقر نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد قریب حسن پروانہ کے عام قبرستان میں دفن کرنے کے لئے لے جایا گیا۔ قبر میں تین آدمیوں نے اتارا ایک تو احقر تھا۔ دوسرے حضرت کے محبوب معالج ڈاکٹر ملک محمد عبدہ صاحب تیسرے حضرت سے ایک محبت رکھنے والے حاجی عبدالوحید صاحب تھے۔ اتارنے کے بعد پھر احقر خود قبر میں اترا اور حضرت کی وصیت اور سنت کے مطابق ٹھیک داہنی کروٹ حضرت کو لٹایا۔ قبر میں عجیب سکون تھا آخر کیوں نہ ہوتا۔

چہرہ انور کا آخری دیدار کیا اور بیہ ... ینے کی سعادت حاصل کرنے کے بعد باہر آ گیا۔ تدفین میں بھی کثرت سے لوگوں نے شرکت کی۔ تقریباً رات ایک بجے تدفین سے فراغت ہوئی۔ (انا للّٰہ و انا الیہ راجعون)

باب ۱۸

تعزیتی پیغامات

تعزیت نامہ۔از

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئیؒ صاحب عارفی دامت برکاتہ

عزیزم سلمہم اللہ........ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آج فون پر ڈاکٹر قرار احمد صاحب سے یہ خبر سن کر کہ حضرت مولانا رحلت فرماگئے...........

(انا اللّٰہ وانا الیہ راجعون)

مفارقت کا قلق اور صدمہ تو فطری ہے۔جس سے میں بھی متاثر ہوں مگر ان کے مستقبل کے تصور سے بڑا سکون ہے کہ آج ان کو اللہ تعالیٰ مقام قرب ورضا میں کیا درجہ عالیہ عطاء ہوا ہوگا۔ کون کیا اندازہ کر سکتا ہے۔خبر سننے کے بعد ہی میں دعائے مغفرت اور رفع درجات کے لئے دعاء کر رہا ہوں۔آپ لوگوں کے لئے البتہ ایک بڑے خیر و برکت سے محرومی ہے۔لیکن ان شاءاللہ ان کی محبت اور آپ لوگوں کی خدمت آپ کے لئے بھی بڑا سرمایہ سعادت آخرت ہے۔اس ضعیفی میں طرح طرح کے امراض اور مجبوریاں حائل رہتی ہیں.......اللہ تعالیٰ ان کو اب بالکل راحت کاملہ عطا فرماویں۔

اللہ تعالیٰ ان کو ہر آن اپنے مقام قرب ورضا میں پیہم درجات عطا فرماویں۔اور سب متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق وسعادت نصیب فرماویں۔آپ سب کے لئے دل سے دعائے خیر کر رہا ہوں۔(محمد عبدالحئیؒ۔۱۲ اپریل ۱۹۸۵ء)

تعزیت نامہ از حضرت الحاج ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مدظلہم

(خلیفہ ارشد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ)

محترمی ومکرمی جناب مولوی محمد اسحاق صاحب زید مجدہم!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ: آج صبح آپ کا خط حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی

شدید علالت کا ملا اس وقت جواب لکھ کر ڈاکخانہ میں ڈال دیا۔

ابھی عصر کے بعد اطلاع ملی کہ ساڑھے تین بجے آج بعد دوپہر حضرت حاجی صاحب داعی اجل کو لبیک کہہ کر اپنے مولائے حقیقی کے پاس اصل وطن کو رحلت فرما گئے۔ (انا اللہ و انا الیہ راجعون)

حضرت مجدد تھانوی کی نشانی تھی جس قدر بھی افسوس کا اظہار کیا جائے کم ہے لیکن تسلیم ورضا بھی عبد ہی کے لئے مقرر ہوا ہے حق تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے حضرت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عطا فرماویں۔ اور حضور اکرمؐ کے قریب سے قریب جگہ نصیب فرمائیں۔

اعزاء اقرباء متوسلین معتقدین سب کے لئے بے حد صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل عطا فرماویں اور حضرت کے نقش قدم پر چلنا نصیب فرماویں۔ گھر والوں سے صاحبزادوں سے۔ مستری صاحب سے تعزیت فرماویں۔ والسلام

احقر حفیظ اللہ۔ سکھر

تعزیت نامہ از: حضرت الحاج ماسٹر منظور محمد صاحب مدظلہم

خلیفہ ارشد: حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری

عزیزان صاحبزادگان حضرت مولانا ماسٹر محمد شریف صاحب رحمتہ اللہ علیہ

السلام علیکم: چند روز ہوئے آپ کے والد محترم حضرت مولانا ماسٹر محمد شریف صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سنی تھی پھر تردید بھی سنی لیکن کل حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کی خبر تصدیق ہوگئی۔ بیحد صدمہ ہوا وہ بھی قلب کی گہرائیوں کو متاثر کر رہا ہے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ ۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۶ء تک اسلامیہ کالج لاہور میں جے اے وی کلاس میں میرے کلاس فیلو تھے اگرچہ اس وقت کسی سلسلہ سلوک سے وابستہ نہ تھے لیکن اس وقت بھی متانت وقار اخلاق عالیہ کی مجسم تصویر تھے۔ کالج میں کلاس میں ان کا خاص مقام وخاص احترام تھا جہاں تک مجھے یاد ہے آپ نے ۱۹۲۶ء کے جے اے وی امتحان میں اعلیٰ نمبر حاصل کئے اور اول رہے حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ وابستگی کے بعد جو مقام قرب الٰہی آپ نے حاصل کیا اور اپنے شیخ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں اپنی مکمل نفی کر کے جس طرح مرمٹے وہ تو دنیا جانتی ہے فنافی اللہ کا لازمی مقدمہ فنافی الشیخ ہے اور فنافی الشیخ یعنی شیخ کی محبت وعقیدت میں مرمٹنا یہ آپ حضرت رحمتہ اللہ کی کتاب

میں بتفصیل مذکور ہے کاش کہ ہم نا کارہ اس کتاب کو باقاعدگی سے التزام سے مسلسل روزانہ پڑھنے کا اہتمام کرسکیں۔ کتاب کتاب نہیں ہوتی بلکہ خود مصنف بولتا ہے اور مصنف کی نورانیت اور اس کا عالی مقام اس کے لفظ لفظ سے ٹپکتا ہے اور دل کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتا۔

میں مسکین ناکارہ آپ سب پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہوں اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے لئے عالی مراتب فردوس کی تہ دل سے دعاء کرتا ہوں اور آپ سب کے لئے صبر جمیل اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے اتباع ظاہری و باطنی کی تہ دل سے دعاء کرتا ہوں۔۔۔۔

احقر دعاءگو و دعاءجو

منظور محمد

خطبہ وطریقۂ اخذ بیعت

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ ونشھدان محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً۔

اما بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۞ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۞ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۞

مستورات کی بیعت کے وقت یہ آیت بھی پڑھی جائے

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۞

میں توبہ کرتا ہوں کفر سے' شرک سے بدعت سے اور سب چھوٹے بڑے گناہوں سے اور ایمان لاتا ہوں اللہ پاک پر اور اس کے سچے رسول پر۔ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اور عہد کرتا ہوں کہ پانچوں وقت نماز پڑھوں گا اور رمضان شریف کے روزے رکھوں گا اگر مال ہوگا تو زکوٰۃ دوں گا۔ اگر زیادہ گنجائش ہوگی تو حج کروں گا۔ اور عہد کرتا ہوں کہ اللہ و رسولؐ کے سب حکموں کو جہاں تک ہو سکے بجالاؤں گا اور جن چیزوں سے اللہ اور رسولؐ نے منع فرمایا ہے جہاں تک ہو سکے گا ان سے بچوں گا۔ اگر کوئی خطاء ہو جائے گی تو فوراً توبہ کرلوں گا۔ میں توبہ کرتا ہوں اور بیعت کرتا ہوں چاروں سلسلوں میں چشتیہ اور قادریہ اور نقشبندیہ اور سہروردیہ میں۔ اے اللہ! ان سب سلسلوں کی برکت ہم کو نصیب کر اور قیامت میں ان بزرگوں کے ساتھ اٹھا۔ آمین یارب العالمین۔ (بحوالہ خیر الافادات)

فہرست خلفائے مجازین

(۱)۔ مستری محمد ابراہیم صاحب رحمہ اللہ، مکان نمبر ۳۲۴، بوہڑ والی گلی نواں شہر ملتان۔

(۲)۔ حاجی محمد فاروق صاحب رحمہ اللہ۔ بیت الاشرف، باغ حیات، سکھر

(۳)۔ ڈاکٹر احسان الحق صاحب رحمہ اللہ قریشی کوٹھی نمبر ۱ گاف روڈ۔ لاہور۔

(۴)۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال جاوید صاحب رحمہ اللہ، اسٹیل ٹاؤن۔ بن قاسم۔ کراچی نمبر ۴۹

(۵)۔ ڈاکٹر محمد عبدالواحد السید المحترم، ص ب ۱۷۴۲۸، الریاض ۱۱۴۸۴ سعودی عرب

(۶)۔ سید نادر شاہ صاحب، بستی دائرہ۔ ملتان

(۷)۔ حاجی عبدالرزاق شہید رحمہ اللہ، جامعہ اشرفیہ، نیلا گنبد، لاہور

(۸)۔ مولانا محمود اشرف صاحب عثمانی، استاد حدیث دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

(۹)۔ ماسٹر عبدالرب صاحب، ۱۲۵ املا سٹریٹ۔ برنام بٹ ۶۳۵۸۱۰ نارتھ ارکوٹ،
ڈسٹرکٹ تمیل ناڈو، ساؤتھ انڈیا۔

(۱۰)۔ ماسٹر محمد اقبال صاحب قریشی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، متصل ڈاک خانہ ہارون آباد ضلع بہاول نگر۔

(۱۱)۔ حافظ محمد اسحاق صاحب، ادارہ تالیفات اشرفیہ۔ چوک فوارہ، ملتان

(۱۲)۔ مولانا محمد محترم فہیم عثمانی صاحب رحمہ اللہ، مسجد مقدس۔ دھوبی منڈی پرانی انارکلی۔ لاہور۔

(۱۳)۔ مولانا منظور احمد صاحب استاد حدیث جامعہ خیر المدارس۔ ملتان

(۱۴)۔ جناب سید قمر الدین احمد شاہ صاحب۔ ناظم جائیداد جامعہ خیر المدارس۔ ملتان

(۱۵)۔ جناب صوفی بشیر محمد صاحب رحمہ اللہ، مکان نمبر ۵۸۔ ۱۹۱۱۷ اونچی گلی۔ نزدیک کچہری چوک ملتان

(۱۶)۔ ماسٹر محمد گلزار صاحب رحمہ اللہ (مجاز صحبت) بیت الاشرف، باغ حیات سکھر۔